اسلامیات (لازمی)

گیارھویں جماعت کے لیے

اعداد و ترتیب:

حافظ محمد حارث باسم

فہرست

انتساب

عزیزم والدین محترمین کے نام

جنہوں نے ہر اس پل جب میں لڑکھڑایا مجھے سہارا دیا

اور جن کے حسن تربیت اور کمال نظر نے مجھے کسی قابل کیا

...اور...

انتہائی محترم و موقر

جملہ اساتذہ کرام کے نام

جن کی بے پناہ شفقت، بے بہا محنت اور جا بجا حوصلہ افزائی ہی

نے مجھ ایسے نالائق طفل مکتب کو کسی قابل بنایا

محمد حارث باسم

کثیر الانتخابی سوالات

باب اول: بنیادی عقائد

۱۔ اسلام کے لغوی معنی ہیں:

(i) سلامتی (ii) **حکم ماننا** (iii) انکار کرنا (iv) خاموش ہو جانا

۲۔ ایمان کے لغوی معنی ہیں:

(i) سلامتی (ii) حکم ماننا (iii) انکار کرنا (iv) **یقین کرنا**

۳۔ عمل صالح کی اقسام ہیں:

(i) دو (ii) **تین** (iii) چار (iv) پانچ

۴۔ عبادت کے لغوی معنی ہیں:

(i) ایمان لانا (ii) بھروسہ کرنا (iii) **اطاعت و بندگی** (iv) نیک کام کرنا

۵۔ اخلاق جمع ہے، اس کا واحد ہے:

(i) خلق (ii) **خُلُق** (iii) خالق (iv) خلقت

۶۔ اخلاق کے لغوی معنی ہیں:

(i) اچھا سلوک (ii) برا سلوک (iii) **عادات** (iv) مخلوقات

۷۔ عقیدہ کے لغوی معنی ہیں:

(i) **گرہ لگائی گئی چیز** (ii) مضبوط چیز (iii) اٹل چیز (iv) عقیدت رکھنا

۸۔ اسلام کے بنیادی عقائد ہیں:

(i) پانچ (ii) ایک (iii) **سات** (iv) دس

۹۔ اسلامی عقائد میں سب سے پہلے عقیدہ کون سا ہے؟

(i) **عقیدہ توحید** (ii) عقیدہ آخرت (iii) عقیدۂ رسالت (iv) عقیدہ ختم نبوت

۱۰۔ توحید کے لغوی معنی ہیں:

(i) ایمان لانا (ii) بھروسہ کرنا (iii) **یکتا ماننا** (iv) دل سے ماننا

۱۱۔ اسلام کے پختہ و اٹل نظریات کو کیا کہتے ہیں؟

(i) قرآن (ii) حدیث (iii) **عقائد** (iv) ایمان

۱۲۔ توحید کی کتنی اقسام ہیں؟

(i) **تین** (ii) چھ (iii) سات (iv) نو

۱۳۔ قرآن مجید کی اس سورت کو سورۃ توحید بھی کہا جاتا ہے:

(i) **سورۃ اخلاص** (ii) سورۃ الناس (iii) سورۃ البقرہ (iv) سورۃ الرحمان

اعداد و ترتیب: حافظ محمد حارث باسم (harisbasim@gmail.com)

۱۴۔شرک کے لفظی معنی ہیں:

(i) **حصہ داری** (ii) تثلیث (iii) یکتا جاننا (iv) سجدہ کرنا

۱۵۔توحید کا متضاد لفظ ہے:

(i) کذب (ii) رسالت (iii) **شرک** (iv) منافقت

۱۶۔شرک کی اقسام ہیں:

(i) دو (ii) **تین** (iii) چار (iv) پانچ

۱۷۔قرآن کریم میں کس گناہ کو ظلم عظیم کہا گیا؟

(i) قتل (ii) بدعت (iii) **شرک** (iv) غیبت

۱۸۔''مُنعِم حقیقی'' ہیں:

(i) **اللہ تعالیٰ** (ii) انبیاء (iii) اولیاء (iv) والدین

۱۹۔''قادر مطلق'' اور ''مسبب الاسباب'' کس کو کہا جاتا ہے؟

(i) **اللہ تعالیٰ** (ii) انبیاء (iii) اولیاء (iv) والدین

۲۰۔توکل علی اللہ سے مراد ہے:

(i) ایمان لانا (ii) **اللہ پر بھروسہ کرنا** (iii) اللہ کی اطاعت (iv) نیک کام کرنا

۲۱۔رسول کے لفظی معنی ہیں:

(i) امن قائم کرنے والا (ii) **پیغام دینے والا** (iii) خبر دینے ولا (iv) بہترین انسان

۲۲۔نبی کے لفظی معنی ہیں:

(i) امن قائم کرنے والا (ii) پیغام دینے والا (iii) **خبر دینے ولا** (iv) بہترین انسان

۲۳۔کل انبیاء کتنے ہیں؟

(i) **ایک لاکھ چوبیس ہزار** (ii) ایک لاکھ بیس ہزار (iii) ایک لاکھ نوے ہزار (iv) ایک لاکھ بارہ ہزار

۲۴۔خاتم النّبیین کس نبی کو کہا جاتا ہے؟

(i) عیسیٰ علیہ السلام (ii) موسیٰ علیہ السلام (iii) **محمد صلی اللہ علیہ وسلم** (iv) ایوب علیہ السلام

۲۵۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النّبیین ہونے کا ذکر اس سورت میں ہے:

(i) سورۃ النور (ii) سورۃ الاعراف (iii) **سورۃ الاحزاب** (iv) سورۃ الرحمٰن

۲۶۔ابوالبشر کس نبی کو کہا جاتا ہے؟

(i) **حضرت آدمؑ** (ii) حضرت نوحؑ (iii) حضرت ابراہیمؑ (iv) حضرت یعقوبؑ

۲۷۔جدّ الانبیاء کس نبی کا لقب ہے؟

(i) حضرت آدم (ii) حضرت نوح (iii) **حضرت ابراہیم** (iv) حضرت یعقوب

۲۸۔اسرائیل کس نبی کا لقب ہے؟

(i) حضرت آدم (ii) حضرت نوح (iii) حضرت ابراہیم (iv) **حضرت یعقوب**

اعداد و ترتیب: حافظ محمد حارث باسم (harisbasim@gmail.com)

۲۹۔آدم ثانی کس نبی کو کہا جاتا ہے؟

(i) حضرت آدم (ii) **حضرت نوح** (iii) حضرت ابراہیم (iv) حضرت یعقوب

۳۰۔کلیم اللہ کس پیغمبر کو کہا جاتا ہے؟

(i) حضرت آدم (ii) **حضرت موسیٰ** (iii) حضرت عیسیٰ (iv) حضرت محمد ﷺ

۳۱۔عربی میں ختم کے معنی ہیں:

(i) **مہر لگانا** (ii) فارغ کرنا (iii) مٹانا (iv) موجود رہنا

۳۲۔ملائکہ کا لفظ جمع ہے، اس کا واحد ہے:

(i) مَلِک (ii) مِلک (iii) **مَلَک** (iv) مالِک

۳۳۔ملائکہ کے لفظی معنی ہیں:

(i) صبر کرنے والا (ii) عبادت کرنے والا (iii) **قاصد** (iv) طاہر

۳۴۔حضرت میکائیل علیہ السلام کی ذمہ داری کیا ہے؟

(i) صورت پھونکنا (ii) **رزق دینا** (iii) وحی لانا (iv) بارش برسانا

۳۵۔حضرت اسرافیل کی ذمہ داری کیا ہے؟

(i) **صور پھونکنا** (ii) رزق دینا (iii) وحی لانا (iv) بارش برسانا

۳۶۔قبر میں سوال کرنے والے فرشتوں کو کہا جاتا ہے:

(i) **منکر نکیر** (ii) کراماً کاتبین (iii) رضوان (iv) مالک

۳۷۔اللہ تعالیٰ کا خلیفہ ہے:

(i) فرشتے (ii) جنات (iii) **انسان** (iv) تمام مخلوقات

۳۸۔۔دنیا کے لغوی معنی ہیں:

(i) دور کی چیز (ii) رنگین (iii) **قریب کی چیز** (iv) فانی

۳۹۔آخرت کے معنی ہیں:

(i) قریب میں آنے والی چیز (ii) فنا ہونے والی چیز (iii) **بعد میں آنے والی چیز** (iv) پائیدار چیز

۴۰۔آسمانی کتابیں کتنی ہیں؟

(i) **بہت سی** (ii) چار (iii) تین سو تیرہ (iv) ایک

۴۱۔مشہور آسمانی کتابیں کتنی ہیں؟

(i) بہت سی (ii) **چار** (iii) تین سو تیرہ (iv) ایک

☆......☆......☆

باب دوم: اسلامی تشخص

۱۔تشخص کے لفظی معنی ہیں:

(i)**شناخت** (ii)شخصیت (iii)نام (iv)شان وشوکت

۲۔ارکان ''رُکن'' کی جمع ہے، جس کے لفظی معنی ہیں:

(i)شناخت (ii)**ستون** (iii)طاقت (iv)عبادت

۳۔اسلام کے بنیادی ارکان ہیں:

(i)چار (ii)**پانچ** (iii)تین (iv)چھ

۴۔صلوۃ کے لغوی معنی ہیں:

(i)عبادت (ii)**دعا** (iii)دوا (iv)قربِ خداوندی

۵۔پانچ وقت کی نمازیں کب فرض ہوئیں؟

(i)10ہجری (ii)2نبوی (iii)2ہجری (iv)**10نبوی**

۶۔نماز کی اقسام ہیں:

(i)**چار** (ii)تین (iii)پانچ (iv)سات

۷۔قرآن پاک میں نماز کا ذکر کتنی مرتبہ آیا؟

(i)300مرتبہ (ii)600مرتبہ (iii)**700مرتبہ** (iv)100مرتبہ

۸۔عربی زبان میں روزہ کو کیا کہا جاتا ہے؟

(i)**صوم** (ii)صلوٰۃ (iii)صبر (iv)اِمساک

۹۔صوم کے لغوی معنی ہیں:

(i)عبادت کرنا (ii)دعاء کرنا (iii)**روکنا** (iv)بھوکا رہنا

۱۰۔مسلمانوں پر روزے کب فرض ہوئے؟

(i)2نبوی (ii)**2ہجری** (iii)4ہجری (iv)6ہجری

۱۱۔سال میں کتنے روزے رکھنا منع ہے؟

(i)چار (ii)تین (iii)**پانچ** (iv)چھ

۱۲۔روزہ کی اقسام ہیں:

(i)**چار** (ii)تین (iii)پانچ (iv)سات

۱۳۔روزے کا اصل مقصد ہے:

(i)بھوکا رہنا (ii)پیاسا رہنا (iii)رات کو جاگنا (iv)**ضبطِ نفس**

۱۴۔حضور اکرم ﷺ نے اس مہینے کو مواسات اور غمگساری کا مہینہ قرار دیا:

(i)صفر (ii)محرم (iii)رجب (iv)**رمضان**

۱۵۔رمضان میں کل کتنے عشرے ہوتے ہیں؟

(i)چار (ii)پانچ (iii)**تین** (iv)دو

۱۶۔رمضان کے پہلے عشرے کو کیا کہا جاتا ہے؟

(i)عشرۂ عبادت (ii)**عشرۂ رحمت** (iii)عشرۂ مغفرت (iv)عشرہ نجات من النار

۱۷۔رمضان کے دوسرے عشرے کو کیا کہا جاتا ہے؟

(i)عشرۂ عبادت (ii)عشرۂ رحمت (iii)**عشرۂ مغفرت** (iv)عشرہ نجات من النار

۱۸۔رمضان کے تیسرے عشرے کو کیا کہا جاتا ہے؟

(i)عشرۂ عبادت (ii)عشرۂ رحمت (iii)عشرۂ مغفرت (iv)**عشرہ نجات من النار**

۱۹۔اس رات کی عبادت ہزار سال کی عبادت سے افضل ہے:

(i)شب برأت (ii)**شب قدر** (iii)شب معراج (iv)شب عید

۲۰۔تشکیل پاکستان اس اسلامی مہینہ میں ہوئی:

(i)صفر (ii)محرم (iii)رجب (iv)**رمضان**

۲۱۔اعتکاف کے لغوی معنی ہیں:

(i)عبادت کرنا (ii)دعاء کرنا (iii)**ٹھہرنا** (iv)بھوکا رہنا

۲۲۔اعتکاف میں بیٹھنا کیا ہے؟

(i)فرض (ii)واجب (iii)**سنت** (iv)نفل

۲۳۔زکوٰۃ کے لغوی معنی ہیں:

(i)بانٹنا (ii)**پاک کرنا** (iii)برداشت کرنا (iv)نجات پانا

۲۴۔زکوٰۃ کی فرضیت کا حکم کب آیا؟

(i)**2 ہجری** (ii)7ہجری (iii)8ہجری (iv)9ہجری

۲۵۔زکوٰۃ کے کل کتنے مصارف ہیں؟

(i)سات (ii)**آٹھ** (iii)نو (iv)دس

۲۶۔کن چیزوں پر زکوٰۃ نہیں دی جاتی؟

(i)سونا (ii)چاندی (iii)**ذاتی استعمال کی اشیاء** (iv)نقدی

۲۷۔احادیث مبارکہ میں کس عبادت کو آنکھوں کی ٹھنڈک قرار دیا گیا؟

(i)روزہ (ii)زکوٰۃ (iii)**نماز** (iv)نمازِ تہجد

۲۸۔رکوع کے لفظی معنی ہیں:

(i)کھڑے ہونا (ii)**جھکنا** (iii)سر جھکانا (iv)عبادت کرنا

۲۹۔نمازِ تراویح کی ادائیگی کیا ہے؟

(i)نفل (ii)**سنت** (iii)فرض (iv)واجب

۳۰۔ نمازِ جمعہ کب فرض ہوئی؟

(i) 2 ہجری (ii) **ہجرت کے دوران** (iii) ہجرت سے پہلے (iv) ہجرت کے بعد

۳۱۔ عید کی نماز میں کتنی زائد تکبیرات کہی جاتی ہیں؟

(i) سات (ii) چار (iii) **چھ** (iv) تین

۳۲۔ قیامت کے دن سب سے پہلے حساب ہوگا۔

(i) حقوق اللہ کا (ii) حقوق العباد کا (iii) **نماز کا** (iv) مال کا

۳۳۔ خمس کے معنی ہیں:

(i) تہائی (ii) چوتھائی (iii) **پانچواں** (iv) چھٹا

۳۴۔ خمس کون سے مال میں سے ادا کیا جاتا ہے؟

(i) **مالِ غنیمت** (ii) مال تجارت (iii) زرعی زمین (iv) مویشی

۳۵۔ زکوٰۃ کی سالانہ شرح کیا ہے؟

(i) دو فیصد (ii) **ڈھائی فیصد** (iii) ڈیڑھ فیصد (iv) تین فیصد

۳۶۔ حج کے لغوی معنی ہیں:

(i) سفر کرنا (ii) جہاد کرنا (iii) **زیارت کا ارادہ کرنا** (iv) فرض ادا کرنا

۳۷۔ حج کس سن میں فرض ہوا؟

(i) 5 ہجری (ii) 8 ہجری (iii) **9 ہجری** (iv) 10 ہجری

۳۸۔ حج کے مناسک کی تعداد ہے:

(i) 10 (ii) **9** (iii) 8 (iv) 5

۳۹۔ زندگی میں حج کتنی مرتبہ فرض ہے؟

(i) **1 مرتبہ** (ii) 2 مرتبہ (iii) 3 مرتبہ (iv) 4 مرتبہ

۴۰۔ حج کن تاریخوں میں کیا جاتا ہے؟

(i) 7 سے 11 ذوالحجہ (ii) **8 سے 12 ذوالحجہ** (iii) 9 سے 13 ذوالحجہ (iv) 10 سے 14 ذوالحجہ

۴۱۔ حج کی کتنی اقسام ہیں؟

(i) 2 (ii) **3** (iii) 4 (iv) 5

۴۲۔ حج کیلئے جو لباس پہنا جاتا ہے اسے کہتے ہیں:

(i) چادریں (ii) **احرام** (iii) کملی (iv) تقدس لباس

۴۳۔ ''لبّیک اللّٰھم لبّیک'' حج کے دوران کثرت سے پڑھنا کیا کہلاتا ہے؟

(i) اذان (ii) تکبیر (iii) **تلبیہ** (iv) صدا

۴۴۔ سعی کے لغوی معنی ہیں:

(i) فروغ دینا (ii) لڑنا (iii) **کوشش کرنا** (iv) حفاظت کرنا

۴۵۔ صفا اور مروہ کے درمیان دوڑنے کو کہتے ہیں:

(i) طواف (ii) **سعی** (iii) استلام (iv) وقوف

۴۶۔ روزہ کس قسم کی عبادت ہے؟

(i) مالی (ii) **بدنی** (iii) تجارتی (iv) نفلی

۴۷۔ غزوہ طائف اس سن ہجری میں ہوا:

(i) 8 ہجری (ii) 6 ہجری (iii) **9 ہجری** (iv) 10 ہجری

۴۸۔ بیعت رضوان اس سن ہجری میں ہوئی:

(i) 8 ہجری (ii) **6 ہجری** (iii) 9 ہجری (iv) 10 ہجری

۴۹۔ حج کے دوران شیطان کو کنکریاں مارنے کے عمل کو کہا جاتا ہے:

(i) طواف (ii) سعی (iii) **رمی** (iv) استلام

۵۰۔ اسے جامع العبادات کہا جاتا ہے:

(i) نماز (ii) روزہ (iii) زکوٰۃ (iv) **حج**

۵۱۔ عبادت کی قبولیت کے لئے شرط ہے:

(i) تقویٰ (ii) دعا (iii) **نیت** (iv) اصلاح

۵۲۔ معاہدہ صلح حدیبیہ اس سال ہوا:

(i) ۲ھ (ii) **۶ھ** (iii) ۴ھ (iv) ۳ھ

۵۳۔ جہاد کے لغوی معنی ہیں:

(i) فروغ دینا (ii) لڑنا (iii) **کوشش کرنا** (iv) حفاظت کرنا

۵۴۔ جہاد اکبر اس جہاد کو کہا جاتا ہے:

(i) جہاد بالسیف (ii) **جہاد بالنفس** (iii) جہاد بالمال (iv) جہاد بالقلم

۵۵۔ جہاد کب فرض ہوا؟

(i) 3 ہجری (ii) **2 ہجری** (iii) 6 ہجری (iv) 2 نبوی

۵۶۔ ایسا جہاد جس میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود شریک ہوں وہ کہلاتا ہے:

(i) **غزوہ** (ii) سریہ (iii) جنگ (iv) لڑائی

۵۷۔ ایسا جہاد جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود شریک نہ ہوں کہلاتا ہے:

(i) غزوہ (ii) **سریہ** (iii) جنگ (iv) لڑائی

۵۸۔ غزوہ بدر کس سن میں پیش آیا؟

(i) 1 ہجری (ii) **2 ہجری** (iii) 3 ہجری (iv) 4 ہجری

۵۹۔ غزوہ اُحد کس سن میں پیش آیا؟

(i) 1 ہجری (ii) 2 ہجری (iii) **3 ہجری** (iv) 4 ہجری

۶۰۔غزوہ بدر میں کتنے مسلمان مجاہد تھے؟

(i) 616 (ii) **313** (iii) 515 (iv) 500

۶۱۔غزوہ احزاب کا دوسرا نام ہے:

(i) **غزوہ خندق** (ii) غزوہ حنین (iii) غزوہ موتہ (iv) غزوہ خیبر

۶۲۔جنت کی خوشبو سے محروم رہے گا:

(i) قاتل (ii) استاد کا نافرمان (iii) **والدین کا نافرمان** (iv) سود خور

۶۳۔پڑوسی کی اقسام ہیں:

(i) چار (ii) **تین** (iii) پانچ (iv) سات

۶۴۔ایفائے عہد کے معنی ہیں:

(i) جھوٹا وعدہ (ii) وعدہ نہ کرنا (iii) **وعدہ پورا کرنا** (iv) وعدہ خلافی کرنا

۶۵۔عدل کے لغوی معنی ہیں:

(i) **توازن قائم رکھنا** (ii) ظلم سے بچنا (iii) ضد نہ کرنا (iv) تقویٰ کرنا

۶۶۔کسب کے لغوی معنی ہیں:

(i) ترقی دینا (ii) **کمانا** (iii) آرام دینا (iv) سکون دینا

۶۷۔ایثار کے لغوی معنی ہیں:

(i) ترقی دینا (ii) **ترجیح دینا** (iii) آرام دینا (iv) سکون دینا

۶۸۔انصار کے لغوی معنی ہیں:

(i) قربانی دینے والا (ii) **مدد کرنے والا** (iii) عبادت کرنے والا (iv) صدقہ کرنے والا

۶۹۔تہمت سے کیا مراد ہے؟

(i) **جھوٹا الزام لگانا** (ii) جھوٹ بولنا (iii) غیبت کرنا (iv) برائی کرنا

۷۰۔منافق کی کتنی نشانیاں ہیں؟

(i) دو (ii) **تین** (iii) چار (iv) پانچ

۷۱۔تکبر کے کیا معنی ہیں؟

(i) سر اُونچا رکھنا (ii) غلطی پر معافی نہ مانگنا (iii) **خود کو بڑا سمجھنا** (iv) رعب جمانا

☆......☆......☆

باب سوم: اسوۂ رسولِ اکرم ﷺ

۱۔ ''اسوہ'' کے لفظی معنی ہیں:

(i) **نمونہ** (ii) زندگی (iii) کام (iv) اخلاق

۲۔ صبر کے لفظی معنی ہیں:

(i) **روکنا** (ii) غصہ پی لینا (iii) ڈٹے رہنا (iv) دل مارنا

۳۔ آپ ﷺ شعبِ ابی طالب میں قید رہے:

(i) ایک سال (ii) دو سال (iii) **تین سال** (iv) چار سال

۴۔ ابولہب حضور اکرم ﷺ کا تھا:

(i) **چچا** (ii) ماموں (iii) بھائی (iv) دادا

۵۔ اس کی بیوی حضور اکرم ﷺ کے راستے میں کانٹے بچھاتی تھی:

(i) ابوطالب (ii) عتبہ (iii) **ابولہب** (iv) عقبہ

۶۔ مساوات کے لفظی معنی ہیں:

(i) دل مارنا (ii) بھائی چارہ (iii) انصاف (iv) **برابری**

۷۔ ذکر کے لفظی معنی ہیں:

(i) **یاد کرنا** (ii) پڑھنا (iii) گانا (iv) مراقبہ کرنا

۸۔ ذکر کی کتنی اقسام ہیں؟

(i) دو (ii) چار (iii) چھ (iv) **تین**

۹۔ دل کو سکون ملتا ہے:

(i) **اللہ کے ذکر سے** (ii) خوش رہنے سے (iii) موسیقی سے (iv) محبت کرنے سے

۱۰۔ اسلام کی پہلی مسجد کہاں تعمیر کی گئی؟

(i) مکہ (ii) مدینہ (iii) **قباء** (iv) طائف

۱۱۔ دورانِ ہجرت آپؐ کے ساتھ کون تھے؟

(i) **حضرت ابوبکرؓ** (ii) حضرت عمرؓ (iii) حضرت عثمانؓ (iv) حضرت علیؓ

۱۲۔ تحویل قبلہ کا حکم اس مسجد میں آیا:

(i) **مسجد قبلتین** (ii) مسجد نبوی (iii) مسجد ضرار (iv) مسجد قبا

۱۳۔ منافقین نے مدینہ میں مسجد تعمیر کی:

(i) مسجد قبلتین (ii) مسجد نبوی (iii) **مسجد ضرار** (iv) مسجد قبا

باب چہارم: تعارفِ قرآن و حدیث

۱۔قرآن کے لفظی معنی ہیں:

(i) **پڑھنا** (ii) لکھنا (iii) ملانا (iv) ٹوٹ جانا

۲۔قرآن پاک کا ایک نام "الفرقان" بھی ہے،اس سے مراد ایسی کتاب ہے:

(i) روشنی ہدایت دکھانے والی (iii) عبرت کا سامان (ii) **سچ اور جھوٹ میں فرق کرنے والی**

۳۔مدنی سورتوں کی تعداد کتنی ہیں؟

(i) 60 (ii) 70 (iii) **27** (iv) 100

۴۔مکی سورتوں کی تعداد کتنی ہیں؟

(i) 60 (ii) **87** (iii) 27 (iv) 100

۵۔قرآن میں کل رکوع کتنے ہیں؟

(i) 540 (ii) 560 (iii) 600 (iv) **557**

۶۔قرآن مجید کس مہینے میں نازل ہوا؟

(i) محرم (ii) ربیع الاوّل (iii) **رمضان** (iv) شوال

۷۔قرآن کریم کی سب سے چھوٹی سورت ہے:

(i) سورۃ البقرہ (ii) سورۃ یٰس (iii) **سورۃ الکوثر** (iv) سورۃ العصر

۸۔قرآن کریم کی سب سے بڑی سورت ہے:

(i) **سورۃ البقرہ** (ii) سورۃ یٰس (iii) سورۃ الکوثر (iv) سورۃ العصر

۹۔قرآن کریم میں قرآن کے کتنے نام بیان ہوئے ہیں؟

(i) **55** (ii) 25 (iii) 35 (iv) 100

۱۰۔قرآن کریم کا ایک حرف پڑھنے کے عوض کتنی نیکیاں ملتی ہیں؟

(i) پانچ (ii) **دس** (iii) بیس (iv) تیس

۱۱۔نبوت سے قبل آپ ؐ عبادت کیلئے کہاں جایا کرتے تھے؟

(i) غارِ ثور (ii) **غارِ حرا** (iii) خانہ کعبہ (iv) روضہ رسول

۱۲۔وحی کے لفظی معنی ہیں:

(i) **دل میں چپکے سے بات ڈالنا** (ii) بات چیت (iii) نازل ہونا (iv) طریقہ

۱۳۔پہلی وحی میں کون سی سورت نازل ہوئی؟

(i) سورۃ البقرہ (ii) سورۃ الاخلاص (iii) **سورۃ العلق** (iv) سورۃ الفلق

۱۴۔پہلی وحی میں کتنی آیات نازل ہوئیں؟

(i) دو (ii) چار (iii) **پانچ** (iv) سات

اعداد و ترتیب: **حافظ محمد حارث باسم** (harisbasim@gmail.com)

۱۵۔ دو وحی کے درمیان کچھ عرصے تک وحی نہ آنے کا زمانہ کہلاتا ہے:

(i) **فترۃ الوحی** (ii) بدء الوحی (iii) نہایۃ الوحی (iv) وقفہ

۱۶۔ قرآن کو باقاعدہ کتابی شکل میں لانے کی تجویز کس صحابی نے پیش کی؟

(i) **حضرت عمرؓ** (ii) حضرت عثمانؓ (iii) حضرت زید بن ثابتؓ (iv) حضرت علیؓ

۱۷۔ تدوین قرآن میں کتنے مہاجرین وانصار صحابہ شامل تھے؟

(i) 50 مہاجر 25 انصار (ii) 20 مہاجر 55 انصار (iii) **25 مہاجر 50 انصار** (iv) 40 مہاجر 35 انصار

۱۸۔ کس صحابی کا لہجہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ تھا؟

(i) سعید بن معاذؓ (ii) **سعید بن العاصؓ** (iii) ابی بن کعبؓ (iv) حسان بن ثابتؓ

۱۹۔ قرآن کریم کی کس سورت کے شروع میں بسم اللہ نہیں ہے؟

(i) سورۃ یوسف (ii) **سورۃ توبہ** (iii) سورۃ مائدہ (iv) سورۃ انعام

۲۰۔ قرآن کریم میں کتنی منزلیں ہیں؟

(i) تین (ii) پانچ (iii) چھ (iv) **سات**

۲۱۔ مسجد نبویؐ کے قریب درس قرآن کے لیے جو چبوترہ بنایا گیا اس کا نام تھا:

(i) **صُفّہ** (ii) مدرسہ (iii) دار القرآن (iv) دار العلوم

۲۳۔ قرآن کریم میں کتنے سجدے ہیں؟

(i) تیرہ (ii) **چودہ** (iii) پندرہ (iv) بیس

۲۴۔ پہلی وحی کے نزول کے وقت حضرت خدیجہؓ آپ ﷺ کو ان کے پاس لے گئیں:

(i) عبداللہ بن سلام (ii) ابوسفیان (iii) **ورقہ بن نوفل** (iv) مخرمہ بن نوفل

۲۵۔ ورقہ بن نوفل حضرت خدیجہؓ کے تھے:

(i) **چچازاد بھائی** (ii) ماموں (iii) چچا (iv) دادا

۲۶۔ قرآن نے خود اپنے لیے مختلف نام استعمال کیے، جن کی تعداد ہے:

(i) چالیس (ii) ستر (iii) دس (iv) **پچپن**

۲۷۔ جامع القرآن کس صحابی کو کہا جاتا ہے؟

(i) زید بن ثابتؓ (ii) **عثمان غنیؓ** (iii) ابوبکر صدیقؓ (iv) سعید بن العاصؓ

۲۸۔ قرآن پاک نزول سے پہلے مکتوب تھا:

(i) آسمان میں (ii) جبرئیلؑ کے دل میں (iii) **لوح محفوظ میں** (iv) جنت میں

۲۹۔ صحیفہ کے لفظی معنی ہیں:

(i) **رسالہ** (ii) خط (iii) مکتوب (iv) صحیح چیز

۳۰۔ کئی سو حفاظ وقراء اس جنگ میں شہید ہوئے:

(i) جنگ صفین (ii) جنگ جمل (iii) **جنگ یمامہ** (iv) جنگ قادسیہ

۳۱۔ کتابت قرآن کیلئے حضرت زید بن ثابت کی سربراہی میں ایک کمیٹی بنائی گئی، اس میں صحابہ کی تعداد تھی:

(i) **75** (ii) 70 (iii) 25 (iv) 50

۳۲۔ جمع قرآن اور مصحف کی کتابت کا کام اس سال مکمل ہوا:

(i) **۲۵۔۲۴ھ** (ii) ۲۰۔۲۱ھ (iii) ۱۵۔۱۶ھ (iv) ۱۲۔۱۱ھ

۳۳۔ حضرت عثمان نے مصحف کی کتابت کے بعد اور اچھی طرح تسلی کے بعد اسے یہ نام دیا:

(i) مصحف اصلی (ii) مصحف عربی (iii) **مصحف امام** (iv) مصحف قرآنی

۳۴۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و اعمال پر عمل کرنا کہلاتا ہے:

(i) فرض (ii) واجب (iii) نفل (iv) **سنت**

۳۵۔ سنت کے لفظی معنی ہیں:

(i) **طریقہ** (ii) بات چیت (iii) زحمت (iv) نئی چیز

۳۶۔ سنت کی ضد کون سا لفظ ہے؟

(i) حدیث (ii) شرکت (iii) **بدعت** (iv) زحمت

۳۷۔ حدیث کے لفظی معنی ہیں:

(i) **بات چیت** (ii) طریقہ (iii) ایجاد (iv) پرانی چیز

۳۸۔ حدیث کی اقسام ہیں:

(i) دو (ii) **تین** (iii) چار (iv) چھ

۳۹۔ صحیحین سے کیا مراد ہے؟

(i) **صحیح بخاری صحیح مسلم** (ii) قرآن و حدیث (iii) صحاح ستہ (iv) جامع الترمذی

۴۰۔ صحاح ستہ میں کتنی کتب حدیث شامل ہیں؟

(i) پانچ (ii) سات (iii) **چھ** (iv) چار

۴۱۔ قرآن پاک کتنے عرصہ میں نازل ہوا؟

(i) 25 سال (ii) 24 سال (iii) **23 سال** (iv) 30 سال

۴۲۔ بعثت کے وقت حضور کی عمر کتنے سال تھی؟

(i) 23 سال (ii) **40 سال** (iii) 25 سال (iv) 50 سال

۴۳۔ تقویٰ کے معنی ہیں:

(i) سخاوت (ii) عبادت (iii) ریاضت (iv) **پرہیزگاری**

۴۴۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے تدوین قرآن کا کام ان کے سپرد کیا:

(i) حضرت علیؓ (ii) حضرت عمرؓ (iii) **حضرت زید بن ثابتؓ** (iv) حضرت عثمانؓ

۴۵۔ وحی لانے والا فرشتے کا نام ہے:

(i) **جبرائیل** (ii) میکائیل (iii) اسرافیل (iv) عزرائیل

۴۶۔عشرہ مبشرہ کی تعداد ہے:

(i) تین (ii) پانچ (iii) چھ (iv) **دس**

۴۷۔قرآن پاک کی موجودہ ترتیب کون سی ہے؟

(i) نزولی (ii) **توقیفی** (iii) متواتر (iv) لوح قرآنی

۴۸۔آیت کے لغوی معنی ہیں:

(i) نشانی (ii) اختتام (iii) ثواب (iv) چیز

۴۹۔نبوت کے بعد آپ ﷺ کی مکی زندگی ہے:

(i) ۱۲سال (ii) **۱۳سال** (iii) ۱۰سال (iv) ۱۵سال

۵۰۔آپ ﷺ کی مدنی زندگی ہے:

(i) ۱۲سال (ii) ۱۳سال (iii) **۱۰سال** (iv) ۱۵سال

۵۱۔حضرت عمر بن عبدالعزیز اس سن ہجری میں خلیفہ بنے:

(i) ۱۰۰ھ (ii) **۹۹ھ** (iii) ۸۹ھ (iv) ۱۵۰ھ

۵۲۔مشہور عالم محمد بن مسلم بن شہاب زہری کا تعلق تھا:

(i) یمن (ii) بغداد (iii) مصر (iv) **حجاز وشام**

۵۳۔حدیث کی کتاب ''الاستبصار'' کا تعلق اس فقہ سے ہے:

(i) فقہ حنفیہ (ii) **فقہ جعفریہ** (iii) فقہ احمدیہ (iv) فقہ مالکیہ

۵۴۔صحیح بخاری کے مؤلف ہیں:

(i) **محمد بن اسماعیل** (ii) مسلم بن حجاج (iii) عبدالرحمٰن (iv) محمد بن عیسیٰ

۵۵۔صحیح مسلم کے مؤلف ہیں:

(i) محمد بن اسماعیل (ii) **مسلم بن حجاج** (iii) عبدالرحمٰن (iv) محمد بن عیسیٰ

۵۶۔جامع ترمذی کے مولف ہیں:

(i) محمد بن اسماعیل (ii) مسلم بن حجاج (iii) عبدالرحمٰن (iv) **محمد بن عیسیٰ**

۵۷۔فقہ جعفریہ کے حدیث کے مستند ترین ذخائر کو کہا جاتا ہے:

(i) صحیحین (ii) **اصول اربعہ** (iii) صحاح ستہ (iv) اصول کافی

۵۸۔اصول اربعہ میں کتنی کتابیں شامل ہیں:

(i) دس (ii) چھ (iii) پانچ (iv) **چار**

☆......☆......☆

منتخب آیات

(۱) یَا أَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُولُوا قَوْلاً سَدِیْداً . یُصْلِحْ لَکُمْ أَعْمَالَکُمْ وَیَغْفِرْ لَکُمْ ذُنُوبَکُمْ وَمَن یُطِعْ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزاً عَظِیْماً (پارہ ۲۲ : احزاب)

ترجمہ: ''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور سیدھی (سچی) بات کہو۔ تاکہ وہ تمہارے لئے تمہارے اعمال درست کردے اور تمہارے گناہ بخش دے۔ اور جس شخص نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی اس نے بڑی کامیابی حاصل کی''۔

(۲) لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ.

ترجمہ: ''بے شک تمہارے لئے اللہ کے رسول (کی زندگی) میں بہترین نمونہ (دستورِ حیات) ہے''۔ (پارہ ۲۱: احزاب)

(۳) وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِیْعاً وَّلا تَفَرَّقُوا.

ترجمہ: ''تم سب اللہ کی رسی (ہدایت) کو مضبوطی سے تھامے رہو اور آپس میں جھگڑا (اختلاف) نہ کرو''۔ (پارہ ۴: آل عمران)

(۴) إِنَّ أَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰهِ أَتْقَاکُمْ.

ترجمہ: ''بے شک اللہ کے نزدیک تم سب سے زیادہ قابلِ احترام وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہو''۔ (پارہ ۲۶: حجرات)

(۵) إِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ لَآیَاتٍ لِّأُولِيْ الْأَلْبَابِ.

ترجمہ: ''بے شک آسمان اور زمین کے بنانے اور رات اور دن کے آنے جانے میں عقل والوں کیلئے نشانیاں ہیں''۔

(پارہ ۴: آل عمران)

(۶) لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّوْنَ.

ترجمہ: ''تم اس وقت تک (مکمل طور پر) کامیاب نہیں ہوسکتے جب تک اپنی پسندیدہ چیز (اللہ کی راہ میں) خرچ نہ کرو''

(پارہ ۴: آل عمران)

(۷) وَمَا آتَاکُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهَاکُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا.

ترجمہ: ''اللہ کے رسول جو تمہیں دیں (احکامات)، وہ لے لو اور جس چیز سے منع کریں اس سے رک جاؤ''۔ (پارہ ۲۸: حشر)

(۸) إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهٰی عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْکَرِ.

ترجمہ: ''بیشک نماز بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے''۔ (پارہ ۲۱: عنکبوت)

(۹) وَلا تَکْسِبُ کُلُّ نَفْسٍ إِلَّا عَلَیْهَا، وَلا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ أُخْرٰی.

ترجمہ: ''اور جو شخص گناہ کرتا ہے وہی اس کا ذمہ دار ہے، اور کوئی شخص دوسرے (کے گناہوں) کا بوجھ نہ اٹھائے گا''۔

(پارہ ۸: انعام)

(۱۰) إِنَّ اللّٰهَ یَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ.

ترجمہ: ''بیشک اللہ انصاف اور بھلائی کرنے کا حکم دیتا ہے''۔ (پارہ ۱۴: نحل)

منتخب احادیث

(۱) إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ وَإِنَّمَا لِامْرِئٍ مَّانَوىٰ.

ترجمہ: ’’بے شک تمام اعمال کا دارومدار نیتوں پہ ہے اور بے شک انسان وہی حاصل کرے گا جو اس نے نیت کی۔‘‘

(۲) إِنَّمَا بُعِثْتُ لِأُتَمِّمَ حُسْنَ الْأَخْلَاقِ.

ترجمہ: ’’بے شک مجھے اس لئے مبعوث کیا گیا تا کہ میں اعلیٰ اخلاق کی تکمیل کروں۔

(۳) لايُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتّىٰ أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ أَجْمَعِيْنَ.

ترجمہ: ’’تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک (کامل) مومن نہیں ہوسکتا جب تک میں اسے اس کے والدین، اولاد اور تمام لوگوں سے محبوب نہ ہوجاؤں۔‘‘

(۴) لايُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتّىٰ يُحِبَّ لِأَخِيْهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهٖ.

ترجمہ: ’’تم میں سے کوئی شخص (کامل) مومن نہیں ہوسکتا جب تک وہ اپنے بھائی کے لئے وہی پسند نہ کرے جو وہ اپنے لئے پسند کرتا ہے‘‘

(۵) اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِهٖ وَيَدِهٖ.

ترجمہ: ’’(کامل) مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔‘‘

(۶) لا يَرْحَمُهُ اللّٰهُ مَنْ لَّا يَرْحَمُ النَّاسَ.

ترجمہ: ’’اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم نہیں کرتا جو لوگوں پر رحم نہ کرے۔‘‘

(۷) كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ؛ دَمُهٗ وَمَالُهٗ وَعِرْضُهٗ.

ترجمہ: ’’ہر مسلمان کا سب کچھ دوسرے مسلمان پر حرام ہے؛ اس کا خون، اس کا مال اور اس کی عزت۔‘‘

(۸) مَا عَالَ مَنِ اقْتَصَدَ.

ترجمہ: ’’جس نے اعتدال پسندی (میانہ روی) اختیار کی، وہ کبھی محتاج نہیں ہوگا۔‘‘

(۹) مَنْ سَلَكَ طَرِيْقاً يَّطْلُبُ فِيْهِ عِلْماً سَلَكَ اللّٰهُ بِهٖ طَرِيْقاً فِيْ الْجَنَّةِ.

ترجمہ: ’’جو شخص علم کی تلاش میں نکلا، اللہ تعالیٰ اسے جنت کے (راستوں میں سے) کسی راستے پر چلاتے ہیں۔‘‘

(۱۰) اَلْمُؤْمِنُ أَخُو الْمُؤْمِنِ كَالْجَسَدِ الْوَاحِدِ إِنِ اشْتَكىٰ شَيْئاً مِّنْهُ وَجَدَ أَلَمَ ذٰلِكَ فِيْ سَائِرِ جَسَدِهٖ.

ترجمہ: ’’مومن مومن کا بھائی ہے، ایک جسم کی طرح ہیں۔ اگر اس جسم کا کوئی بھی حصہ تکلیف میں مبتلا ہو تو وہ اپنے پورے بدن میں اس کی تکلیف محسوس کرتا ہے۔‘‘

☆......☆......☆

مختصر سوالات وجوابات

(باب اول: بنیادی عقائد)

سوال: اسلام کا مختصر تعارف پیش کریں۔

جواب:

اسلام کے لغوی معنی ہیں ''حکم ماننا، سر جھکانا''۔

شریعت کی اصطلاح میں انبیاء کرام کے بتائے ہوئے طریقوں کے مطابق اللہ تعالیٰ کے جملہ احکام ماننے، اس کے سامنے گردن جھکانے اور اپنا آپ اس کے سپرد کر دینے کا نام اسلام ہے۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

وَرَضِيتُ لَكُمُ الإِسْلَامَ دِيْناً

ترجمہ: اور ہم نے تمہارے لئے اسلام کو بطورِ دین پسند کیا ہے۔ (المائدۃ: ۳)

حضور اکرم ﷺ نے حدیث جبریل میں اسلام کی یہ تعریف بیان فرمائی ہے:

''اسلام یہ ہے کہ تم اس بات کی گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، نماز قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو، رمضان کے روزے رکھو، اور اگر بیت اللہ کے حج کی استطاعت ہے تو حج کرو۔'' (بخاری و مسلم)

بہترین اسلام:

ارشاد مصطفوی ﷺ ہے:

اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِهِ وَيَدِهِ

ترجمہ: ''(کامل) مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔''

سوال: عمل صالح سے کیا مراد ہے؟

جواب:

عمل کے لفظی معنی ''کام'' کے ہیں اور صالح کا مطلب ہے ''نیک''۔

شریعت کی اصطلاح میں اللہ تعالی کی وحدانیت، رسالت اور آخرت وغیرہ کا زبان سے اقرار اور ان پر دل سے یقین ایمان کہلاتا ہے اور اسلام کی رو سے ایمان کی بنیاد پر اللہ تعالی کے احکام بجالانے کو ''عمل صالح'' کہتے ہیں۔

اس کی تین قسمیں ہیں:

ا۔ عبادات:

عبادات اللہ کے حضور انتہائی عاجزی اور محتاجی کے اظہار کا نام ہے۔ اصطلاح شریعت میں نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج جیسے احکام کی بجا آوری کو عبادت کہتے ہیں۔

۲۔ معاملات:

اس سے مراد انسانوں کے آپس کے حقوق و فرائض ہیں۔

۳۔ اخلاق:

اس سے مراد انسانی سیرت کی وہ خوبیاں ہیں جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہیں اور انسان کی شخصیت کو نکھارتی ہیں۔

سوال: اسلام کس طرح ایک مکمل نظام حیات ہے؟

جواب:

اسلام ایک مکمل نظام حیات ہے۔ زندگی کا کوئی پہلو ایسا نہیں جس کے متعلق رسول اکرم ﷺ نے قول و عمل سے اللہ تعالیٰ کے احکام ہم تک نہ پہنچائے ہوں۔ اسلام صرف اللہ اللہ کرنا نہیں سکھاتا، بلکہ یہ ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے جس میں عبادات، معاملات، اخلاقیات، سیاسیات، معاشیات اور معاشرت وغیرہ سب شامل ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک کامل شریعت عنایت ہوئی۔ آپ ﷺ آخری نبی ہیں اور آپ ﷺ پر دین کی تکمیل ہوگئی ہے چنانچہ ارشاد ہے:

اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ......

ترجمہ: ''آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا......'' (سورۃ المائدۃ: ۳)

سوال: عقیدہ کسے کہتے ہیں؟

جواب:

عقیدے کے لغوی معنی ہیں ''گرہ لگانا''

شریعت کی اصطلاح میں انسان کے پختہ نظریات اور یقین عقائد کہلاتے ہیں جو دل کی گہرائیوں میں اتر جائیں اور اس میں شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہ رہے۔ جیسے: عقیدہ توحید، عقیدہ آخرت وغیرہ۔

تمام اعمال اس عقیدے کی وجہ سے اس اسی کے اشارے پر کیے جاتے ہیں، اسی لیے رسول اکرم ﷺ کو جب دینِ اسلام پھیلانے کا حکم ملا تو آپ ﷺ نے عقائد کی اصلاح سے ابتداء فرمائی۔

سوال: اسلام کے بنیادی عقائد کون کون سے ہیں؟

جواب:

اسلام کے بنیادی عقائد یہ ہیں:

- ☆......اللہ پر ایمان
- ☆......ملائکہ پر ایمان
- ☆......آسمانی کتابوں پر ایمان
- ☆......رسالت پر ایمان
- ☆......آخرت پر ایمان
- ☆......تقدیر پر ایمان
- ☆......موت کے بعد کی زندگی پر ایمان

سوال: توحید کی تعریف بیان کریں۔

جواب:

توحید کے لفظی معنی ہیں ایک ماننا۔

شریعت کی اصطلاح میں توحید سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات یا صفات میں کسی کو بھی شریک نہ ٹھہرایا جائے بلکہ خدائے تعالیٰ واحد کو اپنی ذات اور صفات میں یکتا جانا جائے۔قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قُلْ هُوَ اللهُ أَحَدٌ

ترجمہ: کہہ دو کہ وہ اللہ ایک ہے۔

حضور ﷺ کا ارشاد ہے:

يُخْرَجُ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لا إِلٰه إِلّا الله

ترجمہ: جس نے لا الٰہ الا اللہ کہا، جہنم سے نکال دیا جائے گا۔(ترمذی)

توحید کی اقسام:

توحید کی تین قسمیں ہیں:

(۱) ذات میں توحید

(۲) صفات میں توحید

(۳) عبادت میں/صفات کے تقاضوں توحید

سوال: وجود باری تعالیٰ کے متعلق کوئی قرآنی آیت تحریر کریں۔

جواب:

قرآن پاک کی بہت سی آیات وجود باری تعالیٰ پر دلالت کرتی ہیں۔مثلاً

"إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَآيَاتٍ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ."

ترجمہ:"بے شک آسمان اور زمین کے بنانے اور رات اور دن کے آنے جانے میں عقل والوں کیلئے نشانیاں ہیں"۔

(پارہ۴: آل عمران)

سوال: وجود باری تعالیٰ پر ایمان لانا کیوں ضروری ہے؟......یا......وجود باری تعالیٰ کے بارے میں کوئی عقلی دلیل پیش کریں۔

جواب:

اللہ کو ماننا انسانی فطرت کی آواز ہے اور انسان کی روح کو ایک خالق کائنات کے ماننے اور اس کی عبادت کرنے کے بغیر سکون نہیں ملتا۔اس لیے انسانیت کے ہر دور میں مہذّب سے مہذب اور وحشی سے وحشی قوموں نے کسی نہ کسی صورت میں ایک عظیم ذات کا اعتراف کیا ہے اور اس کی عبات کی ہے۔اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وجود باری تعالیٰ پر ایمان لانا انسان کی فطرت میں داخل ہے۔بڑے سے بڑا کافر بھی کسی بڑی مصیبت میں پھنس کر بے اختیار اپنے بنانے والے کو پکار اٹھتا ہے۔

سوال: شرک کی تعریف اوراس کی اقسام بیان کریں۔

جواب:

شرک کے لفظی معنی ''حصہ داری'' یا ''ساجھی پن'' کے ہیں۔

شریعت کی اصطلاح میں شرک سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات، صفات یا صفات کے تقاضوں میں کسی اور کو اس کا حصہ دار سمجھا جائے۔ شرک ایک عظیم جرم ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے اسے کبیرہ گناہوں میں شمار کیا ہے۔ بے شمار قرآنی آیات میں بھی اس کی مذمت بیان کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ

ترجمہ: بے شک شرک بہت بڑا ظلم ہے۔ (سورۃ اللقمان: ۱۳)

شرک کی اقسام:

شرک کی تین قسمیں ہیں:

(۱) ذات میں شرک

(۲) صفات میں شرک

(۳) عبادت میں / صفات کے تقاضوں شرک

سوال: رسالت کسے کہتے ہیں؟

جواب:

رسالت کے لفظی معنی ہیں ''پیغام پہنچانا''۔ رسول کو نبی بھی کہا جاتا ہے جس کے معنی ہیں خبر دینے والا۔

شریعت کی اصطلاح میں رسول وہ شخص ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے انسانوں تک اپنا پیغام پہنچانے کیلئے منتخب فرمایا ہو۔ انسان کو ذات الٰہی کی صحیح پہچان رسولوں کے ذریعے ہی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولاً

ترجمہ: اور ہم نے ہر امت میں رسول بھیجے۔ (سورۃ النحل: ۳۶)

حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میں نے حضور اکرم ﷺ سوال کیا کہ انبیاء کتنے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ایک لاکھ چوبیس ہزار یا زیادہ میں نے سوال کیا: ان میں رسول کتنے ہیں تو فرمایا: تین سو تیرہ........

سوال: نبی اور رسول میں کیا فرق ہے؟

جواب:

نبی اور رسول میں ایسے فرق کیا جاسکتا ہے:

نبی	رسول
(۱) نبی کے معنی ہیں خبر دینے والا۔	(۱) رسول کے معنی ہیں پیغام دینے والا۔
(۲) نبی صاحبِ شریعت و کتاب نہیں ہوتا بلکہ گزشتہ نبی یا رسول کی شریعت کو آگے بڑھاتا ہے۔	(۲) رسول صاحبِ شریعت و کتاب ہوتا ہے۔
(۳) نبی کو رسول نہیں کہا جاسکتا۔	(۳) رسول کو نبی کہا جاتا ہے۔
(۴) انبیاء کی تعداد تقریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار ہے۔	(۴) جبکہ رسولوں کی تعداد تین سو تیرہ ہے۔

سوال: وحی کی تعریف کریں۔

جواب:

وحی کے معنی ہیں ''چپکے سے کوئی بات دل میں اتر جانا'' یا ''اشارہ کرنا''۔

شریعت کی اصطلاح میں وحی کا اطلاق اس کلام پر ہوتا ہے جو اللہ کی طرف سے انبیاء و رسل پر نازل ہو، خواہ بذریعۂ فرشتہ ہو یا کسی اور ذریعہ سے، یہ ''وحیِ نبوت'' ہے اور انبیاء کے ساتھ خاص ہے۔

اگر وحی بذریعۂ القاء فی القلب ہو تو وہ ''وحیِ الہام'' کہلاتی ہے جو اولیاء پر بھی ہوتی ہے۔ اور اگر بذریعۂ خواب ہو تو اس کو ''رؤیا صالحہ'' کہتے ہیں جو عام مؤمنین اور صالحین بھی دیکھتے ہیں۔ مگر عام طور پر جب لفظ ''وحی'' بولا جائے تو اس سے وحیِ نبوت ہی مراد ہوتی ہے۔

نزولِ وحی:

وحی کا نزول تین طریقوں سے ہوسکتا ہے۔

(۱) اللہ کا پردے کے پیچھے سے ہم کلام ہونا۔

(۲) فرشتے کے ذریعے نبی یا رسول تک کوئی پیغام آنا

(۳) الہامی طور پر کوئی بات دل میں اتر جانا۔

وحی کی اقسام:

وحی کی دو قسمیں ہیں: (۱) وحی متلو (۲) وحی غیر متلو

قرآن پاک کو ''وحی متلو'' جبکہ احادیث مبارکہ کو ''وحی غیر متلو'' کہا جاتا ہے۔

سوال: انبیائے کرام کی چند خصوصیات بیان کریں۔

جواب:

ابنیاء نبی کی جمع ہے جس کے معنی ہیں خبر دینے والا۔خصوصیت کا مطلب ہے خاص خوبی جو اس مخصوص ہستی کے علاوہ کسی اور میں نہ ہو۔انبیاء کی خصوصیات سے مراد یہ ہے کہ وہ خصوصیات جو صرف انبیائے کرام کو عطا کی گئیں اور ان کے علاوہ کسی شخص کو ان خصوصیات میں سے کوئی ایک بھی حاصل نہیں۔ان میں سے چند ایک کا تذکرہ یہاں کیا جاتا ہے۔

(۱) معصومیت: تمام انبیائے کرام گناہِ صغیرہ و کبیرہ تمام سے منزہ و مبرا تھے۔

(۲) دعوت الی اللہ: تمام انبیائے کرام نے لوگوں کو اللہ کی طرف بلایا۔

(۳) معجزات: اللہ تبارک وتعالیٰ نے تمام انبیاء کو نبوت کی دلیل کے طور پر معجزے عطا کیے۔

(۴) واجبِ اطاعت: تمام انبیاء کی اطاعت و پیروی لازم ہوتی ہے۔

(۵) تعلیمات من جانب اللہ: تمام انبیاء اللہ کی طرف سے وحی کردہ احکام وتعلیمات ہی لوگوں تک پہنچاتے ہیں۔

سوال: ختم نبوت کا مفہوم واضح کریں۔

جواب:

عربی میں ختم کے معنی ہیں ''مہر لگانا یا بند کرنا''

شریعت کی اصطلاح میں ختم نبوت کا مطلب یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت محمد ﷺ تک ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر آئے جو لوگوں کو ہدایت و رہنمائی فراہم کرتے رہے، لیکن حضور ﷺ پر سلسلہ نبوت ختم ہو چکا ہے اب کوئی نبی یا رسول نہیں آئے گا، نہ حقیقی نہ بروزی۔

ختم نبوت قرآن کی روشنی میں:

مَّا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَٰكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ

ترجمہ: محمد ﷺ تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں ہیں بلکہ وہ اللہ کے رسول اور آخری نبی ہیں۔ (الاحزاب: ۴۰)

ختم نبوت احادیث کی روشنی میں:

''أَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ لَا نَبِيَّ بَعْدِیْ''

ترجمہ: ''میں آخری نبی ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا''

سوال: ملائکہ سے کیا مراد ہے؟

جواب:

ملائکہ، مَـلَكٌ کی جمع ہے جس کے معنی ہیں ''پیغام پہنچانے والا''۔ چونکہ یہ فرشتے اللہ تعالیٰ کے احکام بندوں تک پہنچاتے ہیں اسلئے انھیں ملائکہ کہا جاتا ہے۔فرشتوں سے مراد اللہ تعالی کی وہ مخلوق ہے جسے نور سے پیدا کیا گیا ہے۔فرشتے ہر حال میں اللہ تعالی کی اطاعت و فرمانبرداری کرتے ہیں اور کسی صورت اس کی نافرمانی نہیں کرتے۔ملائکہ یا فرشتوں پر ایمان لانا، دین کے بنیادی عقائد میں

شامل ہے۔

مشہور فرشتے:

یوں تو فرشتوں کی تعداد بہت زیادہ ہے مگر چار فرشتے بہت مشہور ہیں:

(۱) حضرت جبرائیل علیہ السلام: جو انبیاء پر وحی لے کر آتے تھے۔

(۲) حضرت میکائیل علیہ السلام: جو بارش اور رزق وغیرہ کے انتظام پر مامور ہیں۔

(۳) حضرت عزرائیل علیہ السلام: جو انسان کی روح قبض کرتے ہیں۔

(۴) حضرت اسرافیل علیہ السلام: جو قیامت میں صور پھونکیں گے۔

سوال: کراما کاتبین کسے کہتے ہیں؟

جواب:

فرشتوں کو اللہ تعالی نے نور سے پیدا فرمایا ہے۔ فرشتوں کی مختلف جماعتیں اللہ تعالی کی طرف سے مقرر کردہ مختلف امور انجام دیتے ہیں۔ انسانوں کے برعکس فرشتے اپنی ذمہ داریوں کو بخوبی نبھاتے ہیں اور اس میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں برتتے۔

کِرَاماً کے لفظی معنی ''معزز'' کے ہیں اور کَاتِبِیْن کے معنی ہیں '' لکھنے والے''۔ کراماً کاتبین بھی فرشتوں کی ایک جماعت ہے جسے اللہ تعالی نے انسان کے اعمال کی نگرانی کیلئے مقرر فرمایا ہے۔ یہ انسان کے ہر چھوٹے بڑے عمل کو محفوظ کرتے ہیں جو کہ قیامت کے دن اعمال ناموں کی شکل میں ہر شخص کے سامنے پیش کر دیئے جائیں گے۔ قرآن پاک میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

وَاِنَّ عَلَيْكُمْ لَحَافِظِيْنَ o كِرَاماً كَاتِبِيْنَ o

ترجمہ: بے شک تم پر نگران (فرشتے) مقرر کیے گئے ہیں۔ بہت معزز اور (تمہارے اعمال) لکھنے والے ہیں۔

(سورۃ الانفطار: ۱۰،۱۱)

سوال: آسمانی کتابیں کتنی ہیں؟

جواب:

اللہ تبارک وتعالی نے انسانیت کی ہدایت و رہنمائی کیلئے ہر دور میں انبیاء کرام کو مبعوث فرمایا جنہیں لوگوں کی رہنمائی کیلئے کتب اور صحائف (صحیفہ کی جمع) دیئے گئے، ہر مسلمان کیلئے ضروری ہے کہ وہ یہ عقیدہ رکھے کہ اللہ کی نازل کردہ تمام الہامی کتب برحق ہیں اور ان میں انسان کی ہدایت و رہنمائی کے بارے میں بتایا گیا تھا۔ آسمانی کتابیں بہت سی ہیں، ان میں سے چار کتابیں بہت مشہور ہیں، جو مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) توریت: حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی۔

(۲) زبور: حضرت داؤد علیہ السلام پر نازل ہوئی۔

(۳) انجیل: حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی۔

(۴) قرآن: حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا۔

یہ سب کتابیں دین کی بنیادی باتوں میں مشترک تھیں۔ قرآن پاک نے باقی تمام کتابوں کو منسوخ کر دیا۔ اب

صرف قرآن کے احکامات پر ہی عمل ہوگا۔

سوال: عقیدہ آخرت کی وضاحت کریں۔

جواب:

آخرت کے لغوی معنی ہیں ''بعد میں ہونے والی چیز''، اس کے مقابلے میں لفظ دنیا ہے جس کے معنی ہیں ''قریب کی چیز''۔ شریعت کی اصطلاح میں آخرت کا مطلب یہ ہے کہ انسان مرنے کے بعد ہمیشہ کے لیے فنا نہیں ہوجاتا بلکہ اس کی روح باقی رہتی ہے اور ایک وقت ایسا آئے گا جب اللہ تعالیٰ اس کی روح کو جسم میں منتقل کر کے اسے دوبارہ زندہ کریں گے اور پھر انسان کو اس کے نیک و بد اعمال کا حقیقی بدلہ دیا جائے گا۔ نیک لوگ جنت میں جائیں گے جبکہ گناہگار جہنم میں رہیں گے۔

آخرت ہی اصلی گھر ہے:

قرآن پاک اور احادیث مبارکہ میں آخرت ہی کو اصلی گھر قرار دیا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَا هَٰذِهِ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا لَهْوٌ وَلَعِبٌ وَإِنَّ الدَّارَ الْآخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ

ترجمہ: ''اور یہ دنیا کی زندگی تو صرف کھیل تماشا ہے اور ہمیشہ کی زندگی کا مقام تو آخرت ہے''۔ (سورۃ العنکبوت: ۶۴)

دنیا مؤمن کا قید خانہ ہے:

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

اَلدُّنْيَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّةُ الْكَافِرِ

ترجمہ: ''دنیا مسلمان کیلئے قید خانہ اور کافر کیلئے جنت ہے''

سوال: آخرت کے سلسلے میں قرآن مجید کی تعلیمات کا خلاصہ پیش کریں۔

جواب:

آخرت کے سلسلے میں قرآن مجید کی تعلیمات کا خلاصہ تین نکات میں بیان کیا جاسکتا ہے:

☆ ......انسان کی دنیاوی زندگی اس کی آخرت کی زندگی کا پیش خیمہ ہے۔ دنیا کی زندگی عارضی اور آخرت کی زندگی دائمی ہے۔ انسان اس عارضی زندگی میں جن اعمال کا بیج بوئے گا ان کے حقیقی نتائج آخرت کی زندگی میں ظاہر ہوں گے۔

☆ ......جس طرح دنیا کی ہر چیز علیحدہ علیحدہ اپنی ایک عمر رکھتی ہے، جس کے ختم ہوتے ہی وہ چیز ختم ہوجاتی ہے۔ اسی طرح پورے نظامِ عالم کی بھی ایک عمر ہے جس کے تمام ہوتے ہی یہ نظام ختم ہوجائے گا اور ایک دوسرا نظام اس کی جگہ لے لے گا۔

☆ ......جب دنیا کا یہ نظام درہم برہم ہوجائے گا اور ایک دوسرا نظام قائم ہوگا تو انسان کو ایک نئی جسمانی زندگی ملے گی، جس میں انسان کے تمام اعمال کا حساب لیا جائے گا۔

سوال: نفخ صور سے کیا مراد ہے؟

جواب:

نفخ کے لفظی معنی ہیں ''پھونکنا یا پھونک مارنا''، اور صور کے لفظی معنی ''باجا'' یا ''بگل'' کے ہیں۔

اصطلاح شریعت میں اس سے مراد صورِ اسرافیل ہے، یعنی وہ بگل جو حضرت اسرافیل علیہ السلام حشر کے روز ایک دفعہ مار ڈالنے کے لیے اور دوسری دفعہ جلانے کے لیے بجائیں گے۔ صور دو مرتبہ پھونکا جائے گا پہلے صور کے بعد ساری مخلوقات مر جائیں گی اس کے بعد اللہ تعالیٰ بارش نازل فرمائے گا جو کہ شبنم کا کام دے گی اس سے لوگوں کے بدن تیار ہو جائیں گے پھر دوسری دفعہ صور پھونکا جائے گا تو لوگ فوراً اُٹھ کر دیکھنے لگیں گے۔ قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَنُفِخَ فِيُ الصُّورِ فَصَعِقَ مَن فِيُ السَّمَاوَاتِ وَمَن فِيُ الْأَرْضِ إِلَّا مَن شَاء اللَّهُ ثُمَّ نُفِخَ فِيُهِ أُخْرَى فَإِذَا هُم قِيَامٌ يَنظُرُونَ .

ترجمہ: ''اور صور پھونکا جائے گا تو آسمانوں اور زمین میں جتنے ہیں، وہ سب بے ہوش ہو جائیں گے، سوائے اُس کے جسے اللہ چاہے۔ پھر دوسری بار پھونکا جائے گا تو وہ سب لوگ پل بھر میں کھڑے ہو کر دیکھنے لگیں گے۔'' (سورۃ الزمر: ۶۸)

(باب دوم: اسلامی تشخص)

سوال: اسلامی تشخص سے کیا مراد ہے؟

جواب:

تشخص کے لفظی معنی ہیں ''شناخت یا پہچان''۔

اصطلاح میں اسلامی تشخص سے مراد ہے مسلمان کی اسلامی شان وشوکت اور اسلامی پہچان یعنی ایسے تمام عقائد ونظریات اور اعمال واخلاق، جو ایک مسلمان کو دوسرے تمام انسانوں سے الگ اور ممتاز کرتے ہیں۔ مثلاً نماز، روزہ، حج وغیرہ۔

قرآن پاک میں سورۃ الحجرات کے آخر میں یہ حقیقت بیان کی گئی ہے کہ مسلمان ہونے کیلئے صرف زبان سے اسلام کا اقرار کر لینا کافی نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کے تمام احکامات کو دل سے ماننا بھی ضروری ہے۔ اللہ و رسول ﷺ کے احکامات پر عمل پیرا ہونا ہی ایک مسلمان کی پہچان اور اس کا اسلامی تشخص ہے۔

سوال: اسلام کے بنیادی ارکان کون کون سے ہیں؟

جواب:

ارکان رکن کی جمع ہے جس کے معنی ستون کے ہیں۔ رکن ایسی چیز کو کہا جاتا ہے جس پر کسی عمارت کے قائم رہنے کا دارومدار ہو۔ یہاں ارکان اسلام سے مراد دین کے وہ بنیادی اصول واعمال ہیں جن پر اسلام کی پوری عمارت قائم ہے۔ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

''اسلام کی عمارت پانچ ستونوں پر اٹھائی گئی ہے: اس بات کی شہادت (گواہی) کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ حضرت محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے آخری رسول ہیں۔ اور نماز قائم کرنا اور زکوٰۃ دینا اور حج کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا۔''

اسلام کے بنیادی ارکان مندرجہ ذیل پانچ چیزیں ہیں:

۱۔کلمۂ شہادت ۲۔نماز ۳۔روزہ ۴۔زکوٰۃ ۵۔حج

سوال: کلمہ شہادت تحریر کریں۔

جواب:

ارکان دین میں سب سے اہم رکن کلمہ شہادت ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:

أَشْهَدُ أَن لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَحدَهٗ لا شَرِيکَ لَهٗ ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَرَسُولُهٗ.

ترجمہ: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ یکتا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں۔ اور میں اس بات کی بھی گواہی دیتا ہوں کہ محمد (ﷺ) اس کے بندے اور اس کے (آخری) رسول ہیں۔

کلمۂ شہادت کا پہلا حصہ یعنی أَشْهَدُ أَن لَّا اِلٰـهَ اِلَّا اللهُ عقیدۂ توحید کا اعلان واعتراف ہے اور دوسرا حصہ یعنی أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَرَسُولُهٗ اس امر کا اعلان ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے بندے اور سچے رسول ہیں۔

سوال: نماز کی تعریف اور اقسام بیان کریں۔

جواب:

عربی زبان میں نماز کے لیے صلوٰۃ کا لفظ استعمال ہوتا ہے جس کے لغوی معنی ہیں ''دعا کرنا''۔

شریعت کی اصطلاح میں وہ مخصوص عبادت جو رکوع سجدے پر مشتمل ہوتی ہے اور دن میں پانچ دفعہ کی جاتی ہے اسے صلوٰۃ یعنی (نماز) کہتے ہیں۔ قرآن پاک اور احادیث مبارکہ میں جا بجا نماز قائم کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''وَأَقِيمُواْ الصَّلاَةَ وَآتُواْ الزَّكَاةَ''

ترجمہ: ''اور نماز قائم کرو اور زکوۃ ادا کرو''۔ (سورۃ البقرۃ: ۴۳)

حضور ﷺ کا ارشاد ہے:

اَلصَّلاۃُ عِمَادُ الدِّیْن

ترجمہ: نماز دین کا ستون ہے۔

نماز کی فرضیت:

نبوت کے دسویں سال ہجرت سے تقریباً تین سال پہلے معراج نبوی کے موقع پر نماز فرض ہوئی، ابتداءً پچاس نمازیں فرض ہوئی تھیں پھر کم ہوتے ہوتے پانچ ہو گئیں۔

اعداد وترتیب: حافظ محمد حارث باسم (harisbasim@gmail.com)

جنت میں داخلے کی ضمانت:

حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے:

''جو شخص ان پانچوں نمازوں کو ان کے وقت پر ادا کرنے کا اہتمام کرے میں اس کو اپنی ذمہ داری پر جنت میں داخل کروں گا۔''

(سنن ابوداؤد)

سوال: بے روح نماز کسے کہتے ہیں؟

جواب:

بے روح نمازوں سے مراد بے مقصد اور بے فائدہ نمازیں ہیں۔ مطلب اس کا یہ ہے کہ نماز انسانی کی عملی زندگی میں دیرپا انقلاب برپا کرتی ہے اور انسان کو فلاح و کامیابی کے راستے پر گامزن کرتی ہے۔ چنانچہ ارشادِ ربانی ہے:

إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ.

ترجمہ: ''بیشک نماز بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے''۔ (پارہ ۲۱: عنکبوت)

مگر جب نماز کو اس کے حقوق کی ادائیگی کے بغیر بس خانہ پوری کے لیے ادا کیا جائے تو نماز کے جو جسمانی و روحانی فوائد و ثمرات ہیں وہ حاصل نہیں ہو پاتے جس کی وجہ سے وہ نماز بے روح ہے، یعنی وہ ایک ایسا جسم ہے جس میں روح نہیں یا ایک ایسا پھول ہے جس میں خوشبو نہیں۔

سوال: روزہ یا صوم سے کیا مراد ہے؟

جواب:

عربی زبان میں روزہ کے لیے صوم کا لفظ استعمال ہوتا ہے، جس کے لغوی معنی ہیں ''روکنا''۔

شریعت کی اصطلاح میں صبح صادق سے لے کر غروبِ آفتاب تک کھانے پینے اور نفسانی خواہشات سے عبادت کی غرض سے رکنے کا نام روزہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ

ترجمہ: اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کئے گئے جیسے تم سے قبل لوگوں پر فرض کئے گئے۔ شاید تم پرہیزگار بن جاؤ۔ (البقرۃ: ۱۸۳)

حضور ﷺ کا ارشاد ہے:

اَلصِّيَامُ جُنَّةٌ

ترجمہ: روزہ (دوزخ سے) ڈھال ہے۔

روزہ کی اقسام:

روزہ کی چار اقسام ہیں:

(۱) فرض، جیسے رمضان المبارک کے روزے۔

(۲) واجب، جیسے نذر یعنی منت کے روزے۔

(۳) سنت، جیسے یوم عاشورا، اور ایام بیض (چاند کی ۱۳/ ۱۴/ ۱۵ تاریخ) کے روزے۔

(۴) نفل، جیسے ماہ شوال کے روزے۔

سوال: بے اثر روزے کن روزوں کو کہا جاتا ہے؟

جواب:

روزے کا اصل مقصد اور فلسفہ انسان کو گناہوں سے بچانا اور اس بات کی مشق کرانا ہے کہ انسان فطری طور پر گناہوں سے دور رہنے کا عادی ہو جائے۔ صرف بھوکا پیاسا رکھنا مقصد نہیں۔

انسان کو دنیا میں بھیجا گیا تو کچھ چیزوں کو حلال رکھا گیا اور کچھ کو حرام، حرام کاموں سے روکا گیا اور حلال امور انجام دینے کی اجازت دی گئی۔ لیکن رمضان میں امورِ حلال سے بھی روکا گیا تاکہ اس مشق اور پریکٹس کی بدولت رمضان کے علاوہ باقی گیارہ مہینوں میں کم از کم حرام کاموں سے بچنے کی مشق ہو۔ لہٰذا اگر کوئی شخص روزہ رکھ کر بھی گناہوں سے اور حرام کاموں سے نہیں بچتا تو اسے روزہ نہیں کہا جا سکتا۔ ارشاد نبویؐ ہے:

''جو شخص روزہ رکھ کر بھی جھوٹ پر عمل کرے تو خدا کو اس کے بھوکے پیاسے رہنے کی کوئی حاجت نہیں''۔

سوال: زکوٰۃ کی تعریف اور نصاب بیان کریں۔

جواب:

زکوۃ کے لغوی معنی ہیں ''پاک کرنا''

شریعت کی اصطلاح میں زکوۃ سے مراد وہ صدقہ (مال) ہے جو مخصوص شرائط کے ساتھ سال میں ایک دفعہ ہر صاحب نصاب کی طرف سے غرباء کو دیا جاتا ہے۔ قرآن پاک میں کئی جگہ نماز کے ساتھ زکوۃ ادا کرنے کا حکم ہے جیسے:

''وَأَقِيمُواْ الصَّلاَةَ وَآتُواْ الزَّكَاةَ''

ترجمہ: ''اور نماز قائم کرو اور زکوۃ ادا کرو''۔ (سورۃ البقرۃ: ۴۳)

زکوۃ کے واجب ہونے کی شرائط:

(۱) مسلمان ہونا (۲) آزاد ہونا (۳) بالغ ہونا (۴) عاقل ہونا (۵) مقروض نہ ہونا

(۶) صاحبِ نصاب ہونا (۷) مال کا ضروریات زندگی سے خارج ہونا

زکوۃ کا نصاب:

زکوۃ کا نصاب مختصراً مندرجہ ذیل ہے:

☆......سونا ساڑھے سات تولہ (7.5)

☆......چاندی ساڑھے باون تولہ (52.5)

☆......نقدی و زیورات مندرجہ بالا دونوں میں سے کوئی بھی۔

زکوۃ کی شرح:

زکوۃ کی شرح ڈھائی فیصد (2.5%)، یعنی چالیسواں حصہ ($^1/_{40}$) ہے۔

سوال: زکوٰۃ کے مصارف کتنے ہیں؟ نام تحریر کریں۔

جواب:

مصارف، مصرف کی جمع ہے جس کے معنی ہیں ''خرچ کرنے کی جگہ'' اس سے مراد وہ لوگ ہیں جنہیں زکوۃ ادا کی جاتی ہے۔ زکوۃ کے کل آٹھ مصارف ہیں جو اللہ تبارک وتعالیٰ نے سورہ توبہ میں بیان فرمائے ہیں۔

(۱) فقراء (غریب) (۲) مساکین (غریب)

(۳) عاملین زکوٰۃ (۴) مؤلفۃ القلوب (نئے مسلمان)

(۵) رقاب (غلام) (۶) فی سبیل اللہ (مجاہد و مبلّغ)

(۷) ابن السبیل (مسافر) (۸) غارمین (قرض دار)

سوال: حج کی تعریف اور فرضیت بیان کریں۔

جواب:

حج کے لغوی معنی ہیں ''زیارت کا ارادہ کرنا''

شریعت کی اصطلاح میں بیت اللہ کی زیارت کرنا اور مخصوص مناسک (طواف، سعی، رمی وغیرہ) کو ادا کرنا حج کہلاتا ہے۔ حج کی غرض وغایت چند مخصوص مقامات کی صرف زیارت ہی نہیں، بلکہ اس کی پشت پر ایثار، قربانی، محبت اور خلوص کی ایک درخشاں تاریخ موجود ہے۔ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت اسماعیل علیہ السلام اور حضرت ہاجرہ علیہا السلام جیسی عظیم ہستیوں کے خلوص وعزیمت کی بے مثال داستان ہے۔

حج ایک جامع عبادت ہے اور اس کا سب سے بڑا فائدہ گناہوں کی بخشش ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

مَنۡ حَجَّ لِلّٰہِ فَلَمۡ یَرۡفُثۡ وَلَمۡ یَفۡسُقۡ رَجَعَ کَیَوۡمٍ وَلَدَتۡہُ اُمُّہٗ.

ترجمہ: جو کوئی خالصتاً اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں حج کرتا ہے اور دورانِ حج فسق وفجور سے باز رہتا ہے وہ اس طرح (گناہوں سے پاک ہو کر) لوٹتا ہے جیسے اس دن تھا جس دن اس کی ماں نے اسے جنا تھا۔'' (بخاری)

ایّام حج:

حج ذی الحجہ کی ۸ تاریخ سے لے کر ۱۲ تاریخ تک ادا کیا جاتا ہے، ان پانچ دنوں کو ''ایّام حج'' کہتے ہیں۔

سوال: حج کی اقسام بیان کریں۔

جواب:

حج کی تین قسمیں ہیں:

(۱) قِرَان (۲) تَمَتُّع (۳) اِفۡرَاد

(۱) حج قران:

قران کے لفظی معنی ہیں ملانا۔ یہ وہ حج ہے جس میں حج اور عمرہ دونوں عبادات کیلئے ایک احرام باندھ کر مناسک حج وعمرہ ادا

کئے جائیں۔یعنی دونوں عبادات کے درمیان احرام کھول کر وقفہ و فاصلہ نہ کیا جائے بلکہ جس احرام سے ایک عبادت کی جائے اسی کو جاری رکھتے ہوئے دوسری عبادت بھی ادا کی جائے۔گویا اس حج میں دونوں عبادات یعنی حج وعمرہ کو ایک احرام کے اندر ملا دیا جاتا ہے۔

(۲) حج تمتع:

تمتع کے لفظی معنی ہیں فائدہ اٹھانا۔ یہ وہ حج ہے جس میں پہلے عمرہ یا حج کا احرام باندھ کر ادا کیا جائے پھر احرام کھول دیا جائے اور کچھ وقفہ کے بعد دوبارہ احرام باندھ کر دوسری عبادت ادا کی جائے۔

(۳) حج اِفراد:

اِفراد کے لفظی معنی ہیں اکیلا و تنہا۔ یہ وہ حج ہے جس کے ساتھ عمرہ نہ کیا جائے صرف حج کا احرام باندھ کر مناسک حج ادا کئے جائیں۔

سوال: مناسک حج کے نام تحریر کریں۔

جواب:

مناسک، منسک کی جمع ہے جس کے لفظی معنی ہیں ''قربانی کرنے کی جگہ''۔

ذی الحج کی آٹھ تاریخ سے لے کر بارہ تاریخ تک پانچ دنوں میں مختلف اوقات میں مختلف امور انجام دیے جاتے ہیں۔ان تمام کاموں کو حج کے دوران ادا کرنا لازمی ہوتا ہے۔ان کو مناسکِ حج یا ارکانِ حج کہتے ہیں۔ یہ نو (۹) کام ہیں جو درج ذیل ہیں:

(۱) اِحرام (حج کا مخصوص لباس) (۲) طواف (۳) سعی (صفا، مروہ کے درمیان دوڑ)

(۴) حجر اسود کا اِستلام (بوسہ) (۵) وقوفِ عرفہ (۶) قیامِ مُزدلفہ

(۷) رمیِ جمرات (کنکریاں مارنا) (۸) نحر (قربانی) (۹) حلقِ راٗس (سر مونڈوانا)

سوال: حج کس طرح ایک جامع عبادت ہے؟

جواب:

حج ایک جامع عبادت ہے۔اس میں تمام عبادات کی روح شامل ہے۔حج کے لیے روانگی سے واپسی تک دورانِ سفر نماز کے ذریعے قربِ الٰہی میسر آتا ہے۔ حج کے لیے مال خرچ کرنا زکوٰۃ سے مشابہت رکھتا ہے۔نفسانی خواہشات اور اخلاقی برائیوں سے پرہیز اپنے اندر روزے کی سی کیفیت رکھتا ہے۔گھر سے دوری اور سفر کی مشقت میں جہاد کا رنگ ہے۔ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے آپ ﷺ نے فرمایا:

''سب سے افضل جہاد حج مبرور (مقبول) ہے۔''

سوال: طواف کی تعریف بیان کریں۔

جواب:

طواف کے لغوی معنی ہیں ''چکر لگانا''

شریعت کی اصطلاح میں طواف سے مراد بیت اللہ کے گرد چکر لگانے کو طواف کہتے ہیں۔طواف حج کا بھی رکن ہے اور عمرہ کا بھی، اس کے علاوہ حج و عمرے کے علاوہ صرف ثواب کی نیت سے یعنی مستقل عبادت کے طور پر بھی طواف کیا جاتا ہے۔

طواف چاہے عمرے کا ہو یا حج کا اس کے سات چکر ہوتے ہیں۔قرآن پاک میں اللہ تبارک وتعالی کا ارشاد ہے:

وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ

ترجمہ: اور (حج کرنے والے) لوگوں کو چاہیئے کہ اس بیت عتیق کا طواف کریں۔(سورۃ الحج: ۲۹)

طواف کی قسمیں:

طواف کی تین قسمیں ہیں:

(۱) طوافِ قدوم (۲) طوافِ زیارت (۳) طوافِ وداع

سوال: سعی کسے کہتے ہیں؟

جواب:

سعی کے لغوی معنی ہیں ''کوشش کرنا''

شریعت کی اصطلاح میں حج کے دوران صفا اور مروہ پہاڑیوں پر چڑھنے اور مخصوص انداز میں ان کے درمیان سات چکر لگانے کو سعی کہا جاتا ہے۔ائمہ ثلاثہ کے نزدیک یہ حج کا رکن ہے۔اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِن شَعَآئِرِ اللهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ فَلاَ جُنَاحَ عَلَيْهِ أَن يَطَّوَّفَ بِهِمَا

ترجمہ: بیشک صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں۔لہٰذا جو شخص بھی بیت اللہ کا حج کرے یا عمرہ کرے تو اس کے لئے اس بات میں کوئی گناہ نہیں ہے کہ وہ ان کے درمیان چکر لگائے۔

سعی کرنے کا طریقہ:

حاجی یا عمرہ کرنے والا، صفا کی طرف سے مروہ تک جائے، یہ ایک چکر ہوگا، اب مروہ سے صفا کی طرف واپس آئے تو یہ دوسرا چکر ہو گیا، اسی طرح سات چکر پورے کیے جاتے ہیں، اگر صفا سے شروع کی جائے تو آخری چکر مروہ پر ختم ہوگا اور اگر مروہ سے شروع کیا جائے تو آخری چکر صفا پر ختم ہوگا۔

سوال: میقات سے کیا مراد ہے:

جواب:

میقات کے اصل معنی ہیں کسی شے کیلئے ایسا وقت مقرر کرنا جو اس کے ساتھ خاص ہو۔حج میں میقات سے مراد وہ مخصوص مقامات ہیں جہاں حاجی اور معتمر کیلئے احرام باندھنا ضروری ہے۔یہ پانچ مقامات ہیں جو حرم مکی کے قریب واقع ہیں۔حدودِ حرم سے پہلے جن مقامات کو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بطور میقات مقرر فرمایا وہ پانچ ہیں۔ان پانچ مقامات کے نام یہ ہیں:

(۱) ذُوالحُلیفَه، مدینہ سے آنے والے حاجیوں اور زائرین کے لئے

(۲) ذَاتُ عِرق، عراق سے آنے والوں کے لئے

(۳) جُحفَه، شام سے آنے والوں کے لئے

(۴) قَرنُ المَنازِل، نجد سے آنے والوں کے لئے

(۵) یَلَملَم، یمن سے آنے والوں کے لئے

ملاحظہ:

☆...... پاکستانیوں کا میقات ''یلملم'' ہے، جہاں اہلِ پاکستان احرام باندھتے ہیں، جو جدہ سے پہلے آتا ہے۔

☆......مکہ مکرمہ میں قیام کے دوران عمرے کے لئے احرام تنعیم (مسجد عائشہ) سے باندھا جاتا ہے۔

سوال: احرام کی تعریف بیان کریں۔

جواب:

احرام کے لغوی معنی ہیں: ''حرام کرنا''، کیوں کہ احرام کی حالت میں بعض حلال کام بھی حرام ہو جاتے ہیں۔

شریعت کی اصطلاح میں حج یا عمرہ کی نیت سے مکہ شہر میں مقام میقات سے پہلے صرف دو چادروں سے جسم کو ڈھانپ لینے کو احرام کہتے ہیں۔ احرام والے مرد کو مُحــرِم کہتے ہیں۔ دراصل یہ ایک مخصوص کیفیت کا نام ہے جو احرام کی نیت کرنے کے بعد حاجی اور معتمر پر لازم ہوتی ہے۔ اس حالت میں حاجی اور معتمر پر مخصوص پابندیاں عائد ہوتی ہیں، مثلاً خوشبو کے استعمال اور شکار کی ممانعت، وغیرہ۔

سوال: جہاد کی تعریف کریں۔

جواب:

جہاد کے لغوی معنی ہیں ''کوشش اور جد و جہد کرنا''

شریعت کی اصطلاح میں حق کی سر بلندی کے لئے ہر قسم کی کوشش، قربانی اور ایثار کرنا اپنی تمام مالی اور جسمانی قوتوں کو اللہ کی راہ میں قربان کرنا اللہ کے دشمنوں کے اسلام مخالف حربوں کو روکنا بلکہ اگر اس کے لئے میدان جنگ میں آ کر ان سے لڑنا بھی پڑے تو اس سے بھی دریغ نہ کرنا جہاد کہلاتا ہے۔

جنگ اور جہاد میں فرق:

جنگ اپنے ذاتی مفادات کے لیے کی جاتی ہے، جبکہ جہاد کا مقصد اعلاءِ کلمۃ اللہ یعنی اللہ کے قانون کی حاکمیت قائم کرنا ہے۔

سوال: جہاد کی مختلف اقسام بیان کریں۔

جواب:

علماء نے جہاد کی مختلف اقسام بیان فرمائی ہیں جن میں:

(۱) جہاد بالنفس: یعنی اپنے نفس کو قابو میں کر کے اسے گناہوں سے بچانا۔

(۲) جہاد بالعلم: یعنی دوسروں کو دین کی تبلیغ کرنا۔

(۳) جہاد بالمال: یعنی اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنا۔

(۴) جہاد بالقلم: یعنی اپنی تحریروں کے ذریعے دوسروں تک دین کی تعلیمات پہنچانا۔

(۵) جہاد بالسیف: یعنی ہتھیار کے ذریعے دشمنانِ اسلام کا مقابلہ کرنا۔

سوال: جہادِ اکبر کس جہاد کو کہا جاتا ہے؟

جواب:

جہاد عربی زبان کا لفظ ہے جس کا مطلب ہے کوشش کرنا۔

دین کی سربلندی کیلئے کی جانے والی کوشش کو جہاد کہا جاتا ہے۔ جہاد کی مختلف اقسام ہیں جن میں سے ایک قسم جہاد بالنفس بھی ہے۔ جہاد بالنفس کا مطلب ہے اپنے نفس پر قابو رکھنا اور اسے اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں سے بچائے رکھنا۔

جہادِ اکبر:

حضور ﷺ نے احادیث مبارکہ میں جہاد بالنفس کو جہادِ اکبر قرار دیا ہے۔ اس کو جہادِ اکبر یعنی سب سے بڑا جہاد کہنے کی وجہ یہ ہے کہ جہاد کی باقی اقسام میں وقت اور محنت کم صرف ہوتی ہے جبکہ جہاد بالنفس کا سلسلہ بہت طویل ہے جو آخری سانس تک جاری رہتا ہے۔

سوال: جہاد اور جنگ میں کیا فرق ہے؟

جواب:

جنگ اور جہاد میں یوں فرق کیا جا سکتا ہے:

جنگ	جہاد
ا۔ جنگ کے لفظی معنی ''لڑائی کرنا'' ہیں۔	ا۔ جہاد کے لفظی معنی ''کوشش کرنا'' ہیں۔
۲۔ ذاتی اور دنیاوی مقاصد کیلئے کی جانے والی لڑائی کو جنگ کہتے ہیں۔	۲۔ اللہ کی رضا اور اعلائے کلمۃ اللہ کیلئے کی جانے والی لڑائی جہاد ہے۔
۳۔ جنگ کا مقصد کسی مخصوص گروہ یا فرد کے خلاف جذبۂ برتری یا معاشی و سیاسی غلبے کی تسکین ہوتا ہے۔	۳۔ جہاد کا مقصد انسانوں کو طاغوتی قوتوں کے غلبے سے نجات دلانا، اور ان کے شر سے ان کی آزادی کو بحال کرنا ہے۔
۴۔ فاتحین جنگ ہر ممکن ظلم، دہشت گردی اور سفاکی سے کام لیتے ہیں۔	۴۔ جہاد میں کامیابی کے بعد فاتح امن اور سلامتی کی فضا قائم کرتا ہے۔
۵۔ جنگ کی صورت میں تباہی پھیلتی ہے۔	۵۔ جہاد کی صورت میں امن و امان قائم ہوتا ہے۔
۶۔ جنگ صرف ہتھیاروں کے ذریعے کی جاتی ہے۔	۶۔ جہاد ہتھیار کے بغیر بھی ممکن ہے، جیسے جہاد بالقلم و جہاد بالمال وغیرہ۔

سوال: حقوق العباد سے کیا مراد ہے؟

جواب:

عباد، ''عبد'' کی جمع ہے جس کے معنی بندے کے ہیں۔

وہ حقوق جن کی پاسداری انسان کیلئے ضروری ہے وہ دو طرح کے ہیں۔ایک وہ جن کا تعلق اللہ تعالی سے ہے، انہیں ''حقوق اللہ'' کہا جاتا ہے۔دوسرے وہ حقوق جو انسانوں کے آپس میں ایک دوسرے سے متعلق ہیں، انہیں ''حقوق العباد'' یا ''حسن معاشرت'' کہا جاتا ہے۔

اللہ تعالی نے اس بارے میں بھی انسان کو اپنی ہدایات سے محروم نہیں رکھا۔اس نے انسانوں کے درمیان حقوق کا واضح تعین کر کے ان کی ادائیگی کو اپنی خوشنودی اور ادا نہ کرنے کو اپنی ناخوشی کا مستحق ٹھہرایا ہے۔چنانچہ ایک سچا مسلمان حقوق العباد کو بھی حقوق اللہ ہی کی طرح محترم سمجھتا اور ان کے بارے میں اللہ تعالی سے ڈرتا ہے۔

سوال: پڑوسی کی کتنی قسمیں ہیں؟

جواب:

سورہ نساء میں اللہ تعالی نے پڑوسی کی تین اقسام بیان فرمائی ہیں:

(۱) وہ پڑوسی جو رشتہ دار ہوں۔

(۲) غیر رشتہ دار پڑوسی۔

(۳) عارضی طور پر تعلقات قائم ہونے والے لوگ، جیسے: ہم پیشہ، ہم جماعت، ہم سفر وغیرہ۔

سوال: دیانت داری کا شرعی مفہوم واضح کریں۔

جواب:

معاشی اور معاشرتی تعلقات کی استواری کیلئے دیانت ایک بنیادی شرط ہے۔جس معاشرے سے دیانت ختم ہو جائے وہاں کاروباری معاملات سے لے کر گھریلو تعلقات تک ہر جگہ ناقابل اصلاح بگاڑ پیدا ہو جاتا ہے۔ایک دوسرے پر سے اعتماد اٹھ جاتا ہے۔اسلام اپنے نام لیواؤں کو ان تمام نقصانات سے بچانے کیلئے دیانت داری کی تلقین کرتا ہے۔ارشاد ربانی ہے:

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَن تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا

ترجمہ: بے شک اللہ تم کو فرماتا ہے کہ پہنچادو امانتیں امانت والوں کو۔(سورۃ النساء: ۵۸)

سوال: ایفائے عہد سے کیا مراد ہے؟

جواب:

ایفائے عہد کا مطلب ہے وعدہ پورا کرنا۔انسانوں کے باہمی تعلقات میں ایفائے عہد کو جو اہمیت حاصل ہے وہ محتاج بیان نہیں۔اللہ کے رسول ﷺ نے وعدہ خلافی کو منافق کی نشانیوں میں ایک نشانی قرار دیا ہے۔ہمارے اکثر معاملات کی بنیاد وعدوں پر

ہوتی ہے وہ پورے ہوتے رہیں تو معاملات ٹھیک رہتے ہیں۔ اگر ان کی خلاف ورزی شروع ہوجائے تو سارے معاملات بگڑ جاتے ہیں۔ اسی بگاڑ سے مسلمانوں کو محفوظ رکھنے کیلئے اسلام ایفائے عہد کی تلقین کرتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَأَوْفُواْ بِالْعَهْدِ إِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْؤُولاً

ترجمہ: اور پورا کرو عہد کو، بے شک عہد کی پوچھ ہوگی۔ (سورۃ بنی اسرائیل: ۳۴)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

لاَ دِيْنَ لِمَنْ لَّا عَهْدَ لَهُ

ترجمہ: جسے وعدے کا پاس نہیں اس میں دین نہیں۔ (بیہقی)

سوال: صدق سے کیا مراد ہے؟

جواب:

صدق عربی زبان کا لفظ ہے جس کا مطلب سچائی ہے۔ سچائی ایک ایسی عالمگیر حقیقت ہے جسے تسلیم کئے بغیر انسان سکھ اور چین کا سانس نہیں لے سکتا۔ نبی اکرم ﷺ نے اس بات کو نہایت جامعیت کے ساتھ یوں ارشاد فرمایا:

اَلصِّدْقُ يُنْجِيْ وَالْكِذْبُ يُهْلِكُ

ترجمہ: سچائی انسان کو ہر آفت سے محفوظ رکھتی ہے اور جھوٹ ہلاک کر ڈالتا ہے۔

قرآن کریم میں باری تعالیٰ نے اپنے صادق القول (بات کا سچا) ہونے کا ذکر فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللّهِ حَدِيثاً

ترجمہ: اور اللہ سے سچی کس کی بات ہے۔ (سورۃ النساء: ۸۷)

سوال: عدل وانصاف کسے کہتے ہیں؟

جواب:

صاحب حق کو اس کا حق دینا عدل وانصاف کہلاتا ہے۔ عدل وانصاف کا تقاضا یہ ہے کہ ہر شخص کو اس کا جائز حق بہ آسانی مل جائے۔ نظام عدل کی موجودگی میں معاشرے کے امور بخیر وخوبی سرانجام پاتے ہیں۔ اور بے انصافی کی وجہ سے معاشرے کا ہر شعبہ مفلوج ہوکر رہ جاتا ہے۔ اسلام ہی وہ مذہب ہے جس نے عدل وانصاف کے معاملے میں بلا امتیاز تمام نسل انسانی کے درمیان مساوات قائم کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِنَّ اللهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ.

ترجمہ: ''بیشک اللہ انصاف اور بھلائی کرنے کا حکم دیتا ہے''۔ (پارہ ۱۴: نحل)

سوال: احترام قانون کا شرعی مفہوم واضح کریں۔

جواب:

جس طرح قدرت کا نظام چند فطری قوانین کا پابند ہے، اسی طرح معاشرے کا قیام، معاشرتی، اخلاقی اور دینی احکام وقوانین کا پابند ہے۔ دنیا کا کم عقل سے کم عقل انسان بھی قانون کی ضرورت، اہمیت اور پابندی کا اعتراف کرے گا، لیکن کم لوگ ایسے ہیں جو عملاً قانون کے تقاضے پورے کرتے ہوں۔

عصر حاضر میں دو افراد کے باہمی معاملات سے لے کر بین الاقوامی تعلقات تک لوگ ضابطے اور قانون کی پابندی سے گریزاں ہیں۔ اور لاقانونیت کے اس رجحان نے دنیا کا امن وسکون غارت کر دیا ہے۔ انسان دو وجوہ کی بنیاد پر قانون کی خلاف ورزی کرتا ہے:

(۱) خودغرضی ومفاد پرستی

(۲) اپنے آپ کو قانون سے بالاتر سمجھنا

اسلام ان دونوں وجوہ کا خوبی سے تدارک کر کے مسلمانوں کو قانون کا پابند بناتا ہے۔ اسلام انسان کو احساس دلاتا ہے کہ دنیا میں اپنا اثر ورسوخ استعمال کر کے یا دھوکے سے دنیا میں قانون کی خلاف ورزی سے بچ بھی گئے تو آخرت میں انہیں خدا کی گرفت سے کوئی نہیں بچا سکے گا۔

سوال: کسب حلال کی تعریف کریں۔

جواب:

کسب عربی زبان کا لفظ ہے جس کا مطلب ہے کمانا۔

اللہ تعالیٰ اس شخص کو پسند نہیں فرماتے جو سستی اور کاہلی سے کام لے۔ محنتی اور ایمان دار شخص کو پسند کیا جاتا ہے اور قدم بہ قدم اس کی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے۔

قرآن پاک اور احادیث مبارکہ میں حلال روزی کمانے والے کی بہت زیادہ اہمیت وفضیلت بیان کی گئی ہے اور اسے اللہ تعالیٰ کا دوست قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد نبوی ﷺ ہے:

اَلْکَاسِبُ حَبِیْبُ اللهِ

ترجمہ: حلال روزی کمانے والا اللہ کا دوست ہے۔

سوال: ایثار کسے کہتے ہیں؟

جواب:

ایثار عربی زبان کا لفظ ہے جس کے لفظی معنی ترجیح دینے کے ہیں، یعنی قربانی دیتے ہوئے خود تکلیف اٹھا کر مخلوق الٰہی کو راحت وآرام پہنچانا۔ دنیا پرستی اگر انسان کو خودغرضی اور مفاد پرستی سکھاتی ہے تو دین داری اس میں جذبۂ ایثار پیدا کرتی ہے۔ دیگر محاسن اخلاق کی طرح نبی اکرم ﷺ ایثار وسخاوت کا بہترین نمونہ تھے اور سربراہ مملکت ہوتے ہوئے بھی انتہائی سادگی اور جفاکشی کی زندگی

گزارتے تھے۔ ایثار پیشہ لوگوں کی تعریف وتوصیف کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

وَيُؤْثِرُونَ عَلَى أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ

ترجمہ: اور وہ دوسروں کو اپنی ذات پر ترجیح دیتے ہیں، اگرچہ خود فاقے ہی سے کیوں نہ ہوں۔ (سورۃ الحشر: ۰۹)

سوال: صحابہ کرام کے جذبۂ ایثار کا کوئی واقعہ پیش کریں۔

جواب:

صحابہ کرام کے ایثار کے سلسلے میں ایک واقعہ بڑا اثر انگیز ہے۔ ایک بار ایک بھوکا پیاسا شخص حضور اکرم ﷺ کے پاس حاضر ہوا۔ رسول کریم ﷺ کے دولت کدے پر پانی کے سوا کچھ نہ تھا۔ حسب دستور ایک انصاری صحابی آپ ﷺ کے مہمان کو اپنے ہمراہ لے گئے۔ گھر پہنچ کر بیوی سے معلوم ہوا کہ کھانا صرف بچوں کے لیے کافی ہے۔ انھوں نے کہا بچوں کو بہلا کر فاقے کی حالت میں سلا دو اور کھانا شروع کرتے وقت کسی بہانے چراغ بجھا دینا تاکہ مہمان کو یہ اندازہ نہ ہو سکے کہ ہم کھانے میں شریک نہیں۔ ایسا ہی کیا گیا۔ مہمان نے شکم سیر ہو کر کھانا کھایا اور انصاری کا یہ پورا گھرانا بھوکا سویا۔ صبح جب یہ صحابیؓ حضور اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ جل شانہٗ تمہارے رات کے حسن سلوک سے بہت خوش ہوا۔

سوال: اخلاقی رذائل سے کیا مراد ہے؟

جواب:

جس طرح اخلاق حسنہ کی ایک طویل فہرست ہے، جن کو اپنا کر آدمی دنیا و آخرت میں سرخرو ہوتا ہے اسی طرح کچھ ایسے اخلاق رذیلہ ہیں جن کو اختیار کر کے انسان حیوانی درجے میں جا گرتا ہے اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم ہو جاتا ہے۔ مسلمانوں کو یہ تعلیم دی گئی ہے کہ وہ اخلاق فاضلہ سے آراستہ ہوں اور اخلاق رذیلہ سے بچیں، جو انسان کی شخصیت کو داغ دار کر دیتے ہیں اور اسے ہر قسم کی نیکی اور بھلائی سے محروم کر دیتے ہیں۔ چند اخلاقی رذائل مندرجہ ذیل ہیں:

جھوٹ	حسد	غیبت
تہمت	منافقت	غرور وتکبر وغیرہ

سوال: جھوٹ کا شرعی مفہوم بیان کریں۔

جواب:

جھوٹ نہ صرف خود ایک برائی ہے، بلکہ بہت سی اخلاقی برائیوں کا سبب بھی بنتا ہے۔ اسلام میں جھوٹ بولنے کی سختی سے مذمت کی گئی ہے۔ جھوٹ بولنے والوں کو اللہ تعالیٰ کی لعنت کا مستحق ٹھہرایا گیا ہے۔ اسی طرح خدائے باری تعالیٰ کا اعلان ہے کہ جھوٹ بولنے والوں کو ہدایت نصیب نہیں ہوتی۔ چنانچہ ارشاد ہے:

إِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِىْ مَنْ هُوَ كَاذِبٌ كَفَّارٌ

ترجمہ: البتہ اللہ راہ (ہدایت) نہیں دیتا اس کو جو جھوٹا اور حق نہ ماننے والا ہے۔ (سورۃ الزمر: ۰۳)

نبی اکرم ﷺ نے جھوٹ کو مہلک قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

اَلصِّدْقُ یُنْجِیْ وَالْکِذْبُ یُھْلِکُ

ترجمہ: سچائی انسان کو ہر آفت سے محفوظ رکھتی ہے اور جھوٹ ہلاک کر ڈالتا ہے۔

سوال: غیبت کسے کہتے ہیں؟

جواب:

غیبت کے لفظی معنی ہیں ''برائی کرنا''۔

شریعت کی اصطلاح میں غیبت سے مراد کسی شخص کی غیر موجودگی میں اس کی ایسی برائی بیان کرنا جو اس میں پائی جاتی ہو۔غیبت ایک بہت ہی بری اور موذی اخلاقی بیماری ہے۔حضور نبی اکرم ﷺ نے غیبت کو زنا جیسے گناہِ کبیرہ سے بھی بدتر قرار دیا ہے۔ اخلاقی بیماریوں میں غیبت جس قدر بری بیماری ہے بدقسمتی سے ہمارے معاشرے میں اسی قدر عام ہے۔ بہت کم لوگ ہوں گے جو اس بیماری سے محفوظ ہوں گے۔اللہ تعالی نے قرآن پاک میں غیبت کیلئے مردہ بھائی کا گوشت کھانے کی انتہائی بلیغ تمثیل دیتے ہوئے مسلمانوں کو اس گھناؤنے گناہ سے بچنے کی تلقین فرمائی ہے۔سورۃ الحجرات میں ارشاد باری تعالی ہے:

وَلَا یَغْتَبْ بَّعْضُکُمْ بَعْضاً اَیُحِبُّ اَحَدُکُمْ اَنْ یَّاْکُلَ لَحْمَ اَخِیْہِ مَیْتاً فَکَرِھْتُمُوْہُ

ترجمہ: اور ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو۔کیا تم میں سے کوئی یہ پسند کرے گا کہ وہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے؟اس سے تو خود تم نفرت کرتے ہو۔(سورۃ الحجرات: ۱۲)

سوال: تہمت کسے کہتے ہیں؟

جواب:

تہمت کے لفظی معنی ہیں ''الزام لگانا''۔

شریعت کی اصطلاح میں تہمت سے مراد یہ ہے کہ کسی شخص کا ایسا عیب بیان کیا جائے جو اس میں موجود ہی نہ ہو اور اس کے دامن عفت کو بلاوجہ داغدار بنایا جائے۔حضور اکرم ﷺ نے غیبت اور تہمت کی ایسی تعریف بیان فرمائی ہے جس سے دونوں کا فرق بھی واضح ہو جاتا ہے۔فرمایا:

''تم اپنے بھائی کا تذکرہ اس طرح کرو کہ اسے ناگوار ہو' (یہ غیبت ہے)۔ایک صحابی نے پوچھا کہ: ''اگر اس میں واقعی وہ عیب ہو تو (کیا اس کا بیان کرنا بھی غیبت ہے؟)'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''اگر اس میں واقعی وہ عیب ہو تب تو وہ غیبت ہے، اور اگر وہ نہ ہو تو بہتان ہے۔''یعنی دوہرا گناہ ہے۔

سوال: غیبت اور تہمت کا فرق واضح کریں۔

جواب:

غیبت اور تہمت کے مابین اس طرح فرق کیا جاسکتا ہے:

غیبت	تہمت
ا۔غیبت کے لفظی معنی ہیں ''پیٹھ پیچھے برائی کرنا''۔	ا۔تہمت کے لفظی معنی ہیں ''الزام لگانا''۔
۲۔غیبت سے مراد کسی شخص کی غیر موجودگی میں اس کی ایسی برائی بیان کرنا جو اس میں پائی جاتی ہو۔	۲۔تہمت سے مراد یہ ہے کہ کسی شخص کا ایسا عیب بیان کیا جائے جو اس میں موجود ہی نہ ہو۔
۳۔غیبت ہمیشہ پیٹھ پیچھے کی جاتی ہے۔	۳۔تہمت، موجودگی و غیر موجودگی دونوں صورتوں میں لگائی جاسکتی ہے۔

سوال: منافق کا شرعی مفہوم واضح کریں۔

جواب:

منافقت کا لفظ نفق سے نکلا ہے جس کے معنی اس سرنگ کے ہیں جو زیرزمین خفیہ ہوتی ہے اور جس کے دو منہ ہوتے ہیں، آدمی ایک سے داخل ہوکر دوسری طرف نکل جاتا ہے۔ شریعت کی رو سے منافق وہ شخص ہے جو حقیقت میں تو کافر ہو لیکن کسی دنیاوی لالچ کی وجہ سے یا دین اسلام کو نقصان پہنچانے کی غرض سے اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرے۔ یعنی ظاہر میں مومن اور باطن میں کافر ہو۔ منافق، کافر کی سب سے خطرناک قسم ہے؛ کیوں کہ یہ آستین کا سانپ بن کر اپنی دھوکہ دہی کے ذریعے سے نقصان پہنچاتا ہے۔ اللہ تعالی نے منافقین کے بارے میں ارشاد فرمایا:

إِنَّ الْمُنَافِقِينَ فِي الدَّرْكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ

ترجمہ: بے شک منافقین جہنم کے سب سے نچلے درجے میں ہوں گے۔ (سورۃ النساء:۱۴۵)

سوال: منافق کی کتنی نشانیاں ہیں؟

جواب:

حضور ﷺ نے احادیث مبارکہ میں منافق کی تین نشانیاں بیان فرمائی ہیں۔ چنانچہ ارشاد نبوی ﷺ ہے:

آيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلاثٌ: إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ ، وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ، وَإِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ

ترجمہ: منافق کی تین نشانیاں ہیں:

(۱) جب بات کرے تو جھوٹ بولے۔

(۲) جب وعدہ کرے تو وعدہ خلافی کرے۔

(۳) جب (اس کے پاس) امانت رکھوائی جائے تو خیانت کرے۔

سوال: تکبر کسے کہتے ہیں؟

جواب:

تکبر کے لفظی معنی ہیں بڑائی کرنا۔

دین اسلام کی اصطلاح میں تکبر سے مراد یہ ہے کہ اپنے آپ کو دوسروں کے مقابلے میں برتر اور معزز سمجھا جائے اور دوسروں کو کم تر اور حقیر جانا جائے۔

قرآن پاک اور احادیث مبارکہ میں تکبر کی سخت مذمت بیان کی گئی ہے اور تکبر کو اللہ تعالیٰ کی صفت قرار دیا گیا ہے۔ جس کا واضح مطلب یہ ہے کہ غرور اور تکبر کسی انسان کو زیب نہیں دیتا بلکہ یہ صرف اللہ ہی کے شایانِ شان ہے۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

أَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْمُتَكَبِّرِيْنَ

ترجمہ: کیا جہنم میں تکبر کرنے والوں کا ٹھکانہ نہیں ہوگا؟ (سورۃ الزمر: ۶۰)

سوال: حسد کسے کہتے ہیں؟

جواب:

کسی شخص کی دنیاوی و دینی ترقی دیکھ کر دل میں یہ خیال آنا کہ یہ نعمت چھن جائے ''حسد'' کہلاتا ہے۔ حسد ایک اخلاقی بیماری ہے۔ انسان دوستی کا تقاضا یہ ہے کہ ہم اپنے کسی بھائی کو اچھی حالت میں دیکھیں تو خوش ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی نعمتوں سے نوازا ہے۔ لیکن حسد وہ بری خصلت ہے کہ جو کسی کو خوش حال اور پرسکون دیکھ کر انسان کو بے چین کر دیتی ہے اور وہ اپنے بھائی کی خوشحالی دیکھ کر خوش ہونے کے بجائے دل ہی دل میں جلتا اور کڑھتا ہے۔ مسلمانوں کو اس جلن اور تکلیف سے بچانے کیلئے حضور نبی اکرم ﷺ نے حسد سے بچنے کی تلقین فرمائی ہے۔ چنانچہ ارشاد نبوی ﷺ ہے:

إِيَّاكَ وَالْحَسَدَ فَإِنَّ الْحَسَدَ يَأْكُلُ الْحَسَنَاتِ كَمَا تَأْكُلُ النَّارُ الْحَطَبَ

ترجمہ: دیکھو! حسد سے بچو؛ کیوں کہ حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جیسے آگ خشک لکڑی کو۔

(باب سوم: اسوۂ رسول اکرم ﷺ)

سوال: آپ ﷺ کس طرح رحمۃ للعالمین ہیں؟

جواب:

رحمت للعالمین کا مطلب ہے تمام جہانوں کیلئے رحمت۔ اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کو تمام جہانوں کیلئے رحمت بنا کر بھیجا۔ ارشاد ہے:

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْنَ

ترجمہ: ''اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو سوائے اس کے کہ آپ تمام جہانوں کے لیے رحمت ہیں۔'' (سورۃ الانبیاء: ۱۰۷)

آپ ﷺ نے دنیا کو اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچا کر اس کے عذاب سے بچایا۔ ایک اللہ کی عبادت اور اس سے محبت سکھائی۔ ایک ایسا نظام زندگی دیا جو انسانیت کو امن و سلامتی کی طرف لے جاتا ہے اور نوع انسان کیلئے سراسر رحمت ہے، اس طرح آپ ﷺ تمام جہانوں کیلئے اللہ رحمت ثابت ہوئے۔

آپ ﷺ خود بھی رحمت اور محبت کا پیکر ہیں۔ تمام عمر آپ ﷺ مخلوقِ خدا سے لطف و کرم کے ساتھ پیش آتے رہے۔

سوال: مواخات......یا......اخوت سے کیا مراد ہے؟

جواب:

اخوّت کے لفظی معنی ''بھائی چارہ'' کے ہیں۔ اسلام کے طلوع ہونے سے پہلے عرب معاشرے میں فتنہ فساد روز کا معمول تھا۔ آپ ﷺ نے اپنے کردار اور تعلیمات کے ذریعے معاشرے میں امن و امان کی فضا قائم کی، اسی کو ''اخوت'' یا مؤاخات کہا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ

ترجمہ: بے شک مؤمن تو ایک دوسرے کے بھائی ہیں لہٰذا اپنے بھائیوں کے درمیان تعلقات کو درست کرلو۔ (سورۃ الحجرات: ۱۰)

حضور ﷺ کا ارشاد ہے:

اَلْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ

ترجمہ: مسلمان مسلمان کا بھائی ہے۔

سوال: مساوات سے کیا مراد ہے؟

جواب:

مساوات کے لفظی معنی ''برابری'' کے ہیں۔ مساوات اسلامی معاشرے کی بنیاد ہے۔ یہ صرف اسلام ہی کا طرۂ امتیاز ہے کہ اسلام اونچ نیچ اور ذات پات کے امتیازات سے پاک وصاف ہے۔ حضور ﷺ نے اپنے قول و عمل سے مساوات کی بہترین تعلیم دی، اور یہ درس دیا کہ امیر و غریب، حاکم و محکوم، آقا و غلام سب برابر ہیں۔

مسجد قبا اور مسجد نبوی ﷺ کی تعمیر میں آپ نے صحابہ کرام کے ساتھ مل کر کام کیا۔ غزوۂ احزاب کے موقع پر اپنے ہاتھوں سے پتھر توڑے اور خندق کھودی اور کسی بھی موقع پر اپنے آپ کو دوسروں سے برتر نہ سمجھا۔ اس برتاؤ سے امت کو تعلیم دینا مقصود تھا کہ امیر و غریب، حاکم و محکوم، آقا و غلام سب برابر ہیں۔

خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر حضور ﷺ نے پوری دنیا کے انسانوں کو مساوات کا درس دیتے ہوئے فرمایا:

أَلَا لَا فَضْلَ لِعَرَبِيٍّ عَلٰى عَجَمِيٍّ وَلَا لِعَجَمِيٍّ عَلٰى عَرَبِيٍّ وَلَا لِأَحْمَرَ عَلٰى أَسْوَدَ وَلَا لِأَسْوَدَ عَلٰى أَحْمَرَ إِلَّا بِالتَّقْوٰى

''کوئی فضیلت نہیں عربی کو عجمی پر، نہ عجمی کو عربی پر، نہ گورے کو کالے پر، نہ کالے کو گورے پر، سوائے تقویٰ کے۔''

سوال: صبر واستقلال کی تعریف بیان کریں۔

جواب:

صبر کے لفظی معنی ''روکنے'' اور ''برداشت کرنے'' کے ہیں۔یعنی اپنے نفس کو خوف اور گھبراہٹ سے روکنا اور مصائب برداشت کرنا صبر کہلاتا ہے۔مختصراً یہ کہ صبر، دل کی مضبوطی، اخلاقی بلندی، اور ثابت قدمی کا نام ہے۔

قرآن مجید اور احادیث مبارکہ میں صبر کی بڑی فضیلت اور اہمیت بیان کی گئی ہے۔چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاللہُ یُحِبُّ الصَّابِرِیۡنَ

ترجمہ: اور اللہ صبر کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔(آل عمران: ۱۴۶)

صبر کی اقسام:

صبر کی تین قسمیں ہیں:

۱۔**صبر علی المصیبت:** یعنی انسان جس آزمائش اور تکلیف میں مبتلا ہوا ہے، اس پر اللہ تعالیٰ سے کسی قسم کا شکوہ و شکایت نہ کرے۔

۲۔**صبر علی الطاعت:** یعنی انسان اللہ کی طاعت اور بندگی پر استقامت کے ساتھ قائم رہے۔

۳۔**صبر عن المعصیت:** یعنی اللہ کی نافرمانی اور معصیت سے انسان اپنے آپ کو روکے رکھے۔

سوال: شعب ابی طالب سے کیا مراد ہے؟

جواب:

دشمنانِ حق نے جب یہ دیکھا کہ ان کی تمام تدبیروں کے باوجود حق کا نور چاروں طرف پھیلتا چلا جا رہا ہے تو انھوں نے نبوت کے ساتویں سال محرم الحرام میں خاندان بنو ہاشم سے قطع تعلق کر لیا، جس کی رُو سے تمام قبائل عرب کو اس بات کا پابند کیا گیا کہ وہ بنو ہاشم سے ہر طرح کا لین دین اور میل جول بند کر دیں۔اس طرح ابولہب کے سوا پورا خاندانِ بنو ہاشم محرم ۱۰ نبوی تک ــــ تین سال تک ــــ اس معاشرتی مقاطعہ (Social Boycott) کا شکار رہا۔

اس دوران حضور ﷺ اور ان کے خاندان کا نہایت مشکلات کا سامنا ہے۔ان حالات کا اندازا اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اس دوران بھوک کو مٹانے کے لیے بعض اوقات درختوں کی جڑیں چبانا پڑتی تھیں اور پیٹ پر کھجور کے تنے یا چمڑا باندھنا پڑتا تھا۔ اس مقاطعہ کے ختم ہونے کے بعد جلد ہی حضور کے چچا ابو طالب اور زوجہ محترمہ حضرت خدیجہ وفات پا گئیں۔حضور ﷺ نے اس سال کو ''عام الحزن یعنی غم کا سال'' قرار دیا۔

سوال: عفو و درگذر کا شرعی مفہوم واضح کریں۔

جواب:

عفو و درگذر کے لفظی معنی ''معاف کرنے'' کے ہیں۔یعنی وسعتِ ظرفی کا ثبوت دیتے ہوئے اپنے کسی مجرم کو دل کی گہرائیوں سے معاف کر دینا اور بدلہ لینے کی قوت ہونے کے باوجود بدلہ نہ لینا عفو و درگذر کہلاتا ہے۔عفو و درگذر ایک بہترین اخلاقی وصف ہے۔اس سے دشمن دوست بن جاتے ہیں اور دوستوں میں محبت بڑھ جاتی ہے۔اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں مؤمنین کی جو

صفات بیان فرمائی ہیں ان عفو و درگذر کو بھی شامل کیا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَالْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ

''اور وہ (مؤمنین) غصہ پی جانے والے اور لوگوں سے درگذر کرنے والے ہیں''۔ (آل عمران: ۱۳۴)

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

''حضرت موسیٰ بن عمرانؑ نے عرض کیا میرے پروردگار! تیرے بندوں میں کون تیرے نزدیک زیادہ عزیز ہے؟ پروردگار نے فرمایا: ''جو قادر ہونے کے باوجود عفو و درگذر کرے۔''

سوال: فتح مکہ کے موقع پر آپ ﷺ نے قیدیوں کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟

جواب:

فتح مکہ کے موقع پر وہ تمام لوگ جنھوں نے دس سال تک رسول اکرم ﷺ اور آپ کے ساتھیوں کو بے پناہ تکلیفیں دیں اور مدینہ منورہ ہجرت پر مجبور کیا، سب کے سب ہاتھ باندھے اور سر جھکائے، قیدی بنے آپ ﷺ کے سامنے کھڑے تھے۔ یہ لوگ مجبور و بےبس تھے اور ڈر رہے تھے کہ نہ جانے ان سے کس قسم کا انتقام لیا جائے گا۔ لیکن ساتھ ساتھ نبی اکرم ﷺ کی ذات پاک سے یہ امید بھی تھی کہ آپ رحمت للعالمین ہیں، نیک برتاؤ کریں گے۔ آپ ﷺ نے یہ آیت پڑھی اور سب کو معاف کر دیا:

لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ وَهُوَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ

ترجمہ: ''آج تم پر کوئی ملامت نہیں ہوگی، اللہ تمہیں معاف کرے، وہ سارے رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے۔''

(سورۃ یوسف: ۹۲)

سوال: ذکر سے کیا مراد ہے؟ ذکر الٰہی کی اقسام لکھیں۔

جواب:

ذکر کے معنی ہیں کسی کو یاد کرنا۔

شریعت کی اصطلاح میں ذکر سے مراد اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا ہے قرآن مجید میں بار بار اللہ کو یاد کرنے اور یاد رکھنے کا حکم دیا گیا ہے جیسا کہ ارشاد ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْراً كَثِيراً

ترجمہ: ''اے ایمان والو تم اللہ کو بہت زیادہ یاد کیا کرو''۔ (سورۃ الاحزاب: ۴۱)

سب سے بہترین ذکرِ الٰہی نماز ہے۔ اس میں دل، زبان اور پورا جسم اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ بہترین ذکر لا الٰہ الا اللہ ہے۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''جو شخص اللہ کا ذکر کرتا ہے اور جو نہیں کرتا، ان دونوں کی مثال زندہ اور مردہ کی سی ہے'' (یعنی ذکر کرنے والا زندہ اور ذکر نہ کرنے والا مردہ ہے) (بخاری و مسلم)

(باب چہارم: تعارفِ قرآن وحدیث)

سوال: شریعت اسلامی کے چار بنیادی ماخذ کون کون سے ہیں؟

جواب:

ماخذ کا معنی حاصل کرنے اور پانے کی جگہ یا ذریعہ ہے۔ اسلامی فقہ کے چار بنیادی ذرائع ہیں، جہاں سے کوئی فقیہ یا مجتہد مسائل شرعیہ کو اخذ کرتا ہے ان کی ترتیب درج ذیل ہے:

(۱) قرآن حکیم: فقہ اسلامی کا سب سے پہلا ماخذ اور دلیل قرآن حکیم ہے۔

(۲) سنت: قرآنِ حکیم کے بعد فقہ اسلامی کا دوسرا بنیادی ماخذ سنت نبوی ﷺ ہے۔

(۳) اجماع: اجماع کا لغوی معنی ہے: پکا ارادہ اور اتفاق۔ اصطلاحی طور پر اس کا معنی ہے: کسی زمانے میں اُمت محمدیہ کے مجتہدین کی رائے کا کسی شرعی مسئلے پر متفق ہو جانا۔

(۴) قیاس: قیاس کا لغوی معنی ہے: اندازہ کرنا، کسی شے کو اس کی مثل کی طرف لوٹانا۔ جب کسی ایک شے کے اچھے اور برے دونوں پہلو سامنے رکھ کر ان کا موازنہ کتاب وسنت میں موجود کسی شرعی ح?م کے ساتھ کیا جائے اور پھر کسی نتیجہ پر پہنچا جائے تو یہ عمل قیاس کہلاتا ہے۔

سوال: قرآن پاک کا مختصر تعارف پیش کریں۔

جواب:

قرآن کے لغوی معنی ہیں "پڑھنا"۔

شریعت کی اصطلاح میں اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ آسمانی کتابوں میں سب سے آخری کتاب جو حضور اکرم ﷺ پر نازل کی گئی، اسے قرآن مجید کہتے ہیں۔ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب ہے۔ اس نے تمام پچھلی آسمانی کتابوں کو منسوخ کر دیا۔ اب تا قیامت صرف قرآن پاک کے احکامات پر ہی عمل ہوگا۔

حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے:

خَيْرُكُم مَّنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهُ

"تم میں سب سے بہتر شخص وہ ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے۔" (بخاری)

سوال: قرآن پاک کے مختلف اسماء بیان کریں۔

جواب:

قرآن کریم کے پچپن نام ایسے ہیں جو خود آیاتِ قرآنیہ سے ماخوذ ہیں۔ ان میں سے چند اسماء مبارکہ مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) الکتاب: حقیقی کتاب۔

(۲) الفرقان: سچ اور جھوٹ میں فرق کرنے والی۔

(۳) البیان: اس کتاب کی ہر تعلیم واضح ہے۔

(۴) النور: روشنی اور ہدایت دکھانے والی۔

(۵) الشفاء: روحانی شفاء اور پیغام محبت۔

(۶) العلم: یہ کتاب سراپا علم و معرفت ہے۔

سوال: قرآن کا نزول کس طرح ہوا؟

جواب:

قرآن پاک نزول سے پہلے لوح محفوظ میں مکتوب تھا۔ارشاد باری تعالی ہے:

بَلْ هُوَ قُرْآنٌ مَّجِيْدٌ ، فِيْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ

ترجمہ: ''بلکہ یہ بڑی عظمت والا قرآن ہے۔جو لوحِ محفوظ میں درج ہے۔'' (سورۃ البروج: ۲۲،۲۱)

پھر لیلۃ القدر میں پورا قرآن آسمانِ دنیا پر نازل ہوا۔ارشاد باری تعالی ہے:

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْ أُنزِلَ فِيْهِ الْقُرْآنُ

ترجمہ: ''رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا۔'' (سورۃ البقرۃ: ۱۸۵)

جب آپ ﷺ کی عمر مبارک چالیس برس تھی غارِ حرا میں حضرت جبریل علیہ السلام تشریف لائے اور لفظ اقرا کے ذریعے آنحضرت ﷺ کے سینۂ مبارک پر قرآن کا نزول شروع ہوا۔قرآن پاک کا نزول ضرورت کے بقدر مختلف اوقات میں ہوتا رہا، اور ۲۳ سال کے عرصے میں حضرت جبرئیل ؑ کے واسطے سے نازل ہوا۔عام طور پر تین تین، چار چار آیتیں نازل ہوتیں، بعض اوقات پوری سورت بھی نازل ہو جاتی۔

سوال: قرآن پاک کی تین خصوصیات تحریر کریں۔

جواب:

قرآن پاک اللہ تعالی کی آخری آسمانی کتاب ہے جو حضور اکرم ﷺ پر نازل ہوئی۔قرآن پاک بہت سی خصوصیات اور فضائل کی حامل کتاب ہے، جن کا احاطہ کرنا بہت ہی مشکل ہے۔ان خصوصیات میں سے چند ایک کا تذکرہ یہاں کیا جاتا ہے:

۱۔ قرآن پاک ایک جامع کتاب ہے۔

۲۔ قرآن پاک نے سابقہ تمام آسمانی کتابوں کو منسوخ کر دیا ہے۔

۳۔ قرآن پاک ایک عالم گیر کتاب ہے۔

۴۔ قرآن پاک کی حفاظت کی ذمہ خود خدائے بزرگ و برتر نے لے رکھی ہے۔

۵۔ قرآن پاک کے ایک حرف کی تلاوت کے عوض دس نیکیاں ملتی ہیں۔

سوال: مکی اور مدنی سورتوں میں کیا فرق ہے؟

جواب:

مکی اور مدنی سورتوں میں یوں فرق بیان کیا جا سکتا ہے:

مکی سورتیں	مدنی سورتیں
۱۔مکی سورتوں سے مراد وہ سورتیں ہیں جو ہجرتِ مدینہ سے پہلے نازل ہوئیں۔	۱۔مدنی سورتیں وہ جو ہجرتِ مدینہ کے بعد نازل ہوئیں۔
۲۔مکی سورتوں کے نزول کا عرصہ 13 سال ہے۔	۲۔مدنی سورتوں کے نزول کا عرصہ 10 سال ہے۔
۳۔مکی سورتوں کی تعداد 87 ہے۔	۳۔مدنی سورتوں کی تعداد 27 ہے۔
۴۔مکی سورتوں میں زیادہ تر بنیادی عقائد اور گذشتہ اقوام کے قصے بیان کئے گئے ہیں۔	۴۔مدنی سورتوں میں زیادہ تر عبادت، احکامات اور حدود بیان کی گئی ہیں۔

سوال: تدوین قرآن سے کیا مراد ہے؟

جواب:

تدوین کے لفظی معنی ہیں جمع کرنا۔

تدوین قرآن سے مراد یہ ہے کہ ابتداء میں قرآن پاک کتابی شکل میں موجود نہ تھا بلکہ مختلف چیزوں پر لکھا ہوا ہونے کے ساتھ ساتھ لوگوں کے سینوں میں محفوظ تھا۔ جب جنگ یمامہ میں کئی سو حفاظِ قرآن شہید ہو گئے تو حضرت عمرؓ نے خلیفہ اول حضرت ابو بکر صدیقؓ سے درخواست کی کہ قرآن پاک کو کتابی شکل میں محفوظ کیا جائے۔ چنانچہ ۷۵ صحابہ کرامؓ کی مستقل کمیٹی بنائی گئی اور اس طرح اجماع صحابہ سے قرآن مجید کا ایک نسخہ تیار کروایا گیا۔

سوال: حفاظتِ قرآن سے کیا مراد ہے؟

جواب:

قرآن کریم کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ یہ آخری الہامی کتاب ہے جو چودہ سو سال سے اپنی اصلی حالت میں لفظاً، حرفاً اور اِعراباً موجود ہے۔ قرآن کریم کی ابتدائی آیات ہی میں قاری کو ہدایت کی جاتی ہے کہ اپنے دل و دماغ کو اس عمل کیلئے تیار کر لو کیونکہ:

ذَلِکَ الْکِتَابُ لاَ رَیْبَ فِیْهِ

ترجمہ: ''یہ وہ کتاب ہے کہ جس میں کوئی شک نہیں'' (سورۃ البقرۃ: ۲)

تمام الہامی کتب میں قرآن کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ اس کی حفاظت کی ذمہ داری خود خدائے بزرگ و برتر نے لے رکھی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَهُ لَحَافِظُون

ترجمہ: ''اور ہم نے اس ذکر (قرآن) کو نازل کیا اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔''

سوال: حفاظتِ قرآن کے دو اہم طریقے کون سے ہیں؟

جواب:

اللہ تعالیٰ کی جانب سے قرآن مجید کی حفاظت کے لیے جو انتظامات فرمائے گئے ان میں سے دو اہم طریقے صدری حفاظت (سینہ بہ سینہ) اور کتابی حفاظت کے ہیں۔

(۱) صدری حفاظت: ابتدائے نزول سے قرآن مجید کی حفاظت جس طرح ''لکھ کر'' ہوئی ہے، اس سے کہیں زیادہ ''حفظ'' کے ذریعہ ہوئی ہے، سینہ بہ سینہ حفظ کی خصوصیت صرف اسی آخری کتابِ الٰہی کو نصیب ہوئی، تورات، انجیل اور دوسری آسمانی کتابوں اور صحیفوں کی حفاظت صرف سفینہ میں ہوئی، اس لیے وہ تغیر وتبدل اور دوسرے حوادث کا شکار ہوگئیں، قرآن مجید کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

وَمُنَزِّلٌ عَلَيْكَ كِتَابًا لا يَغْسِلُهُ الْمَاءُ

(ترجمہ:) میں آپ پر ایسی کتاب نازل کرنے والا ہوں جس کو پانی نہیں دھو سکے گا۔ (صحیح مسلم)

(۲) کتابی حفاظت: زبانی یاد کرنے اور کرانے کے ساتھ ہی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے آیات کی حفاظت کے لیے کتابت (لکھوانے) کا بھی خوب اہتمام فرمایا، نزول کے ساتھ ہی بلا تاخیر آیات قلم بند کرا دیتے تھے۔ اور ارشاد فرماتے کہ اس آیت کو اس سورت میں لکھو جس میں فلاں فلاں آیتیں ہیں۔

سوال: مصحف امام سے کیا مراد ہے؟

جواب:

حضرت عثمان غنیؓ کے دور میں قرآن پاک کا جو نسخہ تیار کیا گیا اسے ''مصحفِ امام'' کہتے ہیں۔ اس مصحف کا حضرت ابوبکر صدیقؓ کے دور میں جمع کیے گئے مصحف سے لفظ بہ لفظ تقابل کر کے اطمینان کیا گیا۔ اس مصحف کے جمع وترتیب کا کام ۲۴ھ کے اواخر اور ۲۵ھ کے اوائل میں مکمل کیا گیا۔ اس کی سات نقلیں کرا کے مکہ مکرمہ، شام، یمن، بحرین، بصرہ، کوفہ اور مدینہ منورہ جیسے مرکزی مقامات پر رکھوا دی گئیں۔ اس طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرامؓ کی انتھک محنت کے باعث قرآن مجید ایک ہی لہجے اور لغت پر ساری دنیا میں رائج ہوا۔

سوال: ابتدائی طور پر قرآن کن چیزوں پر لکھا گیا؟

جواب:

نزولِ قرآن مجید کے زمانہ میں ایجادات ومصنوعات کی کمی ضرور تھی، جس طرح آج کاغذ، قلم اور دوات کی بے شمار قسمیں دریافت ہیں، اس زمانہ میں اتنی ہرگز نہ تھیں۔ لیکن ایسا بھی نہیں کہ اس وقت کاغذ اور کتابیں دریافت نہ تھیں۔ قرآن مجید کی کتابت کے

لیے بھی اس وقت کی ایسی پائیدار چیزیں استعمال کی گئیں، جن میں حوادث و آفات کے مقابلے کی صلاحیت نسبتاً زیادہ تھی، تاکہ مدتِ دراز تک محفوظ رکھا جا سکے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی تحقیق کے مطابق کتابتِ قرآن میں درج ذیل چیزیں استعمال کی گئیں:

(۱) زیادہ تر پتھروں کی چوڑی اور پتلی سلوں کو استعمال کیا گیا۔

(۲) اونٹوں کے مونڈھوں کی چوڑی گول ہڈیوں پر بھی لکھا گیا۔

(۳) چمڑوں کے کافی باریک پارچوں پر بھی قرآن مجید لکھا جاتا تھا۔

(۴) بانس کے ٹکڑوں پر بھی آیات لکھی جاتی تھیں۔

(۵) درخت کے چوڑے اور صاف پتے بھی کتابت کے لیے استعمال ہوتے تھے۔

(۶) کھجور کی شاخوں کی چوڑی جڑوں اور کھجور کے جڑے ہوئے پتوں کو کھول کر ان کو بھی استعمال کیا گیا۔

(۷) محدثین نے کاغذ پر بھی کتابتِ قرآن کا ذکر کیا ہے۔

سوال: حدیث کی تعریف اور اقسام بیان کریں۔

جواب:

حدیث کے لغوی معنی ہیں "خبر یا بات چیت"

شریعت کی اصطلاح میں حدیث وہ خبر ہے جس کے ذریعے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی قول، فعل یا تقریر معلوم ہو۔ اس طرح حدیث کی تین قسمیں بنتی ہیں جو درج ذیل ہیں:

حدیثِ قولی:

وہ حدیث جس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کے بارے میں ہدایات عطا کی ہوں یعنی اس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی ہدایات کا ذکر ہو۔

حدیثِ فعلی:

وہ حدیث جس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اختیار کردہ کوئی بھی کام اور طریقہ ذکر کیا جائے۔

حدیثِ تقریری:

وہ حدیث جس میں ایسے امور کا تذکرہ ہو جو حضور ﷺ کے سامنے کیے گئے اور آپ نے ان پر خاموشی اختیار کی، یعنی اگر ان امور کے بارے میں کوئی ممانعت یا وضاحت ضروری ہوتی تو آپ ضرور رہنمائی فرماتے۔ آپ ﷺ کا ان امور پر خاموش رہنا ان کی تصدیق کے مترادف ہے۔

سوال: سنت سے کیا مراد ہے؟

جواب:

سنت کے لغوی معنی ہیں "طریقہ یا راستہ"، چاہے اچھا ہو یا برا۔

شریعت کی اصطلاح میں سنتِ رسول کا مطلب حضور اکرم ﷺ کے اختیار کردہ امور اور آپ ﷺ کی ہدایات ہیں۔ جمہور محدثین کے

نزدیک حضور اکرم ﷺ کے جملہ اقوال، افعال، تقریرات، مغازی اور اخلاقِ جلیلہ کو سنت کہا جاتا ہے، حتیٰ کہ بعثت سے قبل کے احوال بھی سنت کے ضمن میں آتے ہیں۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے:

عَلَيُكُمُ بِسُنَّتِيُ

ترجمہ: تم پر میری سنت (پر عمل کرنا) لازم ہے۔

سوال: حدیث اور سنت میں کیا فرق ہے؟

جواب:

حدیث اور سنت کے درمیان یوں فرق کیا جاسکتا ہے:

حدیث	سنت
ا۔ حدیث کے لفظی معنی بات چیت کے ہیں۔ ۲۔ حدیث سے مراد آپ ﷺ کے اقوال، افعال، تقریرات، مغازی اور اخلاق جلیلہ ہیں۔ ۳۔ حدیث میں آپ ﷺ کی صرف بعثت کے بعد کی زندگی شامل کی جاتی ہیں۔	ا۔ سنت کے لفظی معنی طریقہ کے ہیں۔ ۲۔ سنت سے مراد آپ ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے طور وطریقے ہیں۔ ۳۔ سنت میں آپ ﷺ کی بعثت سے قبل کے احوال بھی شامل کیے جاتے ہیں۔

سوال: تدوین حدیث سے کیا مراد ہے؟

جواب:

تدوین کے لفظی معنی ہیں جمع کرنا۔

تدوین حدیث سے مراد یہ ہے کہ ابتداء میں احادیث رسول ﷺ کو لکھنے کا رواج نہیں تھا۔ صحابہ کرامؓ اپنے عمدہ حافظے کی بدولت احادیث سن کر یاد کرلیا کرتے تھے۔ عہد صحابہ کے بعد تابعین کے دور میں بھی عام طور پر زیادہ توجہ حفظِ حدیث کی جانب رہی۔ تاہم چونکہ لکھنے کا فن عام ہورہا تھا اس لیے اکثر ہوگ اپنے طور پر احادیث لکھنے لگے تھے۔ جب ۹۹ھ میں حضرت عمر بن عبد العزیزؒ خلیفہ بنے تو آپ نے حفاظت حدیث کی نیت سے تمام شہروں کے حکام کے نام فرامین بھیجے کہ احادیث نبویہ کو تلاش کر کے جمع کیا جائے۔ اس طرح احادیث کی تدوین کے کام پر پورے عالم اسلام میں توجہ دی گئی اور کئی ضخیم و مستند کتب حدیث مرتب ہوئیں جن میں صحاح ستہ زیادہ مشہور ہوئیں جو مدتوں سے درسی کتابوں کے طور پر عالم اسلام میں مستعمل ہیں۔

سوال: تدوین حدیث کے تینوں ادوار بیان کریں۔

جواب:

تدوین حدیث کے کل تین مراحل ہیں جو اس تاریخ کو اپنے اندر سموتے ہیں کہ حدیث رسول ﷺ کس طرح مرحلہ وار تاریخی

اور تحقیقی معیارات سے گذر کر ہم تک پہنچی۔ اور امین وصادق علماء کے ذریعے پہنچی جن پر اعتبار کرنا شاید اس اعتبار سے زیادہ بہتر ہے جو آج کے دور میں بد عملی، جھوٹ، منافقت اور کینہ وحسد میں ملوث جاہل ولاتعلق لوگوں پر کیا جاتا ہے۔ اس لئے تدوین حدیث کا یہ عظیم سفر اپنی بھرپور تاریخ رکھتا ہے جس سے ہر طالب علم کا آگاہ ہونا ضروری ہے۔

پہلا مرحلہ: یہ عصرِ نبوی اور دورِ صحابہ کرام وتابعین ہے۔

دوسرا مرحلہ: یہ دوسری وتیسری صدی ہجری کا زمانہ ہے۔

تیسرا مرحلہ: امام بخاری رحمہ اللہ کا زمانہ اور ان کے بعد کا زمانہ ہے۔

سوال: صحاح ستہ سے کیا مراد ہے؟

جواب:

ستہ کے معنی ہیں چھ، اور صحاح صحیح کی جمع ہے۔ صحاح ستہ سے مراد حدیث کی وہ چھ کتابیں ہیں جنھیں سند اور رواۃ کے لحاظ سے مستند اور معتبر تسلیم کیا جاتا ہے۔

صحاح ستہ مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) صحیح البخاری: امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل البخاریؒ

(۲) صحیح المسلم: امام مسلم بن حجاج بن مسلمؒ

(۳) جامع الترمذی: امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ الترمذیؒ

(۴) سنن ابوداؤد: امام ابوداؤد سلیمان بن اشعثؒ

(۵) سنن نسائی: امام ابوعبدالرحمان احمد بن علی النسائیؒ

(۶) سنن ابنِ ماجہ: امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہؒ

سوال: اصول اربعہ کے نام تحریر کریں۔

جواب:

اصول اربعہ سے مراد یہ چار کتابیں ہیں جو فقہ جعفریہ کی مستند ترین ذخائر حدیث ہیں:

(۱) الکافی: ابوجعفر محمد بن یعقوب الکلینی

(۲) من لایحضرہ الفقیہ: ابوجعفر محمد بن علی بن بابویہ قمی

(۳) الاستبصار: ابوجعفر محمد بن الحسن الطّوسی

(۴) تہذیب الاحکام: ابوجعفر محمد بن الحسن الطّوسی

☆......☆......☆

تفصیلی سوالات وجوابات
M.HARIS BASIM

باب اول : بنیادی عقائد

سوال: عقیدہ توحید کی وضاحت کریں۔ انسانی زندگی پر اس کے انفرادی اور اجتماعی اثرات بیان کریں۔

عقیدۂ توحید

که ہے ذاتِ واحد عبادت کے لائق — زبان اور دل کی شہادت کے لائق
اسی کے ہیں فرماں اطاعت کے لائق — اسی کی ہے سرکار خدمت کے لائق

لگاؤ تو لو اس سے اپنی لگاؤ
جھکاؤ تو سر اس کے آگے جھکاؤ

عقیدہ:

عقیدہ کے لغوی معنی ہیں ''گرہ لگانا'' یا ''باندھنا''
شریعت کی اصطلاح میں انسان کے پختہ واٹل نظریات ''عقائد'' کہلاتے ہیں۔

توحید:

توحید کے لغوی معنی ہیں ''ایک ماننا''۔
اصطلاح میں اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات اور صفتی تقاضوں میں اللہ تعالیٰ کو یکتا جاننا اور کسی کو شریک نہ ٹھہرانا توحید کہلاتا ہے۔

عقیدہ توحید کی وضاحت:

توحید کی تین قسمیں ہیں۔

(i) ذات میں توحید: یعنی خدا اپنی ذات میں واحد یکتا ہے۔

(ii) صفات میں توحید: یعنی خدا اپنی صفات کا واحد مالک ہے۔

(iii) صفت کے تقاضوں میں توحید/عبادت میں توحید: اللہ تعالیٰ کی صفات کاملہ تمام نوع انسانی سے اس بات کی متقاضی ہیں کہ ایک اللہ کا حکم مانا جائے اور صرف اسی کی عبادت کی جائے۔

توحید اور شرک میں فرق:

توحید کا مطلب ہے اللہ کو ذات وصفات میں یکتا ماننا جبکہ شرک کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کی ذات وصفات میں کسی اور کو شریک ٹھہرانا۔

عقیدۂ توحید قرآن کی روشنی میں:

(i) قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ .

ترجمہ: کہہ دیجئے وہ اللہ ایک ہے۔ (سورۃ الاخلاص: ۱)

اعداد و ترتیب: حافظ محمد حارث باسم (harisbasim@gmail.com)

(ii) وَاِلٰـهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ .

ترجمہ: اور تمہارا معبود ایک ہی ہے۔ (سورۃ البقرۃ: ۱۶۳)

(iii) لَوْ كَانَ فِيْهِمَا آلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا .

ترجمہ: اگر ان دونوں (زمین و آسمان) میں اللہ کے سوا اور معبود ہوتے تو یہ دونوں تباہ ہو جاتے۔ (سورۃ الانبیاء: ۲۲)

عقیدۂ توحید احادیث کی روشنی میں:

(i) يُخْرَجُ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

ترجمہ: جس نے لا الٰہ الا اللہ کہا، جہنم سے نکال دیا جائے گا۔

(ii) ترجمہ: ''اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے، اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، نماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا اور حج کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا۔'' (سنن نسائی)

عقیدۂ توحید کے انسانی زندگی پر اثرات

انفرادی زندگی پر توحید کے اثرات:

عقیدۂ توحید انسان کی عملی زندگی میں دیرپا انقلاب برپا کرتا ہے اور انسان کی زندگی مندرجہ ذیل اثرات مرتب کرتا ہے۔

۱۔ جذبۂ خودداری:

عقیدۂ توحید کا حامل شخص خوددار ہوتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ سب کچھ اللہ ہی کی قدرت سے ممکن ہے اس لیے وہ اپنی تمام ضروریات کے لیے خدا ہی کے دربار سے رجوع کرتا ہے۔ وہ غیروں کے آگے ہاتھ پھیلانے کے مہلک مرض سے محفوظ رہتا ہے۔ اور جب جب ضرورت پڑتی ہے صرف اللہ ہی کی طرف رجوع کرتا ہے۔

۲۔ وسعت نظری:

تنگ نظری انسانی فطرت کا حصّہ ہے لیکن عقیدہ توحید پر یقین رکھنے والا شخص چونکہ اللہ کی کائنات میں غور و فکر کرتا ہے اور کائنات کی وسعت و کشادگی کا بذات خود مشاہدہ کرتا ہے تو اس کی تنگ نظری وسعت نظری میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ عقیدہ توحید کا حامل شخص وسیع النظر اور دقیق القلب ہوتا ہے۔

۳۔ قوت و شجاعت:

جو شخص عقیدہ توحید پر یقین رکھتا ہے اسے کسی اور کا ڈر نہیں ہوتا۔ کیونکہ ''جو خدا سے ڈرتا ہے وہ کسی سے نہیں ڈرتا''۔ توحید کی دولت سے مالا مال شخص اپنی ذات اللہ کے سپرد کر دیتا ہے، نتیجۃً ہر موڑ پر خدا کی مدد و نصرت اس کے ساتھ رہتی ہے، اس طرح وہ بہادر اور شجاع بن جاتا ہے۔

۴۔ رجائیت:

کامیاب انسان کی زندگی بیم و رجا یعنی خوف اور امید کے درمیان چلتی ہے۔ عقیدہ توحید کا حامل شخص کسی حال میں مایوس نہیں ہوتا بلکہ دکھ اور سکھ دونوں کو اللہ کی جانب سے سمجھ کر صبر و شکر کا مظاہرہ کرتا ہے کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا حکم ہے:

''لَا تَقْنَطُوا مِن رَّحْمَةِ اللهِ.''

ترجمہ: ''اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو۔''

چنانچہ عقیدہ توحید رکھنے والا شخص مایوسی کو بالائے طاق رکھ کر اللہ کے دربار میں سجدہ ریز ہوکر اپنی حاجت روائی کے لیے دعا کرتا ہے۔

۵۔ اطمینان قلب:

نوع انسانی کے قلوب کا سکون واطمینان اللہ کے ذکر ہی میں مضمر ہے۔ جیسا کہ اللہ پاک کا ارشاد ہے:

''أَلَا بِذِكْرِ اللهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوب.''

ترجمہ: ''خوب سمجھ لو کہ اللہ کے ذکر سے دلوں کو اطمینان ہو جاتا ہے۔'' (سورۃ الرعد: ۲۸)

عقیدہ توحید رکھنے والا شخص ہمہ وقت اللہ کے ذکر مشغول رہ کر اپنے دل کو مطمئن رکھتا ہے۔

۶۔ تہذیب نفس:

انسانی نفس ہر حال میں تہذیب و تنقیح کا محتاج ہوتا ہے۔ عقیدہ توحید انسانی نفوس میں سے غیر اللہ کے اثرات کو ختم کر کے انسان کی تہذیب میں اہم اور اساسی کردار ادا کرتا ہے۔

۷۔ عجز وانکساری:

عقیدہ توحید رکھنے والا شخص یوں تو لوگوں سے بے نیاز ہوتا ہے لیکن دوسری طرف اللہ تعالیٰ کے حضور اپنی خطاؤں اور گناہوں کا اعتراف کرتے ہوئے عاجزی وانکساری کا مظاہرہ کرتا ہے اور خود کو غرور اور تکبر جیسی روح کی گھناؤنی بیماریوں سے محفوظ رکھتا ہے۔

۸۔ صبر وتوکل:

عقیدہ توحید سے انسان میں صبر وتوکل کی بے پناہ صلاحیت پیدا ہوجاتی ہے۔ اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ انسان ہر قسم کی کوشش چھوڑ کر ہاتھ پر ہاتھ دھرے منتظر فردا ہو جائے بلکہ اچھے مقاصد کے لیے حتی المقدور کوشش کرے اور نتیجہ کو خدا پر چھوڑ دے۔

''وَمَن يَتَوَكَّلْ عَلَى اللهِ فَهُوَ حَسْبُهُ''

ترجمہ: ''جو اللہ پر بھروسہ رکھتا ہے تو وہی اس کے لیے کافی ہے۔'' (سورۃ طلاق: ۳)

۹۔ تقویٰ وپرہیزگاری:

عجز وانکساری اور صبر وتوکل جیسے اوصاف حمیدہ کے پیدا ہو جانے سے عقیدہ توحید کا حامل شخص اپنے کردار اور رویہ کو اللہ اور اس کے رسول کے عین مطابق بنالیتا ہے۔ اسے پکا یقین ہوجاتا ہے کہ اللہ اسے دیکھ رہا ہے لہٰذا وہ خلوت وجلوت میں کہیں بھی گناہ کا ارتکاب نہیں کرتا۔ اور تقویٰ کے سبب اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اس کے ہر کام میں آسانیاں پیدا فرماتے ہیں۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

''وَمَن يَتَّقِ اللهَ يَجْعَل لَّهُ مَخْرَجاً''

ترجمہ: ''اور جو کوئی اللہ سے ڈرے گا، اللہ اس کے لئے مشکل سے نکلنے کا راستہ پیدا کر دے گا۔'' (سورۃ طلاق: ۲)

اجتماعی زندگی پر توحید کے اثرات

انفرادی زندگی کی طرح عقیدہ توحید کے حامل معاشرہ پر بھی توحید کے گرانقدر اثرات مرتب ہوتے ہیں جن میں سے چند ایک مندرجہ ذیل ہیں۔

۱-اللہ کی حاکمیت:

جس معاشرہ میں رہنے والے عقیدہ توحید پر یقین رکھتے ہوں وہاں کسی چنگیز و تیمور کی نہیں بلکہ خدائے تعالیٰ واحد کی حاکمیت قائم ہوتی ہے۔اسی کے حکم کردہ امور کو حق اور سچ قرار دیا جاتا ہے اور اس کے منع کردہ امور باطل سمجھ کر ترک کیا جاتا ہے۔

"اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ"

ترجمہ: "حکم تو صرف اللہ ہی کا (چلتا) ہے۔" (سورۂ یوسف: ۴۰)

۲-اخوت (بھائی چارگی):

اسلام نے ہمیشہ اخوت اسلامی اور وحدت کا درس دیا ہے۔طلوع اسلام سے پہلے عرب نفرتوں اور فرقہ وارانہ فساد میں گھرے ہوئے تھے۔ذرا ذرا سی باتوں پر تلواریں بے نیام ہو جاتی تھیں۔ یہ عقیدۂ توحید ہی تھا جس کے سبب اور آپ ﷺ کے پیغام توحید کی بدولت ان کے پتھر دل موم ہو گئے اور ان پر یہ حقیقت آشکار ہوئی کہ وہ سب اللہ کے بندے اور آپس میں بھائی بھائی ہیں۔قرآن نے کہا:

"اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ ."

"بے شک مومن (آپس میں) بھائی بھائی ہیں۔"(سورۃ الحجرات: ۱۰)

۳-حدوداللہ کی پاسداری:

عقیدہ توحید کے حامل معاشرے میں اللہ کی حدود کا قیام یقینی بنایا جاتا ہے اور کسی مجرم کو معاف نہیں کیا جاتا، چاہے وہ کسی بھی طبقہ سے تعلق رکھتا ہو۔جس کی بدولت تخریب کار اور مفسدین ہر طرح کے دنگا فساد سے پرہیز کرتے ہیں اور معاشرے میں امن وسلامتی کا ماحول قائم ہوتا ہے۔قرآن پاک میں خدائے ذوالجلال نے جابجا حدوداللہ کی پاسداری کا حکم صادر فرمایا ہے۔چنانچہ ارشاد ہے:

تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا وَمَن يَتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَأُوْلٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ

ترجمہ: یہ اللہ کی مقرر کی ہوئی حدود ہیں، لہٰذا ان سے تجاوز نہ کرو۔اور جو لوگ اللہ کی حدود سے تجاوز کرتے ہیں وہ بڑے ظالم لوگ ہیں۔ (سورۃ البقرۃ: ۲۲۹)

۴-پرامن ماحول:

جب حدوداللہ کا قیام حتی الوسع ممکن بنایا جائے تو کشیدگی اور ماحول کی بدمزاجی امن وآشتی میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ ہر مجرم جانتا ہے کہ اگر جرم کیا تو سزا بھگتنی پڑے گی لہٰذا وہ ہر جرم سے دور رہتا ہے جس کے نتیجے میں معاشرے میں امن کا قیام ممکن ہو جاتا ہے۔یہ بھی عقیدۂ توحید ہی کی مرہونِ منت ہے۔

۵-پاکیزہ معاشرہ:

جس طرح عقیدہ توحید انسان کی انفرادی زندگی پر اثرات مرتب کرتا ہے بالکل ویسے ہی اجتماعی زندگی پر بھی اس کے نہایت

ہی پاکیزہ اثرات مرتب ہوتے ہیں جس کا ثمرہ ایک پاکیزہ معاشرے کی صورت میں سامنے آتا ہے۔

☆......☆......☆

سوال: عقیدۂ رسالت کی اہمیت بیان کریں۔ انبیاء کرام کی خصوصیات تحریر کریں......یا......رسالت محمدی ﷺ کی خصوصیات بیان کریں۔

عقیدہ رسالت

عقیدہ:

عقیدہ کے لغوی معنی ہیں ''گرہ لگانا'' یا ''باندھنا''۔

شریعت کی اصطلاح میں انسان کے پختہ واٹل نظریات ''عقائد'' کہلاتے ہیں۔

رسالت:

رسالت کے معنی ہیں پیغام پہنچانا۔

اصطلاح میں رسالت سے مراد اللہ کے منتخب کردہ وہ لوگ ہیں جو عام انسانوں تک اللہ کے ترجمان کا کردار ادا کرتے ہیں اور وحی کے ذریعے احکام خداوندی بندوں تک منتقل کرتے ہیں۔

نبی ورسول میں فرق:

رسول سے مراد وہ نبی جسے مستقل شریعت اور کتاب دی گئی ہو جبکہ نبی کوئی شریعت و کتاب عطا نہیں کی جاتی بلکہ وہ سابقہ شریعت کو ہی لے کر تبلیغ ودعوت کا کام کرتا ہے۔

عقیدۂ رسالت قرآن کی روشنی میں:

(i) وَلِكُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولٌ .

ترجمہ: ''ہر امت کے لیے ایک رسول ہے۔'' (سورۃ یونس: ۴۷)

(ii) اَللّٰهُ أَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهُ .

ترجمہ: ''اللہ زیادہ بہتر جانتا ہے کہ اسے اپنی رسالت کس کے سپرد کرنی ہے۔'' (سورۃ الانعام: ۱۲۴)

(iii) وَمَا أَرْسَلْنَا مِن رَّسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللهِ .

ترجمہ: ''اور ہم نے جو بھی رسول بھیجا وہ اسی لیے بھیجا کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے۔'' (سورۃ النساء: ۶۴)

عقیدۂ رسالت احادیث کی روشنی میں:

(i) حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میں نے حضور اکرم ﷺ سوال کیا کہ انبیاء کتنے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ایک لاکھ چوبیس ہزار یا زیادہ میں نے سوال کیا: ان میں رسول کتنے ہیں تو فرمایا: تین سو تیرہ........

انبیاء کرام کی خصوصیات

انبیاء کرام میں درج ذیل خصوصیات پائی جاتی ہیں۔

۱۔ بشریت/ انسانیت:

انبیاء کرام کی پہلی خصوصیت یہ ہے کہ تمام انبیاء کا تعلق نوع بشر انسانی سے ہی رہا ہے کیونکہ انسانوں میں رہ کر اللہ کے احکامات کو عملی جامہ پہنانا کسی فرشتہ کے بس کی بات نہیں، اس کے لیے انسان ہی موزوں ہے۔ چنانچہ حضور اکرم ﷺ سے بھی یہ اعلان کروایا گیا:

قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ

ترجمہ: ''کہہ دیجئے کہ بے شک میں صرف تمہاری طرح کا بشر ہوں۔'' (سورۃ الکھف: ۱۱۰)

۲۔ معصومیت:

انبیاء کرام کی ایک اور خصوصیت یہ تھی تمام انبیاء ہر قسم کے صغیرہ وکبیرہ گناہ سے پاک رہے۔ یہ انبیاء کا ہی خاصہ ہے کہ نبوت سے پہلے اور نبوت کے بعد حضرات انبیاء سے کوئی گناہ سرزد نہیں ہوا۔ انبیاء کرام کے سوا کوئی معصوم نہیں۔

۳۔ حسن اخلاق:

بہترین اخلاق وہ کارآمد ہتھیار ہے جس کے ذریعے پتھر کو موم کیا جا سکتا ہے، نبوت ایک ایسا عمل ہے جس میں جہالت سے آئی انسانیت کو ہدایت کے چراغ دکھائے جاتے ہیں جس کے لیے حسن اخلاق کی بے پناہ ضرورت ہے۔ تمام انبیاء کرام اس روحانی اسلحہ سے لیس تھے۔

۴۔ وہبیت:

نبوت اک ایسا منصب ہے جو ذاتی جدوجہد اور سعی سے حاصل نہیں ہوتا بلکہ اللہ تبارک وتعالیٰ جسے چاہتے ہیں منتخب فرماتے ہیں۔ گویا نبوت کسبی نہیں بلکہ خداداد اعزاز ہے جو اللہ کے منتخب بندوں کو عطا کیا جاتا ہے۔

۵۔ زہد وتقویٰ:

اگرچہ نبوت ایک کسبی منصب نہیں ہے لیکن تمام انبیاء کرام بعثت ملنے سے پہلے ہی نہایت برگزیدہ اور متقی و پرہیزگار ہوتے ہیں، عام انسانوں کی بنسبت کہیں درجہ زیادہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی عبادت و بندگی کرتے ہیں۔

۶۔ دعوت الی اللہ:

تمام انبیاء میں قدر مشترک یہ رہی کہ تمام انبیاء کا ایک ہی نعرہ اور ایک ہی دعوت تھی کہ:

قُولُوا لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ.

''کہہ دو اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔''

تمام انبیاء کی ایک ہی دعوت رہی کہ ایک اللہ کی عبادت کرو، اسی کے حضور سجدہ ریز رہو، اسی میں تمہاری کامیابی وکامرانی مضمر ہے۔

۷۔بہترین رہنما:

ہر نبی اپنی قوم کے لیے ایک مکمل اور بہترین رہنما کا کردار ادا کرتا ہے، تمام انسانوں کی بنسبت ایک نبی میں کہیں زیادہ قائدانہ صلاحیتیں ودیعت رکھی جاتی ہیں جن کو بروئے کار لا کر وہ اپنی قوم کی بہترین اصلاح کا انتظام کرتا ہے۔

۸۔تعلیمات من جانب اللہ:

انبیاء کرام دین اور شریعت کی کوئی بھی بات کرتے ہیں اس میں ذرہ بھر بھی ان کی مرضی یا ذاتی رائے کا دخل نہیں ہوتا بلکہ اللہ تعالیٰ فرشتے کے واسطے سے انبیاء علیہم السلام تک اپنے احکامات وحی فرماتے ہیں اور تمام انبیاء اللہ کی طرف سے وحی کردہ احکام وتعلیمات ہی لوگوں تک پہنچاتے ہیں۔

وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَى ،إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَى

ترجمہ: ''اور یہ اپنی نفسانی خواہش سے باتیں نہیں بناتے، (بلکہ) ان کا ارشاد وحی ہی ہے جو ان بھیجی جاتی ہے۔'' (سورۃ النجم: ۳،۴)

۹۔واجبِ اطاعت:

انبیائے کرام کی اطاعت ضروری ہوتی ہے۔ نبی، اللہ کا راستہ دکھاتا ہے اس لیے اس کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہوتی ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَمَا أَرْسَلْنَا مِن رَّسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللهِ

ترجمہ: ''اور ہم نے کوئی رسول اس کے سوا کسی اور مقصد کیلئے نہیں بھیجا کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے۔'' (سورۃ النساء:٦٤)

۱۰۔نبوت کا اصل مقصد:

نبوت کا اصل مقصد ''اعلائے کلمۃ اللہ'' رہا، یعنی زمین پر اللہ کا قانون جاری ہو جائے اور اللہ کا دین تمام ادیانِ باطلہ پر غالب آجائے۔چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

هُوَ الَّذِىٓ أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَى وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ

ترجمہ: ''وہی تو ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تاکہ اسے تمام دینوں پر غالب کردے۔'' (سورۃ الصّف: ۹)

رسالت محمدیﷺ کی خصوصیات

طلوع اسلام سے پہلے عرب جہالت کے اندھیروں میں گھرے ہوئے انتہائی پسماندہ، غیر مہذب، جاہل اور مشرکانہ رسومات کے پابند تھے۔قتل و غارت گری، لوٹ مار، فحاشی کا دور دورہ تھا۔ایسے میں خداوند تعالیٰ کو انسانیت پر رحم آیا اور حضور اقدس ﷺ کو نبوت سے سرفراز فرما کر تاریکیوں میں ڈوبے عربوں کی ہدایت و رہنمائی کا انتظام فرمایا۔ بقول الطاف حسین حالی ؎

یکایک ہوئی غیرتِ حق کو حرکت بڑھا جانبِ بو قبیس ابرِ رحمت
ادا خاکِ بطحا نے کی وہ ودیعت چلے آتے تھے جس کی دیتے شہادت
ہوئی پہلوئے آمنہ سے ہویدا
دعائے خلیل اور نویدِ مسیحا

آپ ﷺ کی ذات اقدس ان خصوصیات کی بطور خاص حامل تھی:

۱-رسالت عامہ:

حضور اکرم ﷺ سے پہلے جتنے بھی انبیاء آئے ان کی رسالت ان کی قوم اور زمانے تک محدود رہی، یہی وجہ ہے کہ ایک ہی وقت میں مختلف اقوام میں مختلف انبیاء موجود رہے۔لیکن جناب محمد رسول اللہ ﷺ کو عالمگیر رسالت سے نوازا گیا جو کسی وقت، زمانہ یا قوم تک محدود نہیں، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَا أَرۡسَلۡنَاکَ إِلَّا کَآفَّةً لِّلنَّاسِ

ترجمہ: ''اور (اے پیغمبر) ہم نے تو آپ کو سارے ہی انسانوں کے واسطے رسول بنا کر بھیجا ہے۔'' (سورۃ سبا: ۲۸)

۲-سابقہ شریعتوں کی منسوخی:

شریعت محمدی میں نفاذ کے بعد پچھلی ساری شریعتوں کو منسوخ کر دیا گیا ہے، جن سے مراد شریعت موسوی (حضرت موسیٰ علیہ السلام)، شریعت عیسوی (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) اور تمام شرائع سابقہ ہیں۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''وَمَن يَبۡتَغِ غَيۡرَ الۡإِسۡلَامِ دِيناً فَلَن يُقۡبَلَ مِنۡهُ ''

ترجمہ: ''اور جو کوئی اسلام کے سوا کوئی اور دین کو تلاش کرے گا سو وہ اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا۔'' (سورۃ آل عمران: ۸۵)

۳-حفاظت کتاب:

اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہ السلام پر بہت سی کتابیں نازل کیں لیکن اہل کتاب نے ان آسمانی کتابوں کی اصلی شکل تبدیل کرتے ہوئے ان میں طرح طرح کی تحریفیں کر ڈالیں، لیکن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کردہ کتاب ''قرآن مجید'' کی حفاظت کی ذمہ داری خود اللہ تعالیٰ نے لی ہے۔اس میں کوئی شخص معمولی سی بھی تبدیلی و تحریف نہیں کر سکتا۔ ارشاد باری تعالی ہے:

''إِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُون''

ترجمہ: ''بے شک ہم نے یہ ذکر (قرآن) نازل کیا اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔'' (سورۃ الحجر: ۹)

۴-سنت نبوی ﷺ کی حفاظت:

اللہ کی طرف سے رسول اکرم ﷺ کی سنت کی حفاظت کا بھی عظیم انتظام کیا گیا ہے۔ ہر دور میں محدثین کرام کی ایسی جماعت موجود رہی جس نے سنت نبوی ؐ کی حفاظت کے لیے اپنی زندگیاں وقف کر دیں۔ چونکہ سنت، قرآن مجید کی شرح ہے جو قیامت تک کے انسانوں کیلئے سرچشمۂ ہدایت ہے، اسلئے اللہ نے جس طرح قرآن مجید کی حفاظت کا انتظام کیا، اسی طرح سنت نبوی ؐ کی حفاظت کا انتظام بھی فرما دیا۔

۵-تکمیل دین:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک کامل شریعت عنایت ہوئی۔آپ ﷺ آخری نبی ہیں اور آپ ﷺ پر دین کی تکمیل ہو گئی ہے چنانچہ ارشاد ہے:

الۡيَوۡمَ أَکۡمَلۡتُ لَکُمۡ دِيۡنَکُمۡ......

ترجمہ: ''آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا......'' (سورۃ المائدۃ: ۳)

۶۔ختم نبوت:

ختم نبوت کا مفہوم یہ ہے کہ نبوت کا وہ مبارک سلسلہ جو حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوا وہ ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں سے چلتا ہوا آخرکار حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پایہ تکمیل کو پہنچا۔اب کوئی حقیقی یا بروزی نبی نہیں آئے گا ۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''مَّا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَكِن رَّسُولَ اللهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ''

ترجمہ:''محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں مگر وہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں۔''

(سورۃ الاحزاب: ۴۰)

۷۔معراج نبوی:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے عرش خداوندی پر طلب فرما کر آپ ﷺ سے ہم کلام ہوئے کسی نبی کو حضور ﷺ کے سوا معراج کی فضیلت سے نہیں نوازا گیا۔اسی رات مومنوں پر پانچ وقت کی نمازیں فرض کی گئیں آپ ﷺ نے تمام انبیاء علیہ السلام کی امامت فرمائی۔وہیں سے آپ کو ''امام الانبیاء'' کا لقب ملا۔قرآن نے معراج نبوی کے واقعہ کو کچھ یوں بیان کیا ہے:

''سُبْحَانَ الَّذِىْ أَسْرَى بِعَبْدِهِ لَيْلاً مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الأَقْصَى''

ترجمہ:''پاک ہے وہ (ذات) جو اپنے بندے (محمد ﷺ) کو رات کے وقت مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گیا۔''

(سورۃ بنی اسرائیل: ۱)

۸۔جامعیت:

حضور اکرم ﷺ کی سیرت محمدی کو بدرجہ اتم جامعیت حاصل ہے۔پچھلے تمام انبیائے کرام کی خصوصیات آپ ﷺ کی سیرت میں موجود ہیں۔یوسفؑ کا حسن، ایوبؑ کا صبر، موسیٰؑ کا جلال وصفتِ کلیم اللہ، ابراہیمؑ کی صفت خلیل اللہ.........تمام صفات حضور اقدس ﷺ کی سیرت میں پائی جاتی ہیں۔حسنِ یوسف کو سامنے رکھ کر آپ ﷺ کے حسن کے بارے میں حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔

لوامي زليخا لو رأين جبينه   لقطعن قلوبهن بأيديهن

یعنی زلیخا کو ملامت کرنے والی زنانِ مصر (جنہوں نے یوسفؑ کو دیکھ کر اپنی انگلیاں کاٹی تھیں) اگر میرے محبوب کا چہرہ انور دیکھتیں تو یقیناً اپنے دلوں کو کاٹ ڈالتیں۔

۹۔مقام محمود:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مقام محمود پر فائز کیا گیا۔قیامت میں آپ ﷺ کو ایک مخصوص مقام عطا کیا جائے گا۔وہ مقام و مرتبہ کیسا ہوگا؟ اس کی تفصیل تو کہیں مذکور نہیں۔البتہ وہاں آپ کا مقام سب سے برتر اور ممتاز ہوگا۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''عَسَى أَن يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَاماً مَّحْمُوداً''

ترجمہ:''قریب ہے آپ کا رب آپ کو مقام محمود پر فائز کردے۔'' (سورۃ بنی اسرائیل: ۷۹)

۱۰۔رحمۃ للعالمین:

آپ ﷺ نے دنیا کو اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچا کر اس کے عذاب سے بچایا۔ایک اللہ کی عبادت اور اس سے محبت سکھائی۔ایک

ایسا نظام زندگی دیا جو انسانیت کو امن وسلامتی کی طرف لے جاتا ہے اور نوع انسان کیلئے سراسر رحمت ہے، اس طرح آپ ﷺ تمام جہانوں کیلئے اللہ رحمت ثابت ہوئے۔

رحمت للعالمین کا مطلب ہے تمام جہانوں کیلئے رحمت۔ اللہ تعالی نے حضور اکرم ﷺ کو تمام جہانوں کیلئے رحمت بنا کر بھیجا۔ ارشاد ہے:

"وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْنَ"

ترجمہ: "اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو سوائے اس کے کہ آپ تمام جہانوں کے لیے رحمت ہیں۔" (سورۃ الانبیاء: ۱۰۷)

۱۱۔ مکمل ضابطۂ حیات:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو تعلیمات اپنے اصحاب کو دی وہ زندگی کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کئے ہوئے ہیں۔ جس میں عبادات، معاملات، اخلاقیات، شادی، غمی غرض زندگی کے سارے معاملات میں ان سے رہنمائی حاصل کی جاسکتی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:

"لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ"

ترجمہ: "بے شک تمہارے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (کی ذات) میں بہترین نمونہ (سیرت) ہے۔" (سورۃ الاحزاب: ۲۱)

۱۲۔ خیر الامم (بہترین امت):

اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو ساری امتوں میں بہترین امت قرار دیا ہے کیونکہ اس امت کو انبیاء کی سنت یعنی دعوت الی اللہ سے نوازا گیا ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ"

ترجمہ: "تم سب سے بہترین امت ہو (جو لوگوں کے لیے نکالی گئی) کہ نیک کام کا حکم دیتے ہو اور برے کاموں سے منع کرتے ہو۔" (سورۃ آل عمران: ۱۱۰)

☆......☆......☆

سوال: ختم نبوت پر مفصل تبصرہ کریں۔

ختم نبوت

معنی ومفہوم:

عربی میں ختم کے معنی ہیں "مہر لگانا یا بند کرنا"۔

شریعت کی اصطلاح میں ختم نبوت کا مطلب یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت محمد ﷺ تک ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر آئے جو لوگوں کو ہدایت ورہنمائی فراہم کرتے رہے، لیکن حضور ﷺ پر سلسلہ نبوت ختم ہو چکا ہے اب کوئی نبی یا رسول نہیں آئے گا، نہ حقیقی نہ بروزی۔

خاتم ہونے کے پہلو:

حضورﷺ کی شانِ خاتمیت کے دو پہلو ہیں

۱۔ کسی قسم کا کوئی نیا نبی پیدا نہ ہو۔

۲۔ پچھلے انبیاء میں سے کوئی آجائے تو وہ آپ کے احکام کے تابع ہو کر رہے۔

آنحضرتﷺ پر ہر طرح کی نبوت و رسالت ختم ہے۔ آپﷺ بلا استثناء آخری نبی ہیں۔ آپﷺ کے بعد کوئی نبی یا رسول پیدا نہیں ہوگا۔

ختم نبوت قرآن کی روشنی میں:

ویسے تو قرآنِ پاک میں سو سے زائد آیات میں معنی و مفہوم کے اعتبار سے ختم نبوت کے مسئلہ کو ذکر فرمایا ہے لیکن یہاں صرف چند حوالوں پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

۱. مَّا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَٰكِن رَّسُولَ اللهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ .

ترجمہ: محمدﷺ تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں ہیں بلکہ وہ اللہ کے رسول اور آخری نبی ہیں۔ (الاحزاب: ۴۰)

۲. اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ .

ترجمہ: ہم نے تمہارے لیے تمہارا دین کامل کر دیا اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دی۔ (المائدۃ:۳)

۳. قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعاً .

ترجمہ: آپ فرما دیں اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔ (الاعراف:۱۵۸)

۴. وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْراً وَنَذِيْراً .

ترجمہ: اور ہم نے تمہیں سارے انسانوں کے لیے ایسا رسول بنا کر بھیجا ہے جو خوشخبری بھی سنائے اور خبردار بھی کرے۔ (السبا:۲۸)

ختم نبوت احادیث کی روشنی میں:

۱. أَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ .

ترجمہ: میں آخری نبی ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔

۲. اِنَّ الرِّسَالَةَ وَالنُّبُوَّةَ قَدِ انْقَطَعَتْ فَلَا رَسُولَ بَعْدِيْ وَ لَا نَبِيّ .

ترجمہ: سلسلہ نبوت و رسالت منقطع ہو چکا ہے سو میرے بعد نہ کوئی رسول ہوگا اور نہ کوئی نبی۔ (ترمذی)

۳. أَنَا رَسُولُ مَنْ أَدْرَكَ حَيًّا وَ مَن يُّولَدُ بَعْدِي .

ترجمہ: میں اُس کے لیے بھی رسول ہوں جسے میں زندہ پاؤں اور اُس کے لیے بھی جو میرے بعد پیدا ہو۔

۴. بُعِثْتُ اِلىٰ كُلِّ أَحْمَرَ وَ أَسْوَدَ .

ترجمہ: میں ہر گورے اور کالے کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ (مسلم)

اجماع صحابہ کرامؓ:

تمام صحابہ کرام کا اس بات پر اجماع تھا کہ حضور اکرم ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ خلیفۂ اول حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ہر قسم کی مصلحت کو بالائے طاق رکھتے ہوئے جھوٹے مدعیانِ نبوت کے خلاف جہاد بالسیف کیا اور جنگ یمامہ میں سات سو صرف حفاظِ قرآن صحابہ کرامؓ نے اپنی جانوں کا قیمتی نذرانہ پیش کر کے عقیدہ ختم نبوت کا دفاع کیا۔

☆......☆......☆

سوال: عقیدہ آخرت کی وضاحت کریں۔ انسان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی پر اس کے اثرات بیان کریں۔

عقیدہ آخرت

عقیدہ:

عقیدہ کے لغوی معنی ہیں ''گرہ لگانا'' یا ''باندھنا''۔

شریعت کی اصطلاح میں انسان کے پختہ واٹل نظریات ''عقائد'' کہلاتے ہیں۔

آخرت:

آخرت کے لغوی معنی ہیں ''بعد میں آنے والی چیز''۔

اصطلاح میں آخرت کا مفہوم یہ ہے کہ مرنے کے بعد انسان ہمیشہ کیلیے فنا نہیں ہو جاتا بلکہ ایک وقت آئے گا جب اللہ تعالی اس کی روح اس میں ڈال کر اسے دوبارہ زندہ کریں گے۔

دنیا و آخرت میں فرق:

دنیا و آخرت میں بنیادی فرق یہ ہے کہ دنیا دار العمل ہے یعنی کام اور عبادات کرنے کی جگہ ہے، اور آخرت دار الجزاء ہے یعنی وہاں دنیا میں کئے گئے اچھے برے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا۔

عقیدہ آخرت قرآن کی روشنی میں:

۱. وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ وَأَبْقَى .

ترجمہ: ''اور آخرت بہترین اور باقی رہنے والی (جگہ) ہے۔'' (سورۃ الاعلیٰ: ۱۷)

۲. وَإِنَّ الدَّارَ الْآخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ .

ترجمہ: ''اور حقیقت یہ کہ دارِ آخرت ہی اصل زندگی ہے۔'' (سورۃ العنکبوت: ۶۴)

۳. وَبِالآخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ .

ترجمہ: ''اور آخرت پر وہ (لوگ) مکمل یقین رکھتے ہیں۔'' (سورۃ البقرۃ: ۴)

عقیدہ آخرت احادیث کی روشنی میں:

(i) اَلدُّنْيَا مَزْرَعَةُ الآخِرَةِ .

ترجمہ: ''دنیا آخرت کی کھیتی ہے''۔

(ii) وَاللهِ مَا الدُّنيَا فِيْ الآخِرَةِ إلَّا مِثْلَ مَا يَجْعَلُ أَحَدُكُمْ إِصْبَعَهُ فِي الْيَمِّ فَلْيَنْظُرْ بِمَا يَرْجِع .

ترجمہ: ''خدا کی قسم! آخرت کے مقابلے میں دنیا کی مثال ایسی ہے جیسا کہ تم میں سے کوئی شخص اپنی انگلی کو سمندر میں ڈبوئے اور پھر دیکھے کہ وہ انگلی کیا چیز لے کر واپس آئی۔ (مسلم)

(iii) ترجمہ: ''جو لوگ جنت میں جائیں گے وہ ہمیشہ خوشحال رہیں گے''۔

عقیدہ آخرت کے انسانی زندگی پر اثرات

انفرادی زندگی پر عقیدہ آخرت کے اثرات:

عقیدۂ آخرت انسان کی عملی زندگی میں دیرپا انقلاب برپا کرتا ہے اور انسان کی زندگی مندرجہ ذیل اثرات مرتب کرتا ہے۔

۱۔ دنیا کی محبت سے نجات:

انسان کا اصلی گھر آخرت ہے لیکن بدقسمتی ہے آج انسان دنیا کو ہی سب کچھ سمجھ بیٹھا ہے جو کہ ہر برائی کی جڑ ہے جیسا کہ ارشا نبوی ہے۔

حُبُّ الدُّنْيَا رَأْسُ كُلِّ خَطِيْئَةٍ

ترجمہ: ''دنیا کی محبت ہر برائی کی جڑ ہے''۔

عقیدہ آخرت پر یقین رکھنے سے انسان کے دل سے دنیا کی محبت کا خاتمہ ہوتا ہے اور اسے دنیا کی محبت سے مکمل نجات مل جاتی ہے۔

۲۔ احساس جوابدہی:

عقیدہ آخرت پر یقیں رکھنے والا شخص جانتا ہے کہ اسے آخرت میں خدا کے سامنے جوابدہ ہونا ہے لہٰذا وہ تمام اعمال کے صرف دنیاوی نتائج کو مدنظر نہیں رکھتا بلکہ اخروی نتائج کو سامنے رکھ کر خدا کے آگے کھڑے ہونے سے ڈرتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ

ترجمہ: ''اور جو اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرا'' (سورۃ النازعات: ۴۰)

۳۔ خوف خداوندی:

چونکہ عقیدہ آخرت پر یقین رکھنے سے احساس جوابدہی پیدا ہو جاتا ہے اسلئے نتیجۃً دل میں اللہ کا خوف گھر کر جاتا ہے۔ اور انسان ہر عمل کو انجام دینے سے پہلے اچھی طرح اس کی جانچ پڑتال کرتا ہے اور ہر برے عمل سے اجتناب کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

۴۔ عجز وانکساری:

عقیدہ آخرت پر یقین رکھنے والا شخص جانتا ہے کہ اس نے اللہ کے حضور پیش ہونا ہے۔ چنانچہ وہ عجب اور تکبر جیسی مہلک بیماریوں سے محفوظ رہتا ہے۔ اور انکساری و تواضع اختیار کرتا ہے۔ جس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ اسے بلند مقام عطا فرماتے ہیں۔

مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰهِ رَفَعَهُ الله .

ترجمہ: جو اللہ کے لیے تواضع (عاجزی) اختیار کرتا ہے اللہ اسے بلند کر دیتے ہیں۔

۵-باری تعالی سے ملاقات کا یقین:

اللہ تبارک وتعالی نے آخرت میں مومنین کو اپنے دیدار سے مشرف کرنے کا وعدہ کیا ہے۔عقیدہ آخرت پر یقین رکھنے سے اس دیدار الٰہی کا یقین اور شوق بھی دل میں مچلنے لگتا ہے۔ارشاد باری تعالی ہے:

مَن کَانَ یَرْجُو لِقَاء اللہِ فَإِنَّ أَجَلَ اللہِ لَآتٍ

ترجمہ: ''جو شخص اللہ کے ملنے کی امید رکھتا ہو سو اللہ کا وہ معیّن وقت ضرور آنے والا ہے'' (سورۃ العنکبوت: ۵)

۶-اعمال صالحہ کی رغبت:

اعمال صالحہ سے مراد ہیں نیک اعمال، یعنی وہ اعمال جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے پسند کردہ ہیں۔عقیدہ آخرت پر یقین رکھنے سے انسان کے دل میں نیکی کی رغبت اور بدی کی نفرت پیدا ہوتی ہے اور انسان وہی اعمال اختیار کرتا ہے جو آخرت میں اسکی نجات کا سبب بنیں۔

مَنْ آمَنَ بِاللہِ وَالْیَوْمِ الآخِرِ وَعَمِلَ صَالِحاً فَلَھُمْ أَجْرُھُمْ عِندَ رَبِّھِمْ

ترجمہ: ''جو شخص اللہ پر اور روز قیامت پر یقین رکھتا ہے اور کارگذاری اچھی کرے تو ایسوں کیلئے ان کے رب کے پاس ان کا حق الخدمت بھی ہے'' (سورۃ البقرۃ: ۶۲)

۷-سوچ میں مثبت تبدیلی:

انسان کی فطرت کا تقاضہ ہے کہ وہ ظاہری چمک دمک سے بہت جلدی متاثر ہو جاتی ہے۔اور انسان دنیا کو ہی سب کچھ سمجھ بیٹھتا ہے۔لیکن عقیدہ آخرت انسان کی سوچ میں مثبت تبدیلی پیدا کرتا ہے اور انسان تمام امور کے ظاہری نہیں بلکہ حقیقی اور دائمی نتائج پر غور کرتا ہے۔

۸-بہادری اور سرفروشی:

ہمیشہ کیلئے مٹ جانے کا ڈر انسان کو بزدل بنا دیتا ہے۔مگر جب دل میں یہ یقین موجود ہو کہ اس دنیا کی زندگی چندروزہ ہے، پائیدار اور دائمی زندگی آخرت کی ہے تو انسان نڈر ہو جاتا ہے۔وہ اللہ کی راہ میں جان قربان کرنے سے بھی نہیں کتراتا۔

۹-آخرت ہی اصلی گھر:

عقیدہ آخرت پر یقین رکھنے والے شخص کو اس بات پر کامل یقین ہو جاتا ہے کہ یہ دنیا فانی ہے اور آخرت ہی اصل گھر ہے جو لازوال ہے۔ارشاد خداوندی ہے:

وَمَا ھَذِہِ الْحَیَاۃُ الدُّنْیَا إِلَّا لَھْوٌ وَلَعِبٌ وَإِنَّ الدَّارَ الْآخِرَۃَ لَھِیَ الْحَیَوَانُ

ترجمہ: ''اور یہ دنیا کی زندگی تو صرف کھیل تماشا ہے اور حقیقت یہ کہ دار آخرت ہی اصل زندگی ہے''۔(سورۃ العنکبوت: ۶۴)

اجتماعی زندگی پر آخرت کے اثرات

انفرادی زندگی کی طرح عقیدہ توحید کے حامل معاشرہ پر بھی توحید کے گراں قدر اثرات مرتب ہوتے ہیں، جن میں سے چند ایک مندرجہ ذیل ہیں۔

۱-اللہ کی حاکمیت:

جس معاشرہ میں رہنے والے عقیدہ آخرت پر یقین رکھتے ہوں وہاں کسی چنگیز و تیمور کی نہیں بلکہ خدائے تعالیٰ واحد کی حاکمیت قائم ہوتی ہے۔اسی کے حکم کردہ امور کو حق اور سچ قرار دیا جاتا ہے اوراس کے منع کردہ امور باطل سمجھ کر ترک کیا جاتا ہے۔

"إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلّٰهِ"

ترجمہ: "حکم تو صرف اللہ ہی کا (چلتا) ہے۔" (سورۂ یوسف: ۴۰)

۲-اخوت (بھائی چارہ):

اسلام نے ہمیشہ اخوت اسلامی اور وحدت کا درس دیا ہے۔طلوع اسلام سے پہلے عرب نفرتوں اور فرقہ وارانہ فساد میں گھرے ہوئے تھے۔ذرا ذرا سی باتوں پر تلواریں بے نیام ہو جاتی تھیں۔ یہ عقیدہ آخرت ہی ہے جو انسان کے دل میں حقوق اللہ کے ساتھ ساتھ حقوق العباد کی جوابدہی کا احساس پیدا کرتا ہے اور عقیدہ آخرت پر یقین رکھنے والا شخص اس ڈر سے کسی کو زبان و ہاتھ سے تکلیف نہیں دیتا کہ کل کو خدا کو کیا جواب دے گا۔قرآن نے کہا:

"إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ ."

"بے شک مومن (آپس میں) بھائی بھائی ہیں۔"(سورۃ الحجرات: ۱۰)

۳-حدود اللہ کی پاسداری:

عقیدہ آخرت کے حامل معاشرے میں اللہ کی حدود کا قیام یقینی بنایا جاتا ہے اور کسی مجرم کو معاف نہیں کیا جاتا، چاہے وہ کسی بھی طبقہ سے تعلق رکھتا ہو۔جس کی بدولت تخریب کار اور مفسدین ہر طرح کے دنگا فساد سے پرہیز کرتے ہیں اور معاشرے میں امن وسلامتی کا ماحول قائم ہوتا ہے۔قرآن پاک میں خدائے ذوالجلال نے جابجا حدود اللہ کی پاسداری کا حکم صادر فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:

تِلْكَ حُدُودُ اللهِ فَلَا تَعْتَدُوهَا وَمَن يَتَعَدَّ حُدُودَ اللهِ فَأُوْلَـئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ

ترجمہ: یہ اللہ کی مقرر کی ہوئی حدود ہیں، لہٰذا ان سے تجاوز نہ کرو۔اور جو لوگ اللہ کی حدود سے تجاوز کرتے ہیں وہ بڑے ظالم لوگ ہیں۔(سورۃ البقرۃ: ۲۲۹)

۴-پرامن ماحول:

جب حدود اللہ کا قیام حتی الوسع ممکن بنایا جائے تو کشیدگی اور ماحول کی بدمزاجی امن و آشتی میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ ہر مجرم جانتا ہے کہ اگر جرم کیا تو سزا بھگتنی پڑے گی لہٰذا وہ ہر جرم سے دور رہتا ہے جس کے نتیجے میں معاشرے میں امن کا قیام ممکن ہو جاتا ہے۔ یہ بھی عقیدۂ توحید ہی کی مرہونِ منت ہے۔

۵-پاکیزہ معاشرہ:

جس طرح عقیدہ توحید انسان کی انفرادی زندگی پر اثرات مرتب کرتا ہے بالکل ویسے ہی اجتماعی زندگی پر بھی اس کے نہایت ہی پاکیزہ اثرات مرتب ہوتے ہیں جس کا ثمرہ ایک پاکیزہ معاشرے کی صورت میں سامنے آتا ہے۔

عقیدہ آخرت کے حامل معاشرے میں اللہ کی حدود کا قیام یقینی بنایا جاتا ہے اور کسی مجرم کو معاف نہیں کیا جاتا، خواہ وہ کسی بھی طبقہ اور جماعت سے تعلق رکھتا ہو۔ جس کی بدولت تخریب کار اور مفسدین ہر طرح کے دنگا فساد سے پرہیز کرتے ہیں اور معاشرے میں امن وسلامتی کا ماحول قائم ہوتا ہے۔

☆......☆......☆

باب دوم : اسلامی تشخص

سوال: قرآن وحدیث کی روشنی میں نماز کی اہمیت بیان کریں۔انسان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی پر نماز کیا اثرات مرتب کرتی ہے؟

صلوٰة (نماز)

نماز کا مفہوم:

نماز کے لغوی معنی ہیں دعا کرنا۔

اصطلاح میں وہ عبادت جو رکوع وسجود پر مشتمل ہوتی ہے اور دن میں پانچ مرتبہ کی جاتی ہے اسے صلوۃ یعنی نماز کہتے ہیں۔

نماز کی اہمیت:

نماز کی اہمیت اس امر سے واضح ہوجاتی ہے کہ نماز ہر نبی کی شریعت میں فرض رہی۔دوسرا یہ کہ یہ اہل ایمان ہونے کا عملی مظاہرہ ہے، مسلمان ہونے کی واضح علامت اور ثبوت ہے۔اسی لیے نماز کو مؤمن اور کافر کا فرق قرار دیا گیا۔

نماز کی فرضیت:

نبوت کے دسویں سال ہجرت سے تقریباً تین سال پہلے معراج نبوی کے موقع پر نماز فرض ہوئی،ابتداءً پچاس نمازیں فرض کی گئیں تھیں پھر کم ہوتے ہوتے پانچ ہوگئیں۔

نماز کی اہمیت قرآن کی روشنی میں:

۱. وَأَقِيمُواْ الصَّلاَةَ وَآتُواْ الزَّكَاةَ

ترجمہ: اور نماز قائم کرو اور زکوۃ ادا کرو۔ (سورۃ البقرۃ: ۴۳)

۲. وَأَقِيمُوا الصَّلاَةَ وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُشْرِكِينَ

ترجمہ: نماز قائم کرو اور مشرکین میں سے نہ بنو۔ (سورۃ الروم: ۳۱)

۳. حَافِظُواْ عَلَى الصَّلَوَاتِ والصَّلاَةِ الْوُسْطَى

ترجمہ: حفاظت کرو سب نمازوں کی بالخصوص بیچ والی نماز کی۔ (سورۃ البقرۃ: ۲۳۸)

۴. وَارْكَعُواْ مَعَ الرَّاكِعِينَ

ترجمہ: اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔ (سورۃ البقرۃ: ۴۳)

نماز کی اہمیت احادیث کی روشنی میں:

۱. اَلصَّلاَةُ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنِ

ترجمہ: نماز مؤمن کی معراج ہے۔

۲. بَيْنَ الْكُفْرِ وَالإِيْمَانِ تَرْكُ الصَّلاَة

ترجمہ: کفر اور ایمان کے درمیان (فرق) ترک نماز ہے۔

۳. جُعِلَتْ قُرَّةُ عَيْنِي فِي الصَّلاة

ترجمہ: نماز میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔

۴. جو شخص ان پانچوں نمازوں کو ان کے وقت پر ادا کرنے کا اہتمام کرے میں اس کو اپنی ذمہ داری پر جنت میں داخل کروں گا۔

نماز باجماعت کی فضیلت:

احادیث مبارکہ میں جماعت سے نماز پڑھنے کی بہت ہی فضیلت آئی ہے، دوسری طرف بلا عذر جماعت چھوڑنے والوں کے بارے میں احادیث میں بہت سخت وعید مذکور ہے، نماز باجماعت کی فضیلت بیان کرتے ہوئے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

صَلٰوةُ الْجَمَاعَةِ أَفْضَلُ مِنْ صَلٰوةِ أَحَدِكُمْ وَحْدَهُ خَمْساً وَّعِشْرِيْنَ جُزْءاً

''اکیلے نماز پڑھنے سے جماعت کی نماز پچیس درجے اجر میں زیادہ ہوتی ہے''۔

نماز کے انسانی زندگی پر اثرات

انفرادی زندگی پر نماز کے اثرات:

نماز انسان کی عملی زندگی میں دیرپا انقلاب برپا کرتی ہے اور انسان کو فلاح و کامیابی کے راستے پر گامزن کرتی ہے۔ انسانی زندگی پر مرتب ہونے والے نماز کے اثرات میں سے چند ایک مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ کفر و شرک سے حفاظت:

نماز انسان کو کفر اور شرک سے بچاتی ہے۔ نمازی آدمی حتی الامکان کفر و شرک کی لعنت سے محفوظ رہتا ہے، اور اسے کفر و شرک سے برأت کا سرٹیفکیٹ عطا کیا جاتا ہے اور جنت میں اس کا داخلہ یقینی بن جاتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُشْرِكِينَ

ترجمہ: نماز قائم کرو اور مشرکین میں سے نہ بنو۔ (سورۃ الروم: ۳۱)

۲۔ برائیوں سے نجات:

نماز انسان کو ہر طرح کی برائی اور بے حیائی سے روکتی ہے، نماز کے بدولت انسان کی عملی زندگی کی بنیاد تقوی و پرہیزگاری پر قائم ہوتی ہے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ نماز کو کماحقہ، مکمل تعدیل ارکان کے ساتھ ادا کیا جائے۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے:

إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهَى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنكَرِ

ترجمہ: بیشک نماز بے حیائی اور برائی کے کاموں سے روکتی ہے۔ (سورۃ العنکبوت: ۴۵)

۳۔ قربِ خداوندی:

نماز ذکر خداوندی کا افضل ترین ذریعہ ہے۔ اس عبادت میں زبان، جسم اور قلب بیک وقت ذکر الٰہی میں مشغول رہتے ہیں۔ اور بندہ اپنے رب سے براہ راست گفتگو کرتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَأَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِي

ترجمہ: اور میری یاد کے لیے نماز قائم کرو۔ (سورۃ طٰہٰ: ۱۴)

۴-پابندیٔ وقت:

نماز کی شرائط میں یہ بھی داخل ہے کہ نماز کو اس کے مقررہ وقت میں ہی ادا کیا جائے، چنانچہ جب انسان نماز کو اس کے وقت میں ادا کرتا ہے تو نماز کی ادائیگی کی بدولت انسان کے اندر وقت کی پابندی کا احساس پیدا ہوتا ہے، اور وہ اپنی روزمرہ کی زندگی میں ہر کام مقررہ وقت پر کرنے کا عادی بن جاتا ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَاباً مَّوْقُوتا

ترجمہ: ''بے شک نماز مومنین پر وقت مقررہ میں فرض کی گئی۔''

۵-طہارت و پاکیزگی:

نماز کی شرائط میں طہارت و پاکیزگی کا بہت اہم کردار ہے۔نمازی شخص ہمیشہ طہارت کی حالت میں رہتا ہے۔ پانچ وقت باوضو دربار الٰہی میں حاضر ہوتا ہے۔مسواک سے دانت صاف کرتا ہے۔غرض ہر طرح سے پانچ بار اپنے جسم کو پاک وصاف رکھنے کا عادی ہو جاتا ہے۔

۶-اللہ کا خوف:

جب نمازی خشوع وخضوع کا ساتھ نماز پڑھتا ہے تو اس پر اللہ کا خوف غالب آجاتا ہے اور اس میں تقویٰ کی صفت حمیدہ پیدا ہو جاتی ہے

۷-اظہارِ عبودیت:

نمازی شخص جب اللہ کے حضور ہاتھ باندھ کر کھڑا ہوتا ہے اور رکوع وسجود کرتا ہے تو یہ بندگی کا اظہار ہے۔نماز کی روح یہی ہے کہ انسان اپنے آپ کو فنا کر دے۔اللہ کی مرضی اور خوشی پر سب کچھ قربان کر دے۔

۸-علی الصبح بیداری:

نمازی شخص اپنے دن کا آغاز فجر کی نماز سے کرتا ہے۔صبح سویرے بیدار ہوتا ہے اس وقت بہت اچھا سماں ہوتا ہے۔فضا میں آلودگی نہیں ہوتی اس کے سبب صبح سویرے اٹھنے والا شخص دن بھر چاق وچوبند رہتا ہے۔صبح جلدی اٹھنا اور رات کو جلدی سونا دونوں صحت اور عقل کے لیے فائدہ مند ہیں۔

اجتماعی زندگی پر نماز کے اثرات

۱-مساوات:

باجماعت نماز میں حاکم اور محکوم، امیر وغریب سب ایک صف میں برابر کھڑے ہوتے ہیں۔اور سب کا نماز کی ادائیگی کا طریقہ ایک ہی ہوتا ہے اور یہ بات مکمل طور پر واضح ہو جاتی ہے کہ اللہ کے دربار میں سب کا درجہ مساوی ہے جس سے امیروں میں تکبر اور غریبوں میں احساس کمتری پیدا نہیں ہوتا۔بقول شاعر

ایک ہی صف میں کھڑے ہوگئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا نہ کوئی بندہ نواز

۲-باہمی تعارف:

باجماعت نماز میں پانچ مرتبہ ایک علاقے کے لوگ مسجد میں جمع ہوکر ملاقات کرتے ہیں جس سے آپس میں میل جول اور تعارف پیدا ہوتا ہے۔اس میل جول سے انسانیت اور باہمی محبت کو فروغ ملتا ہے جو مسلمانوں کے انتشار کو دور کر کے ان کے اتحاد و اتفاق کا سبب بنتا ہے۔

۳-اجتماعیت:

باجماعت نماز پڑھنے سے اجتماعیت کی خصوصیت پیدا ہوتی ہے اور یہ درس ملتا ہے کہ جس طرح جماعت کی نماز انفرادی نماز کے مقابلے میں کہیں زیادہ افضل و برتر ہے اسی طرح زندگی کے ہر کام میں اسی اجتماعیت اور یکجہتی کا اہتمام کیا جائے تو ہر کام کے بہتر نتائج حاصل کئے جاسکتے ہیں۔ارشاد نبوی ﷺ ہے:

يَدُ اللهِ عَلىٰ الْجَمَاعَةِ

ترجمہ: جماعت پر اللہ کا ہاتھ ہوتا ہے۔

۴-اطاعتِ امیر:

باجماعت نماز ادا کرنے سے امیر کی اطاعت کرنے کی تربیت بھی ہوتی ہے، اگر کوئی شخص نماز میں امام کے مطابق ارکان کی ادائیگی نہیں کرتا اس کی نماز باطل ہوجاتی ہے، جو شخص امیر کا کہنا مانے وہ زندگی کے باقی کاموں میں بھی بہترین شخص ثابت ہوتا ہے۔متقی اور دیندار امام کی اقتداء میں نماز ادا کرنے سے یہ درس ملتا ہے کہ اطاعت کیسے کرنی چاہیے۔

۵۔زیادہ اجروثواب:

اجتماعی شکل میں انجام پانے والے اعمال کی کیفیات، انفرادی اعمال کے مقابلے میں زیادہ مؤثر ہوتی ہیں۔اسی لیے اجتماعی نماز کا ثواب انفرادی نماز کے مقابلے میں ستائیس گنا ہوتا ہے۔حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

صَلوٰةُ الْجَمَاعَةِ أَفْضَلُ مِنْ صَلوٰةِ أَحَدِكُمْ وَحْدَهُ خَمْساً وَّعِشْرِيْنَ جُزْءاً

”اکیلے نماز پڑھنے سے جماعت کی نماز پچیس درجے اجر میں زیادہ ہوتی ہے“۔

٦۔بے نمازوں کو ترغیب:

نمازیوں کو مسجد میں آتے جاتے دیکھ کر بے نمازوں کو ترغیب و تحریک ہوتی ہے اور وہ بھی نماز کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔یوں سارے کا سارا محلّہ نمازی بن جاتا ہے۔

۷-اللہ تعالیٰ کا رحم و کرم:

جماعت کی نماز میں بہت سے ایسے معصوم بچے شریک ہوتے ہیں جو مکلّف نہیں ہوتے اسی طرح ایسے عمر رسیدہ اشخاص بھی شریک ہوتے ہیں جن سے اللہ کو حیا آتی ہے، ان لوگوں کی برکت سے تمام نمازیوں کی نماز میں ارتقاء پیدا ہوتا ہے اور تمام لوگوں کی دعائیں قبول ہوتی ہیں۔

سوال: قرآن وحدیث کی روشنی میں روزہ کی اہمیت بیان کریں۔انسانی زندگی پر روزہ کے انفرادی اور اجتماعی اثرات بیان کریں۔

صوم (روزہ)

روزہ کا مفہوم:

روزہ کے لغوی معنی رکنا۔

اصطلاح میں روزہ کا مفہوم یہ ہے کہ صبح صادق سے غروب آفتاب تک کھانے پینے اور نفسانی خواہشات سے اللہ کی رضا کی خاطر رکا جائے۔

روزہ کی فرضیت:

ہجرت نبوی کے بعد مدینہ میں اسلامی ریاست کے قیام کے بعد سن ۲ ہجری میں روزہ فرض کیا گیا۔

روزہ کی اقسام:

روزہ کی چار اقسام ہیں:

(۱) فرض، جیسے رمضان المبارک کے روزے۔

(۲) واجب، جیسے نذر یعنی منت کے روزے۔

(۳) سنت، جیسے یوم عاشورا، اور ایام بیض (چاند کی ۱۳/ ۱۴/ ۱۵ تاریخ) کے روزے۔

(۴) نفل، جیسے ماہ شوال کے روزے۔

حقیقی روزہ:

روزہ کا اصل مقصد یہ ہے کہ روزہ دار پوری طرح دینی امور انجام دے، تمام گناہوں سے حتی الامکان پرہیز کرے اور نفسانی خواہشات کو قابو میں رکھے، صرف بھوکا پیاسا رہنے کا نام روزہ نہیں۔ ارشاد نبویؐ ہے:

"جو شخص روزہ رکھ کر بھی جھوٹ پر عمل کرے تو خدا کو اس کے بھوکے پیاسے رہنے کی کوئی حاجت نہیں"۔

روزہ کا حکم قرآن کی روشنی میں:

(i) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ

ترجمہ: اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کئے گئے جیسے تم سے قبل لوگوں پر فرض کئے گئے۔ شاید تم پرہیز گار بن جاؤ۔

(البقرۃ: ۱۸۳)

(ii) فَمَن شَهِدَ مِنكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ

ترجمہ: جو شخص اس مہینے (رمضان) کو پائے اس کو لازم ہے کہ اس کے روزے رکھے۔ (سورۃ البقرۃ: ۱۸۵)

(iii) وَأَن تَصُومُواْ خَيْرٌ لَّكُمْ

ترجمہ: اور روزے رکھنے میں تمہارے لئے زیادہ بہتری ہے۔ (سورۃ البقرۃ: ۱۸۴)

روزہ کی اہمیت احادیث کی روشنی میں:

(i) اَلصِّیَامُ جُنَّةٌ مِّنَ النَّارِ

ترجمہ: روزہ جہنم سے ڈھال ہے۔

(ii) اَلصَّوْمُ لِیْ وَأَنَا أَجْزِيْ بِهٖ

ترجمہ: روزہ میرے لئے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا۔

(iii) لِلصَّائِمِ عِنْدَ فِطْرِہٖ دَعْوَةٌ لَا تُرَدّ

ترجمہ: روزہ دار کی افطار کے وقت دعا رد نہیں ہوتی۔

روزے کے انسانی زندگی پر اثرات

انفرادی اثرات:

روزہ اپنی نوعیت کی ایک انوکھی عبادت ہے جو انسان کے لئے نفسِ امارہ کو کنٹرول کرنا بہت آسان بناتی ہے۔ انسانی زندگی پر روزہ کے درج ذیل اثرات مرتب ہوتے ہیں:

ا۔ ضبطِ نفس:

روزہ انسان کو ضبطِ نفس کی تعلیم دیتا ہے۔ انسان چاہے کتنے ہی نازوں میں پلا ہو اور کھانے پینے کی اشیاء و مواقع بھی موجود ہوں۔ لیکن اس کے باوجود انسان شدید بھوک و پیاس کی صورت میں بھی اپنے نفس پر کنٹرول کرتا ہے جس کی بدولت انسان کو عام روزمرہ زندگی میں نفس کو کنٹرول میں رکھنا آسان ہو جاتا ہے۔

۲۔ تقویٰ و روحانی ترقی:

روزے کا اصل مقصد تقویٰ کا حصول ہے، تقویٰ کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ اور رسول کے منع کردہ تمام امور سے خود کو بچایا جائے، جب انسان تمام مواقع موجود ہونے کے باوجود بھی نفس کو قابو میں رکھتا ہے تو اسے تقویٰ، خدا کا خوف اور روحانی ارتقاء حاصل ہوتا ہے۔

۳۔ جسمانی طاقت:

عام خیال یہ ہے کہ روزہ انسان کے جسم کو کمزور بناتا ہے لیکن حقیقت اس کے برعکس ہے، روزہ انسان کی روح کے ساتھ ساتھ اس کے جسم کو بھی تقویت بخشتا ہے۔ انسان کی اندرونی مشین کے پورے نظام میں بہتری پیدا کرتا ہے۔ جس کی واضح مثال وہ فتوحات ہیں جو رمضان کے مہینے میں مسلمانوں کو حاصل ہوئیں۔

۴۔ جذبۂ ہمدردی:

روزہ انسان کے اندر جذبۂ ہمدردی پیدا کرتا ہے۔ روزہ رکھنے سے متمول طبقے کو اس بات کا احساس ہوتا ہے کہ غریب طبقے کے لوگ کس طرح فاقہ کشی کی زندگی بسر کرتے ہیں۔ جس سے انسان کے اندر ایثار، انفاق فی سبیل اللہ اور ہمدردی کا جذبہ بیدار ہوتا ہے۔

۵-پابندیٔ وقت:

وقت پر سحر، وقت پر افطار، باجماعت نمازیں اور وقت پر تراویح ادا کرنے سے انسان کے اندر وقت کی پابندی کی عادت پیدا ہوتی ہے جو رمضان کے علاوہ عام روزمرہ زندگی کے دوسرے امور میں بھی وقت کی پابندی کا درس دیتی ہے۔اور انسان ہر موڑ پر وقت کی پابندی کرنے کا عادی ہو جاتا ہے۔

۶-پیروی شریعت کی مشق:

روزہ ایک پریکٹس سیشن (Practice Session) ہے۔انسان کو دنیا میں بھیجا گیا تو کچھ چیزوں کو حلال رکھا گیا اور کچھ کو حرام، حرام کاموں سے روکا گیا اور حلال امور انجام دینے کی اجازت دی گئی۔لیکن رمضان میں امورِ حلال سے بھی روکا گیا تاکہ اس مشق اور پریکٹس کی بدولت رمضان کے علاوہ باقی گیارہ مہینوں میں کم از کم حرام کاموں سے بچنے کی مشق ہو۔اس طرح روزہ کی حیثیت ایک ''پریکٹس سیشن'' کی ہے۔

اجتماعی زندگی پر روزہ کے اثرات

۱-دوسروں کے دکھ درد میں شرکت:

روزہ انسان کو دوسروں کے دکھ درد میں شریک ہونے کا درس دیتا ہے۔جب ایک انسان سارا دن بھوکا پیاسا رہتا ہے تو اسے غریب پڑوسی اور غریب رشتہ داروں کے دکھ درد کا احساس ہوتا ہے اور وہ ان کی مالی اعانت بڑے شوق وجذبے سے کرتا ہے۔جس کے نتیجے میں خوشحال اور پرسکون معاشرہ تشکیل پاتا ہے۔

۲-ریاکاری سے پاک عبادت:

روزہ وہ واحد عبادت ہے جس میں ریاکاری کا کوئی شبہ نہیں، یہ ایک پوشیدہ عبادت ہے جس میں بندے کا بلاواسطہ رب سے تعلق ہوتا ہے، اسی لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا کہ ''روزہ میرے لئے ہے اور میں اس کی جزا دوں گا''،روزہ کے برعکس دوسری عبادات نماز، حج وغیرہ میں اظہارِ بندگی ہوتا ہے۔

۳-قناعت کی عادت:

سارا دن بھوکا پیاسا رہ کر انسان اپنے نفس کی خواہشات کو مارتا ہے۔کم سے کم غذا پر اکتفا کی عادت، انسان میں قناعت وایثار کی صفات پیدا کرتی ہے۔

۴-باہمی یگانگت:

ایک ہی وقت میں پوری ملت اسلامیہ کا ایک عبادت میں مصروف رہنا، باہمی یگانگت کے فروغ کا سبب بنتا ہے۔اس اعتبار سے نبی اکرم ﷺ نے ماہِ رمضان کو مواسات اور غمگساری کا مہینہ قرار دیا ہے۔

۵-مخصوص اسلامی ثقافت:

رمضان کی آمد سے اسلامی معاشرے میں ایک سماں قائم ہو جاتا ہے اور اسلامی ثقافت کا حسین مظاہرہ پیش کیا جاتا ہے۔ مساجد آباد ہوتی ہیں۔سحر وافطار میں روایتی کھانے پکائے جاتے ہیں۔غرض ایک میلے کا سا سماں ہوتا ہے اور بلاشبہ یہ سب روزہ ہی کی

مرہونِ منت ہے۔

۶۔رمضان اور پاکستان:

پاکستانی مسلمانوں کیلئے رمضان کے مہینے کی خاص اہمیت اس وجہ سے بھی ہے کہ اللہ نے اس مہینے کی مبارک رات یعنی شب قدر میں ہمیں آزادی عطا فرمائی تھی۔ رمضان کی ستائیسویں شب کو پاکستان کی تشکیل گویا اس حقیقت کی طرف اشارہ تھی کہ اس مملکتِ خداداد میں اسی کتابِ مقدس کا نظامِ زندگی نافذ کیا جائے جو اس مبارک شب میں نازل ہوئی۔ اس اعتبار سے رمضان المبارک تشکیلِ پاکستان کی سالگرہ اور خدا تعالیٰ سے کیے ہوئے ہمارے عہد کی تجدید کا بھی موقع ہے۔

☆............☆............☆

سوال: قرآن وحدیث کی روشنی میں زکوٰۃ کی اہمیت بیان کریں۔ زکوٰۃ کے مصارف بیان کریں۔

زکوۃ

زکوٰۃ کا مفہوم:

زکوۃ کے لغوی معنی ہیں پاک کرنا

اصطلاح میں زکوۃ وہ مخصوص صدقہ (مال) ہے جو ہر صاحب حیثیت اللہ کی رضا کی خاطر مخصوص شرائط کے ساتھ مستحق افراد کو سال میں ایک مرتبہ ادا کرتا ہے۔

زکوٰۃ کی فرضیت:

جمہور کا قول یہ ہے کہ زکوٰۃ کی فرضیت ہجرت کے بعد سن ۲ ہجری میں ہوئی۔

لیکن صحیح یہ ہے کہ فرضیت زکوٰۃ تو ہجرت سے پہلے مکہ مکرمہ ہی میں ہوئی تھی۔ البتہ زکوٰۃ کے تمام احکام اور اس کی مکمل تفصیل مدینہ منورہ میں سن ۲ ہجری میں نازل ہوئی۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ سورہ مزمل میں ''وَأَقِيمُوا الصَّلاَةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ'' (اور نماز قائم کرو اور زکوۃ ادا کرو) موجود ہے۔ حالانکہ سورہ مزمل بالکل ابتدائی سورتوں میں سے ہے۔

زکوٰۃ کے واجب ہونے کی شرائط:

(۱) مسلمان ہونا (۲) آزاد ہونا (۳) بالغ ہونا (۴) عاقل ہونا (۵) مقروض نہ ہونا

(۶) صاحبِ نصاب ہونا (۷) مال کا ضروریات زندگی سے خارج ہونا (۸) مال پر سال گزرنا

زکوٰۃ کا نصاب:

اس سے مراد یہ ہے کہ مال کی وہ کتنی مقدار ہے جس کا مالک بننے کے بعد انسان پر زکوۃ ادا کرنا واجب ہو جاتا ہے۔ زکوٰۃ سونے، چاندی، مویشی اور مال تجارت پر ادا کی جاتی ہے۔

جس انسان کے پاس ساڑھے ساتھ تولہ سونا یا ساڑھے باون تولہ چاندی یا ان کی قیمت ہو اور باقی شرائط پوری ہوتی ہوں تو ایسے شخص پر زکوۃ ادا کرنا واجب ہے۔

شرحِ زکوٰۃ:

اس سے مراد یہ ہے کہ جس شخص پر زکوٰۃ کی تمام شرائط پوری ہونے کی وجہ سے زکوٰۃ فرض ہو چکی ہے وہ اپنے مال کا کتنا حصہ بطورِ زکوۃ مستحقین کو ادا کرے۔ سونا، چاندی اور نقدی کی صورت میں شرح زکوٰۃ ڈھائی فیصد (2.5%) ہے۔ زکوٰۃ کے نصاب اور شرح کی تفصیل درج ذیل گوشوارے سے واضح ہوتی ہے:

اشیائے زکوٰۃ	نصابِ زکوٰۃ	شرحِ زکوٰۃ
سونا	ساڑھے سات تولہ	ڈھائی فیصد (2.5%)
چاندی	ساڑھے باون تولہ	ڈھائی فیصد (2.5%)
نقدی/مال تجارت	سونا/چاندی کے نصاب کے برابر	ڈھائی فیصد (2.5%)
زرعی زمین:		
بارانی زمین کی فصل	پیداوار پر انحصار	عشر (۱۰ فیصد)
نہری زمین کی فصل	پیداوار پر انحصار	خمس (۵ فیصد)
جانور:		
بھیڑ/بکری	چالیس بکریاں	۱ عدد بھیڑ/بکری
گائے/بھینس	تیس گائے/بھینس	۱ عدد گائے/بھینس
اونٹ	پانچ اونٹ	۱ عدد بکری
معدنی ذخائر:		
معدن ورکاز (زیرِ زمین خزانہ)		خمس (۵ فیصد)

زکوٰۃ کی اہمیت قرآن کی روشنی میں:

(i) وَأَقِيمُواْ الصَّلاَةَ وَآتُواْ الزَّكَاةَ

ترجمہ: اور نماز قائم کرو اور زکوۃ ادا کرو۔ (سورۃ البقرۃ: ۴۳)

(ii) خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ

ترجمہ: (اے نبی!) ان لوگوں کے مالوں میں سے صدقہ وصول کر لو جس کے ذریعے تم انہیں پاک کر دو گے۔

(iii) وَالَّذِينَ هُمْ لِلزَّكَاةِ فَاعِلُونَ

ترجمہ: اور وہ (کامیاب ہیں) جو زکوۃ ادا کرتے ہیں۔

زکوٰۃ کی اہمیت احادیث کی روشنی میں:

(i) اَلْیَدُ الْعُلْیَا خَیْرٌ مِّنَ الْیَدِ السُّفْلٰی

ترجمہ: اوپر والا ہاتھ (صدقہ دینے والا) نیچے والے (یعنی صدقہ لینے والے) ہاتھ سے بہتر ہے۔

(ii) مَا أَخْرَجَتْهُ الْأَرْضُ فَفِیْهِ الْعُشْرُ

ترجمہ: زمین سے پیدا ہونے والی ہر چیز میں دسواں حصہ (زکوٰۃ) واجب ہے۔

(iii) اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے، اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، نماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا اور حج کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا۔

زکوٰۃ کے مصارف:

مصارف، مصرف کی جمع ہے جس کے معنی ہیں ''خرچ کرنے کی جگہ'' اس سے مراد وہ لوگ ہیں جنہیں زکوۃ ادا کی جاتی ہے۔ زکوۃ کے کل آٹھ مصارف ہیں جو اللہ تبارک وتعالیٰ نے سورہ توبہ میں بیان فرمائے ہیں۔

(i) فقراء (غریب):

اس سے مراد وہ مرد و عورت ہیں جو بہت ہی کم مال کے مالک ہوں اور زندگی کی ضروریات پوری کرنے میں دوسری کی مدد کے محتاج ہوں۔

(ii) مساکین (غریب):

مساکین، مسکین کی جمع ہے۔ اس سے مراد وہ غرباء ہیں جو اپنی ضروریات پوری کرنے کے لئے دوسرے انسانوں کے آگے ہاتھ پھیلاتے ہیں۔

(iii) عاملین زکوٰۃ:

اس سے مراد زکوۃ جمع کرنے والے سرکاری ملازم ہیں، انہیں بھی زکوٰۃ ادا کی جاسکتی ہے۔

(iv) مؤلفۃ القلوب (نئے مسلمان):

اس سے مراد وہ لوگ ہیں جن کی دلجوئی اور اسلام کی رغبت پیدا کرنے کیلئے ابتدائے اسلام میں زکوۃ ادا کی جاتی تھی، اب ان کا مصرف ختم ہو چکا ہے لہٰذا اب نہیں زکوۃ نہیں دی جاتی۔

(v) رقاب (غلام):

اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو غلامی کی زندگی بسر کر رہے ہوں اور اپنے مالکوں کو رقم ادا کر کے آزاد ہونا چاہتے ہوں۔ انہیں بھی آزادی کے حصول کے لئے زکوۃ ادا کی جاسکتی ہے۔

(vi) فی سبیل اللہ (مجاہد و مبلّغ):

اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو اللہ کی راہ میں جہاد اور اعلائے کلمۃ اللہ کیلئے نکلے ہوں۔ انہیں بھی زکوۃ ادا کی جاسکتی ہے۔

(vii) ابن السبیل (مسافر):

اس سے مراد مسافر ہیں، چاہے وہ اپنے وطن میں خوشحال ہی کیوں نہ ہوں لیکن حالتِ سفر میں تنگدستی کی صورت میں انہیں زکوۃ دی جاسکتی ہے۔

(viii) غارمین (قرض دار):

اس سے مراد وہ لوگ جو قرض کے بوجھ تلے دبے ہوں اور قرض ادا نہ کرسکتے ہوں۔ انہیں قرض کی ادائیگی کیلئے زکوۃ دی جاسکتی ہے۔

زکوۃ نہ دینے والوں کیلئے وعید:

قرآنی آیات میں جابجا زکوۃ ادا کرنے کا اور مال کی حرص ولالچ سے بچنے کا حکم دیا گیا۔ زکوۃ نہ دینے والوں کے خلاف خدائے ذوالجلال نے سورۃ توبہ میں بہت سخت وعید بیان فرمائی ہے:

وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلاَ يُنفِقُونَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللهِ فَبَشِّرْهُم بِعَذَابٍ أَلِيمٍ

''اور وہ لوگ جو سونا چاندی جمع کر کے رکھتے ہیں اور انہیں اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے، انہیں دردناک عذاب کی خوشخبری سنادو۔''

(سورۃ التوبہ:۳۴)

زکوۃ کے فوائد وثمرات

زکوۃ اسلام کے معاشی ومعاشرتی نظام کا ایک اہم ستون ہے۔ کسی بھی معاشرے میں طبقات کی کشمکش اس وقت ہی شروع ہوتی ہے جب وہاں زکوۃ کا نظام رائج نہ ہواور دولت کی تقسیم غیر منصفانہ ہو۔ جس معاشرے میں زکوۃ کا نظام رائج ہوتو اس کے مثبت اثرات اور فوائد پورے معاشرے پر بخوبی محسوس کئے جاسکتے ہیں۔

زکوۃ کے انفرادی ومعاشی فوائد

یوں تو زکوۃ کے فوائد بے شمار ہیں جن کا احاطہ ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے، لیکن ان میں سے چند ایک مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔مال میں اضافہ:

بظاہر تو زکوۃ کی ادائیگی سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ مال میں کمی واقع ہو رہی ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ زکوۃ مال میں اضافے کا سبب بنتی ہے۔ خدا تبارک وتعالیٰ کا ارشاد پاک ہے۔

إِن تُقْرِضُوا اللهَ قَرْضاً حَسَناً يُضَاعِفْهُ لَكُمْ

ترجمہ: اگر تم اللہ کو اچھی طرح قرض دو (صدقہ کرو) تو وہ تمہارے لئے دوگنا کردے اس (مال) کو۔ (سورۃ التغابن:۱۷)

۲۔دین کی نصرت:

زکوۃ کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ اس سے دین کی نصرت ہوتی ہے۔ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے مجاہدین کو مال واسباب مہیا کیا جاتا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَجَاهِدُواْ بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ

ترجمہ: تم اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کرو۔ (سورۃ التوبۃ: ۴۱)

۳-مال کی قربانی کا جذبہ:

مال کی محبت ہر برائی کی جڑ ہے، مال کو انسان کیلئے فتنہ قرار دیا گیا ہے۔ زکوٰۃ کی ادائیگی کا فائدہ یہ ہے کہ اس سے انسان اس بری محبت سے نجات پاتا ہے اور اس میں مال کی قربانی کا جذبہ بیدار ہوتا ہے۔

۴-خدمتِ خلق کا جذبہ:

جب انسان زکوٰۃ ادا کرتا ہے تو اس میں خدمت خلق کا جذبہ پیدا ہوتا ہے اور وہ سالانہ زکوٰۃ کے علاوہ نفلی صدقات پر بھی توجہ دیتا ہے۔ آج کے اس نفسا نفسی کے دور میں خدمت خلق کا جذبہ یقیناً بہت اہمیت کا حامل ہے۔

۵-اللہ کے حکم کی تعمیل:

مال کی محبت وہ شر ہے جو انسان کا کہیں پیچھا نہیں چھوڑتا اور انسان اور اللہ کے احکام کے درمیان رکاوٹیں کھڑی کرتا ہے۔ لیکن زکوٰۃ کی ادائیگی انسان کے دل سے مال کی محبت کو باہر نکال دیتی ہے اور اسے اللہ کے احکامات کی تعمیل کرنے کی عادت سے روشناس کراتی ہے۔

۶-سرمایہ کاری میں اضافہ:

ادائیگی زکوٰۃ کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ زکوٰۃ کے ذریعے پیدا ہونے والی کمی کو پورا کرنے کیلئے صاحب مال اپنی دولت کسی نہ کسی منفعت بخش کاروبار میں لگانے پر مجبور ہو جاتا ہے جس سے سرمایہ کاری میں اضافہ ہوتا ہے۔ زکوٰۃ کی شرح کیوں کہ صرف ڈھائی فیصد ہے لہٰذا صاحب مال یہ رقم، دیگر قسم کے بھاری ٹیکسوں کے مقابلے میں خوش دلی اور دیانت داری سے ادا کرتا ہے۔

۷-تزکیہ نفس:

تزکیہ "زکوٰۃ" سے ہی نکلا ہے جس کا مطلب ہے پاک کرنا، زکوٰۃ سے مال کی پاکیزگی کے ساتھ نفس اور دل کی پاکیزگی بھی حاصل ہوتی ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

الَّذِیْ یُؤْتِیْ مَالَهُ یَتَزَکّٰی

ترجمہ: جو اپنا مال دے کر تزکیہ حاصل کرتا ہے۔ (اللیل:۱۸)

زکوٰۃ کے اجتماعی و معاشرتی فوائد

۱-امداد باہمی:

زکوٰۃ کی ایک بڑی افادیت یہ ہے کہ اس کی ادائیگی سے نادار و مفلس افراد کی مالی مدد ہو جاتی ہے اور چونکہ زکوٰۃ قرض سمجھ کر ادا کی جاتی ہے اس لئے دینے والا برتری کا احساس نہیں کر سکتا اور لینے والے کو احساس کمتری نہیں ہوتا کیونکہ یہ اس کا حق ہے۔ اس طرح زکوٰۃ ملت کے افراد کے مابین امدادِ باہمی کا کردار ادا کرتی ہے۔

۲-طبقاتی کشمکش کا خاتمہ:

وہ معاشرہ جس میں زکوٰۃ کا نظام راج نہ ہو، طبقاتی کشمکش کا شکار ہو جاتا ہے اور دولت کی تقسیم غیر منصفانہ ہوتی ہے۔ امیر،

امیر تر ہوتا جاتا ہے اور غریب، غریب تر لیکن اسلام کا معاشی نظام جس کی بنیاد زکوٰۃ کے اصولوں پر ہے اس میں طبقاتی کشمکش کا خاتمہ کیا جاتا ہے اور دولت کی منصفانہ اور مساوایانہ تقسیم کو یقینی بنایا جاتا ہے۔

۳۔ پرامن اور خوشحال معاشرے کا قیام:

جب غریبوں کو ان کے حقوق ملیں اور ان کی مالی اعانت کی جائے تو معاشرے کا کوئی فرد مفلس و نادار نہیں رہتا اور معاشرے میں امن اور خوشحالی پیدا ہوتی ہے۔ کیوں کہ فساد کی اصل جڑ مال و دولت ہی ہوتا ہے۔ اسلئے اسلام نے ہر صاحب نصاب پر زکوٰۃ فرض کر کے غریبوں کو باعزت زندگی گزارنے کا حق دیا۔

۴۔ ذخیرہ اندوزی کا خاتمہ:

کسی بھی معاشرے کی معاشی تباہی کا ایک بڑا سبب ذخیرہ اندوزی بھی ہوتا ہے۔ زکوٰۃ ایک ایسا مؤثر فریضہ ہے جس کے نافذ ہوتے ہی معاشرہ اس لعنت سے پاک ہو جاتا ہے۔ دولت چند دولت مندوں کے ہاتھوں میں ہی جمع ہو کر نہیں رہ جاتی بلکہ ہر مستحق تک پہنچتی ہے۔ ذخیرہ اندوزوں کو وعید سناتے ہوئے قرآن نے کچھ یوں کہا:

وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلاَ يُنفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُم بِعَذَابٍ أَلِيْمٍ ٥ يَوْمَ يُحْمَى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوَى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنوبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ هَـٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لأَنفُسِكُمْ فَذُوْقُواْ مَا كُنتُمْ تَكْنِزُوْنَ.

اور جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں اور اس کو اللہ کے رستے میں خرچ نہیں کرتے اُن کو اس دن کے دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دو۔ ۳۴۔ جس دن وہ مال دوزخ کی آگ میں (خوب) گرم کیا جائے گا پھر اُس سے ان (بخیلوں) کی پیشانیاں اور پہلو اور پیٹھیں داغی جائیں گی (اور کہا جائے گا) یہ وہی ہے جو تم نے اپنے لئے جمع کیا تھا سو جو تم جمع کرتے تھے (اب) اس کا مزہ چکھو۔ (سورۃ التوبہ: ۳۵،۳۴)

سوال: زکوٰۃ کی ادائیگی کے چند اصول بیان کریں۔

زکوٰۃ کی ادائیگی کے چند اصول

زکوٰۃ کے بارے میں مندرجہ ذیل عناصر کا خیال رکھنا چاہئے۔

۱۔ زکوٰۃ صرف مسلمانوں ہی سے لی جاتی ہے۔

۲۔ وہ عزیز و اقارب جن کی کفالت شرعاً فرض ہے (مثلاً ماں باپ بیٹا بیٹی شوہر، بیوی وغیرہ) انھیں زکوٰۃ نہیں دی جاسکتی۔ البتہ دور کے عزیز، غیروں کے مقابلے میں قابل ترجیح ہیں۔

۳۔ عام حالات میں ایک بستی کی زکوٰۃ خود اسی بستی میں تقسیم ہونی چاہیے۔ البتہ اس بستی میں مستحقین زکوٰۃ نہ ہونے، یا کسی دوسری

بستی میں ہنگامی صورت حال مثلاً سیلاب، زلزلہ، قحط وغیرہ کے مواقع پر دوسری بستی میں تقسیم کی جاسکتی ہے۔

۴۔ زکوٰۃ دینے والوں کو چاہیے کہ وہ ممکن حد تک اس بات کا اطمینان کرلیں کہ زکوٰۃ لینے والا اس کا مستحق ہے۔

۵۔ زکوٰۃ کی رقم سے ضرورت کی اشیاء خرید کر بھی مستحقین کو دی جاسکتی ہیں۔

۶۔ مستحق زکوٰۃ کو ضروری نہیں کہ یہ پیسہ یا مال زکوٰۃ کا ہے۔

۷۔ زکوٰۃ کی ادائیگی ہر مسلمان پر فرض ہے جب اس کے پاس دولت نصاب تک پہنچ جائے۔

۸۔ مسلمانوں کے علاقوں میں واقع کانوں کے معدنیات کے پیداوار پر دس فیصد (10%) زکوٰۃ ہے اور یہ زکوٰۃ کو تیل کی صورت میں جمع کرنے کے لئے بہت اہم ہے۔ تمام مسلمان ملکوں میں تیل کی پیداوار کا دس فیصد حصہ مستحقین زکوٰۃ کا حق ہے۔

۹۔ زکوٰۃ کی تقسیم جتنی جلدی ممکن ہو، کرنی چاہیے۔ مثالی لحاظ سے زکوٰۃ کی وصولی کے بعد، 24 گھنٹوں کے اندر اندر اس کی تقسیم ہونی چاہیئے۔

۱۰۔ زکوٰۃ وصول کی جاتی ہے نہ کہ دی جاتی ہے۔ زکوٰۃ کے ان محصولین (Zakat Collectors) کو امیر (حاکم) مقرر کرے گا اور ان کی تنخواہ جمع شدہ زکوٰۃ سے دی جائے گی۔

☆......☆......☆

سوال: حج کی فلسفہ کیا ہے؟ انسان کی انفرادی اور اجتماعی پر حج کے کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

حج کا مفہوم:

حج کے لغوی معنی ہیں زیارت کا ارادہ کرنا۔

شریعت کی اصطلاح میں حج وہ عبادت ہے جو خانہ کعبہ کی زیارت اور مناسک حج پر مشتمل ہوتی ہے اور ہر صاحب استطاعت پر زندگی میں ایک مرتبہ فرض ہے۔

حج کی فرضیت:

ہجرت کے نویں سال ۹ھ میں مسلمانوں پر حج فرض کیا گیا۔ حضور اکرم ﷺ نے اپنی حیات مبارکہ میں ایک حج کیا اور اس موقع پر وہ تاریخی خطبہ ارشاد فرمایا جسے ''خطبہ حجۃ الوداع'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

حج کی قسمیں:

حج کی تین قسمیں ہیں:

(۱) قِران (۲) تمتّع (۳) اِفراد

(۱) حج قران:

قران کے لفظی معنی ہیں ملانا۔ یہ وہ حج ہے جس میں حج اور عمرہ دونوں عبادات کیلئے ایک احرام باندھ کر مناسک حج و عمرہ ادا کئے

جائیں۔یعنی دونوں عبادات کے درمیان احرام کھول کر وقفہ و فاصلہ نہ کیا جائے بلکہ جس احرام سے ایک عبادت کی جائے اسی کو جاری رکھتے ہوئے دوسری عبادت بھی ادا کی جائے۔گویا اس حج میں دونوں عبادات یعنی حج و عمرہ کو ایک احرام کے اندر ملا دیا جاتا ہے۔

(۲) حج تمتع:

تمتع کے لفظی معنی ہیں فائدہ اٹھانا۔ یہ وہ حج ہے جس میں پہلے عمرہ یا حج کا احرام باندھ کر ادا کیا جائے پھر احرام کھول دیا جائے اور کچھ وقفہ کے بعد دوبارہ احرام باندھ کر دوسری عبادت ادا کی جائے۔

(۳) حج افراد:

افراد کے لفظی معنی ہیں اکیلا و تنہا۔ یہ وہ حج ہے جس کے ساتھ عمرہ نہ کیا جائے صرف حج کا احرام باندھ کر مناسک حج ادا کیے جائیں۔

ایامِ حج:

حج ذی الحجہ کی ۸ تاریخ سے لے کر ۱۲ تاریخ تک ادا کیا جاتا ہے۔ان پانچ دنوں کو ''ایام حج'' کہتے ہیں۔

مناسکِ حج:

(۱) اِحرام (حج کا مخصوص لباس) (۲) طواف (۳) سعی (صفا، مروہ کے درمیان دوڑ)
(۴) حجر اسود کا استلام (بوسہ) (۵) وقوفِ عرفہ (۶) قیامِ مزدلفہ
(۷) رمیِ جمرات (کنکریاں مارنا) (۸) نحر (قربانی) (۹) حلقِ راْس (سر مونڈوانا)

حج کی اہمیت قرآن کی روشنی میں:

(i) وللهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلاً

ترجمہ: لوگوں پر اللہ کا حق ہے جو کوئی بیت اللہ تک آنے کی قدرت رکھتا ہو وہ حج کیلئے آئے۔ (سورۃ آل عمران: ۹۷)

(ii) الْحَجُّ أَشْهُرٌ مَّعْلُومَاتٌ

ترجمہ: حج کے مہینے (معیّن ہیں جو) معلوم ہیں۔ (سورۃ البقرۃ: ۱۹۷)

(iii) وَأَتِمُّواْ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلهِ

ترجمہ: اور حج اور عمرہ اللہ کیلئے پورا پورا ادا کرو۔ (سورۃ البقرۃ: ۱۹۶)

حج کی اہمیت احادیث کی روشنی میں:

(i) يأَيُّهَا النَّاسُ قَدْ فُرِضَ عَلَيْكُمُ الْحَجُّ فَحُجُّوا.

ترجمہ: اے لوگو! تم پر حج فرض کیا گیا لہٰذا تم حج کرو۔

(ii) مَنْ حَجَّ الْبَيْتَ فَقَضٰى مَنَاسِكَهُ وَسَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِن لِّسَانِهِ وَيَدِهِ غُفِرَلَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ.

ترجمہ: جس شخص نے بیت اللہ کا حج کیا، اور اس کے مناسک (پوری طرح) ادا کیے، اور اس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہے تو اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیے گئے۔''

(iii) مَنْ حَجَّ لِلهِ فَلَمْ يَرْفُثْ وَلَمْ يَفْسُقْ رَجَعَ كَيَوْمٍ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ.

ترجمہ: جو کوئی خالصتاً اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں حج کرتا ہے اور دورانِ حج فسق و فجور سے باز رہتا ہے وہ اس طرح (گناہوں سے پاک ہوکر) لوٹتا ہے جیسے اس دن تھا جس دن اس کی ماں نے اسے جنا تھا۔" (بخاری)

حج کے فوائد اور ثمرات

حج کا اصل فائدہ گناہوں کی معافی ہے جیسا کہ بے شمار احادیث مبارکہ سے واضح ہے۔ اس بنیادی فائدہ کے علاوہ اور بھی حج بہت سے انفرادی اور اجتماعی فوائد ہیں جن کا مختصر جائزہ یہاں پیش کیا جاتا ہے:

حج کے انفرادی فوائد

۱۔ گناہوں کی معافی:

حج کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ انسان کے تمام پچھلے گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔ اگر خالص اللہ کی رضا کیلئے حج کیا جائے اور حج کی جملہ شرائط پوری کرنے کے علاوہ کسی مسلمان کو زبان و ہاتھ سے تکلیف نہ دی جائے تو انسان کے تمام پچھلے گناہ معاف کردیے جاتے ہیں۔ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

مَنْ حَجَّ لِلّٰهِ فَلَمْ يَرْفُثْ وَلَمْ يَفْسُقْ رَجَعَ كَيَوْمٍ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ.

ترجمہ: جو کوئی خالصتاً اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں حج کرتا ہے اور دورانِ حج فسق و فجور سے باز رہتا ہے وہ اس طرح (گناہوں سے پاک ہوکر) لوٹتا ہے جیسے اس دن تھا جس دن اس کی ماں نے اسے جنا تھا۔" (بخاری)

۲۔ یکسانیت:

حج کے اجتماع میں مختلف اقوام سے تعلق رکھنے والے اور مختلف زبانیں بولنے والے لوگ جمع ہوتے ہیں جو مختلف رنگ و نسل سے وابستہ ہوتے ہیں لیکن حج کے دوران تمام حاجی لٹھے کی دو چادریں پہن کر اللہ کے حضور پیش ہوجاتے ہیں اور تمام تر علاقائی وابستگیوں سے بالاتر ہوکر ایک ساتھ عبادت کرتے ہیں۔ بڑے چھوٹے اور امیر غریب کا کوئی فرق نہیں رہتا۔

۳۔ قربِ خداوندی:

عام طور پر آج کا انسان اللہ تعالیٰ سے دور رہتا ہے اور اسے ہر وقت اللہ تعالیٰ کا استحضار نہیں رہتا۔ لیکن حج کا ایک فائدہ یہ ہے کہ جب انسان حج کرنے بیت اللہ پر حاضری دیتا ہے تو وہ دل و جان سے اللہ کے قریب ہوجاتا اور اپنے محبوب حقیقی کو اپنے آس پاس محسوس کرکے اس کی محبت میں کھو جاتا ہے۔

۴۔ مقاماتِ مقدسہ کی زیارت:

حج کے موقع پر عالم اسلام کے حجاج اسلامی تاریخی مقامات اور آثار مقدسہ کی زیارت کرتے ہیں جس سے دور ابراہیمی کی یادیں تازہ ہوتی ہیں مسجد حرام کے علاوہ مکہ مکرمہ اور اسکے آس پاس کی کئی مساجد قابل زیارت ہیں جیسے مسجد جن، مسجد الکبش وغیرہ۔ یہ سب بہت ہی یادگار مقامات ہیں جن کی نظیر کہیں نہیں ملتی، صفا اور مروہ کو خدائے تعالیٰ نے شعائر اسلام قرار دیتے ہوئے فرمایا:

إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِن شَعَآئِرِ اللّٰهِ

ترجمہ: بے شک صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں۔ (سورۃ البقرۃ: ۱۵۸)

۵-اللہ کا خوف:

جب انسان حج کا ارادہ کرتا ہے تو اسے احساس ہوتا ہے کہ اس نے بیت اللہ شریف جا کر خدا کا سامنا کرنا ہے۔ اللہ کو منہ دکھانا ہے۔ یہ احساس انسان کے دل میں خدا کا خوف پیدا کرتا ہے لہٰذا وہ تقویٰ و پرہیزگاری اختیار کرتے ہوئے گناہوں سے بچتا ہے۔

٦- جامع العبادات:

حج جیسی جامع عبادت میں تمام عبادات کی روح شامل ہے۔ حج کے لیے روانگی سے واپسی تک دورانِ سفر نماز کے ذریعے قربِ الٰہی میسر آتا ہے۔ حج کے لیے مال خرچ کرنا زکوٰۃ سے مشابہت رکھتا ہے۔ نفسانی خواہشات اور اخلاقی برائیوں سے پرہیز اپنے اندر روزے کی سی کیفیت رکھتا ہے۔ گھر سے دوری اور سفر کی مشقت میں جہاد کا رنگ ہے۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے آپ ﷺ نے فرمایا:

''سب سے افضل جہاد حج مبرور (مقبول) ہے۔''

حج کے اجتماعی فوائد

۱-اخوت اسلامی:

حج کے موقع پر جمع ہونے والے مسلمان آپس میں اسلامی اخوت کے جذبہ سے سرشار ہوتے ہیں اور مختلف اقوام سے تعلق ہونے کے باوجود ایک دوسرے کے لئے اجنبی نہیں ہوتے، سب کا لباس اور انداز یکساں ہوتا ہے۔ مختلف ممالک کے مسلمانوں کے اس طرح ایک جگہ ہونے سے یکجہتی اور اخوت اسلامی پروان چڑھتی ہے۔

۲-اجتماع ملّت اسلامیہ:

حج کے موقع پر سارے عالم اسلام سے حجاج کرام رنگ و نسل، قوم و وطن کے امتیازات سے بلند و بالا ہو کر ایک ہی مرکز یعنی مکہ معظّمہ میں حاضر ہو جاتے ہیں جس سے اتحادِ عالم اسلام اور مساواتِ محمدی کا ایک روح پرور منظر نظر آتا ہے جسے دیکھ کر غیر بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ الغرض حج اتحاد عالم اسلام کا ایک عظیم روحانی اجتماع ہوتا ہے۔

۳-فرقہ واریت کا خاتمہ:

آج دنیا میں مسلمان مختلف فرقوں میں بٹے ہوئے ہیں جو روحِ اسلامی کے لئے سم قاتل ہیں۔ حج کے موقع پر تمام مسلمان فرقہ وارانہ اختلافات بھلا کر اور ہر طرح کی تفریق سے بالاتر ہو کر یہ فریضہ انجام دیتے ہیں۔ حج مسلمانوں کو متحد و متفق رہ کر دنیا کی قیادت کرنے کا درس دیتا ہے۔

۴- نظم و ضبط:

حج کے اجتماع میں حجاج کرام جس نظم و ضبط کا مظاہرہ کرتے ہیں ایسا دوسرے کسی بھی معاشرتی اور مذہبی اجتماع میں دیکھنے میں نہیں آتا۔ ایک ہی وقت میں منیٰ میں قیام، وقوف عرفہ، قیام مزدلفہ، جمرات کی رمی، غرض انسانوں کا ایک ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر بڑی

با قاعدگی اور امن و امان کے ساتھ مناسک حج ادا کرتا ہے جو نظم وضبط کا حسین مظاہرہ ہے۔

۵۔ تجارتی و بین الاقوامی تعلقات:

حج کے موقع پر عالم اسلام کے حجاج مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں خرید وفروخت کرتے ہیں، سیاسی اکابرین آپس میں ملتے ہیں، علماء مشائخ اور دانشوروں کی ملاقاتیں ہوتی ہیں۔ اور اس طرح تجارتی اور بین الاقوامی تعلقات کو فروغ حاصل ہوتا ہے۔

☆............☆............☆

سوال: قرآن وحدیث کی روشنی میں جہاد کی اہمیت بیان کریں۔ جہاد کی اقسام بیان کریں۔

جہاد

جہاد کا مفہوم:

جہاد کے لغوی معنی ہیں ''کوشش اور جدوجہد کرنا''

اصطلاح میں حق کی سربلندی کے لئے ہر قسم کی کوشش، قربانی اور ایثار کرنا اپنی تمام مالی اور جسمانی قوتوں کو اللہ کی راہ میں قربان کرنا، اللہ کے دشمنوں کے اسلام مخالف حربوں کو روکنا بلکہ اگر اس کے لئے میدان جنگ میں آکر ان سے لڑنا بھی پڑے تو اس سے بھی دریغ نہ کرنا جہاد کہلاتا ہے۔

جہاد کی فرضیت:

ہجرت کے بعد سن ۲ ہجری میں جہاد فرض ہوا۔ اسلام کا پہلا غزوہ، غزوہ بدر اسی سال پیش آیا۔

جنگ اور جہاد میں فرق:

جنگ کا مقصد جاہ وجلال کا حصول اور مقتدر طاقتوں پر قبضہ ہوتا ہے جبکہ جہاد کا مقصد اعلاء کلمۃ اللہ یعنی اللہ کے قانون کی حاکمیت قائم کرنا ہے۔

جہاد کی اہمیت قرآن کی روشنی میں:

(۱) **يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِينَ عَلَى الْقِتَالِ**

ترجمہ: اے نبی ﷺ مومنین کو جہاد پر ابھاریئے۔ (سورۃ الانفال:۶۵)

(۲) **كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ**

ترجمہ: تم پر جہاد فرض کیا گیا ہے حالانکہ وہ تمہیں ناپسندیدہ ہے۔ (سورۃ البقرۃ: ۲۱۶)

(۳) **وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى لاَ تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّيْنُ كُلُّهُ لِلهِ**

ترجمہ: اور (مسلمانو!) ان کافروں سے لڑتے رہو، یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے، اور دین پورے کا پورا اللہ کا ہو جائے۔ (سورۃ الانفال: ۳۹)

جہاد کی فضیلت احادیث کی روشنی میں:

(۱) إِنَّ أَبْوَابَ الْجَنَّةِ تَحْتَ ظِلَالِ السُّيُوفِ

ترجمہ: جنت کے دروازے تلوار کے سائے تلے ہیں۔ (مسلم)

(۲) لَغَدْوَةٌ فِي سَبِيلِ اللهِ أَوْ رَوْحَةٌ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا

ترجمہ: ایک صبح کیلئے یا ایک شام کیلئے خدا کی راہ میں جہاد کی غرض سے شرکت دنیا اور دنیا کی چیزوں سے بہتر ہے۔ (بخاری ومسلم)

(۳) لَوَدِدْتُ أَنْ أُقْتَلَ فِي سَبِيلِ اللهِ ثُمَّ أُحْيىٰ ثُمَّ أُقْتَلَ ثُمَّ أُحْيىٰ ثُمَّ أُقْتَلَ ثُمَّ أُحْيىٰ ثُمَّ أُقْتَلَ

ترجمہ: میں چاہتا ہوں کہ اللہ کی راہ میں قتل (شہید) کیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں، پھر قتلکیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں، پھر قتل کیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں، پھر شہید کیا جاؤں۔ (بخاری ومسلم)

جہاد کی اقسام:

علماء نے جہاد کی مختلف اقسام بیان فرمائی ہیں جن میں:

(۱) جہاد بالنفس (۲) جہاد بالعلم (۳) جہاد بالمال (۴) جہاد بالقلم (۵) جہاد بالسیف

(۱) جہاد بالنفس:

جہاد بالنفس کا مطلب یہ ہے کہ اپنے نفس کے ساتھ جہاد کرنا یعنی شریعت کی طرف سے منع کردہ امور کے خلاف اپنے نفس کو روکے رکھنا اس کے لئے جتنی بھی مشقت اٹھانی پڑے برداشت کرنا۔ اسے ''جہاد اکبر'' بھی کہتے ہیں۔

(۲) جہاد بالعلم:

دنیا کا تمام شر اور فساد جہالت کا نتیجہ ہے، اس کا دور کرنا نہایت ضروری ہے۔ اگر انسان عقل وشعور رکھتا ہے تو اسے چاہئے کہ دوسروں کو بھی اس سے فیض پہنچائے۔ اسی علمی انداز میں دین کی دعوت وتبلیغ کو جہاد بالعلم کہتے ہیں۔ نتائج اور افادیت کے لحاظ سے اس کو بہت اہمیت حاصل ہے۔

(۳) جہاد بالقلم:

جہاد کی ایک قسم جہاد بالقلم بھی ہے۔ قلم سے جہاد کا مطلب یہ ہے کہ انسان حق باتوں کو اپنے قلم کے ذریعے دوسروں تک پہنچائے اور اس سلسلے میں جو بھی ممکن کوشش ہو سکے اس سے دریغ نہ کرے۔

(۴) جہاد بالمال:

جہاد کی ایک قسم جہاد بالمال بھی ہے۔ س کا مطلب یہ ہے کہ اللہ نے انسان کو جو مال عطا کیا ہے اسے حق کی مدد ونصرت اور اللہ کی رضا کے لئے اس کے راستے میں خرچ کرنے سے گریز نہ کرے۔ جو آدمی اللہ کے دیئے ہوئے مال کو ایسے مواقع پر خرچ کرنے سے ہچکچاتا ہے یا بخل کرتا ہے تو قرآن میں اس کے لئے وعید موجود ہے، چنانچہ ارشاد ہے:

وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيْمٍ

ترجمہ: ''اور وہ لوگ جو سونا چاندی جمع کر کے رکھتے ہیں اور انہیں اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے، انہیں دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دو۔'' (سورۃ التوبہ:۳۴)

(۵) جہاد بالسیف:

یعنی تلوار سے جہاد کرنا۔ میدان جہاد میں آخر حق کے مخالفین سے رضاء الٰہی کے حصول کے لئے اس جذبے کے ساتھ لڑنا کہ سارا دین اللہ کا ہو جائے اور کفر مٹ جائے یا مغلوب ہو کر دنیا میں رہے اور حق کے راستے میں کسی قسم کی رخنہ اندازی کی کوشش نہ کرے۔ قرآن نے کہا:

وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى لاَ تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ كُلُّهُ لِلهِ

ترجمہ: اور (مسلمانو!) ان کافروں سے لڑتے رہو، یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے، اور دین پورے کا پورا اللہ کا ہو جائے۔

(سورۃ الانفال: ۳۹)

جہاد بالسیف کی دو قسمیں ہیں:

(۱) مدافعانہ جہاد: اگر کوئی غیر مسلم قوت کسی مسلمان ملک پر حملہ کر دے تو اس کے دفاع میں کیا جانے والا جہاد مدافعانہ کہلاتا ہے۔

(۲) اقدامی جہاد: اگر کوئی مسلم ملک کسی کافر ملک پر حملہ میں پہل کرے تو یہ اقدامی جہاد یا مصلحانہ جہاد کہلائے گا۔

جہاد کے مقاصد

(۱) دین کا تحفظ:

اسلامی معاشرے میں جہاد کے دیرپا اثرات مرتب ہوتے ہیں اور مسلمانوں کو بے شمار فوائد حاصل ہوئے ہیں۔ ان میں سے تحفظ دین سب سے اہم فائدہ ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو باطل قوتیں اسلام کو نقصان پہنچانے کے لئے سر اٹھائیں ان کو جہاد ہی کے ذریعے دبایا جاتا ہے۔ یعنی تحفظ دین کے لئے لڑنا بھی جہاد کا اہم ترین فائدہ اور تقاضا ہے۔

(۲) ملک وملت کا دفاع:

دین کے تحفظ کے ساتھ ساتھ جہاد کے فوائد میں تحفظِ ملک وملت یعنی دفاعِ وطن بھی ایک اہم فائدہ ہے۔ یعنی جب بھی طاغوتی قوتیں کسی ملک وملت کے خلاف سر اٹھائیں تو اس وقت ملک وملت کا دفاع وہاں کے باشندوں پر فرض ہو جاتا ہے۔ گویا جہاد ہی کے ذریعے ملک وملت کا دفاع کیا جاتا ہے۔

(۳) اعلائے کلمۃ اللہ:

جہاد ہی کے ذریعے اللہ کے دین کو غالب کیا جاتا ہے اور اس کے کلمے کو بلند کیا جاتا ہے۔ اسلامی تاریخ میں جب جب دین کی سربلندی کی ضرورت پیش آئی۔ تو جہاد ہی کو ذریعہ بنا کر اللہ کے دین کو غالب کیا گیا۔ اس رِیت کی ابتداء خود حضورؐ نے متعدد غزوات میں بنفس نفیس شرکت فرما کر کی۔

(۴) دین کی تبلیغ:

حضور ﷺ پر نبوت کا سلسلہ ختم ہو چکا اور **أمر بالمعروف** اور **نهی عن المنكر** امت محمدی کی ذمہ داری ہے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی بہترین صورت جہاد ہی ہے۔ تبلیغ دین کے راستے میں جو باطل قوتیں مزاحمت کریں ان کے خلاف لڑنا بھی جہاد ہے۔ اس طرح یہ کہا جا سکتا ہے کہ جہاد کا ایک اہم ترین فائدہ تبلیغ دین بھی ہے۔

(۵) کفار کے قلوب میں رعب:

جہاد کا اصل مقصد اعلاءِ کلمۃ اللہ (یعنی اللہ کے قانون کی سربلندی) ہے، ٹیپو سلطان کا مشہور مقولہ ہے ''شیر کی ایک دن کی زندگی گیدڑ کی سوسالہ زندگی سے بہتر ہے۔'' جہاد کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ جہاد مسلمانوں کو عزت وقار کے ساتھ جینا سکھاتا ہے۔ جہاد ہی کی بدولت اللہ تبارک وتعالیٰ کفار کے دلوں میں مسلمانوں کا رعب پیدا کرتے ہیں۔ ارشاد خداوندی ہے:

سَأُلْقِیْ فِیْ قُلُوبِ الَّذِیْنَ کَفَرُواْ الرَّعْبَ فَاضْرِبُواْ فَوْقَ الأَعْنَاقِ

ترجمہ: میں ابھی کفار کے قلوب میں رعب ڈال دیتا ہوں سو تم (کفار کی) گردنوں پر مارو۔ (سورۃ الانفال:۱۲)

(۶) نفس پر قابو:

جہاد کی ایک قسم جہاد بالنفس بھی ہے جس کے ذریعے سے نفس امّارہ پر قابو حاصل کیا جاتا ہے۔ اس تناظر میں جہاد کا ایک مقصد یہ بھی ہوا کہ اس کے ذریعے سے نفس پر قابو کیا جائے اور فسق وفجور سے گریز کیا جائے۔

(۷) مال غنیمت کا حصول:

ویسے تو مومن کے جہاد کا مقصد ہرگز دنیاوی مال ومتاع کا حصول نہیں ہوتا، بقول علامہ اقبال:

ع: نہ مال غنیمت نہ کشور کشائی

لیکن یہ حقیقت ہے کہ جہاد کے ذریعے مفتوح قوم اور مفتوح علاقہ جات سے خطیر مال غنیمت حاصل کیا جاتا ہے جو کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے مسلمانوں کیلئے دنیاوی انعام واکرام ہے۔

(۸) اسلامی ریاست کی وسعت:

ابتدائی طور پر جہاد کی دو قسمیں ہیں: ایک قدومی جہاد اور دوسرا دفاعی جہاد۔ دفاعی جہاد تو تب کی جاتا ہے جب دشمن حملہ آور ہو جبکہ قدومی جہاد میں مسلمان خود کسی غیر مسلم ریاست پر حملہ آور ہوتے ہیں جس کا مقصد صرف یہ ہوتا ہے کہ اسلامی ریاست کا دائرہ کار اور بھی وسیع تر کیا جائے۔

والدین کے حقوق

تمہید:

اسلام نے والدین کی خدمت و اطاعت اور ان سے حسن سلوک کو بہت اہمیت دی ہے۔ اور قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے جابجا اپنی عبادت کے فوراً بعد والدین سے حسن سلوک کا حکم دیا ہے۔

یہ ایک مسلم حقیقت ہے کہ پیدائش سے موت تک انسان اپنے والدین کا محتاج ہوتا ہے، جب انسان پیدا ہوتا ہے تو والدین ہی اس دیکھ بھال اور صفائی ستھرائی کا سارا انتظام کرتے ہیں.......... ہر انسان پر والدین کے اتنے احسانات ہوتے ہیں کہ اگر وہ ساری زندگی بھی ان کی خدمت کرتا رہے تب بھی ان کے احسانات کا بدلہ نہیں چکا سکتا لیکن وہ ان کے احسانات کے جواب میں ان کی خدمت کر سکتا ہے، ان کی اطاعت اور ان سے حسن سلوک کر سکتا ہے۔ یوں وہ کسی قدر والدین کے احسانات کا بدلہ چکا سکتا ہے۔ قرآن وحدیث میں اولاد پر والدین کے جو حقوق بیان کئے گئے ان میں سے چند ایک کا ذکر یہاں کیا جا رہا ہے۔

حقوقِ والدین قرآن کی روشنی میں:

(۱)　وَقَضٰی رَبُّکَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِیَّاہُ وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَاناً

ترجمہ:　اور تیرے رب نے فیصلہ کر دیا ہے کہ تم کسی کی عبادت نہ کرو مگر صرف اس کی، اور والدین کے ساتھ نیک سلوک کرو۔ (سورۃ بنی اسرائیل: ۲۳)

(۲)　وَوَصَّیْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَیْہِ اِحْسَاناً

ترجمہ:　ہم نے انسان کو اپنے والدین کا حق پہچاننے کو تاکید کی ہے۔　(سورۃ الاحقاف: ۱۴)

(۳)　فَلَا تَقُلْ لَّھُمَا اُفٍّ وَّلَا تَنْھَرْھُمَا وَقُلْ لَّھُمَا قَوْلًا کَرِیْماً

ترجمہ:　تو انہیں (والدین کو) ''اف'' تک نہ کہو، اور نہ انہیں جھڑکو، بلکہ ان سے عزت کے ساتھ بات کیا کرو۔ (سورۃ بنی اسرائیل: ۲۳)

(۴)　وَصَاحِبْھُمَا فِی الدُّنْیَا مَعْرُوْفاً

ترجمہ:　اور دنیا میں ان کے ساتھ نیک برتاؤ کرتے رہو۔　(سورۃ اللقمان: ۱۵)

حقوقِ والدین احادیث کی روشنی میں:

(۱)　رِضَا الرَّبِّ فِي رِضَا الْوَالِدِ، وَسُخْطُ الرَّبِّ فِيْ سُخْطُ الْوَالِدِ

ترجمہ:　پروردگار کی خوشی باپ کی خوشی میں ہے اور پروردگار کی ناراضگی والد کی ناراضگی میں ہے۔　(ترمذی)

(۲)　أَفْضَلُ الْأَعْمَالِ الصَّلَاةُ لِوَقْتِھَا وَ بِرُّ الْوَالِدَیْنِ

ترجمہ:　سب سے افضل عمل وقت پر نماز پڑھنا، اور والدین سے حسن سلوک کرنا ہے۔　(مسلم)

(۳)　قَالَ بَعُدَ مَنْ أَدْرَکَ أَبَوَیْہِ الْکِبَرَ أَوْ أَحَدَھُمَا فَلَمْ یَدْخُلَاہُ الْجَنَّةَ، قُلْتُ آمِیْن.

ترجمہ: (حضور ﷺ نے فرمایا کہ جبریلؑ نے) کہا ''ہلاک ہووہ شخص جس کے سامنے اس کے والدین یاان میں سے کوئی ایک بڑھاپے کو پائیں اوروہ اس کو جنت میں داخل نہ کرائیں''، میں نے کہا: ''آمین۔'' (بخاری وترمذی)

(۴) جَاءَ رَجُلٌ إِلیٰ النَّبِيِّ ﷺ يَسْتَأْذِنُهُ فِيْ الْجِهَادِ، فَقَالَ: ''أَحَيٌّ وَالِدَاکَ''، قَالَ: ''نَعَمْ''، قَالَ: ''فَفِيْهِمَا فَجَاهِدْ''.

ترجمہ: ایک شخص حضور ﷺ کے پاس جہاد کی اجازت لینے آیا، تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا تمہارے والدین زندہ ہیں؟'' اس نے کہا جی ہاں! آپ ﷺ نے فرمایا ''تو ان دونوں میں ہی جہاد کرو۔'' (یعنی تمہارے لئے ماں باپ کی خدمت جہاد سے زیادہ افضل ہے) (متفق علیہ)

حقوقِ والدین:

انسان پر اپنے والدین کے بے پناہ حقوق اوراحسانات ہوتے ہیں جن کا احاطہ کرنا یہاں محال ہے۔ان میں سے چیدہ چیدہ کا ذکر یہاں کیا جاتا ہے۔

(۱) ادب واحترام:

والدین کا سب سے پہلا حق یہ ہے کہ والدین کا ادب واحترام کیا جائے، ان سے ہر قسم کی گستاخی سے بچا جائے۔گفتگو اور بات چیت کے دوران عزت وتکریم کو ملحوظِ خاطر رکھا جائے۔ان کو جھڑکنا یا اونچی آواز میں بات کرنا بلکہ اف تک کہنے سے گریز کیا جائے۔جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

فَلاَ تَقُل لَّهُمَا أُفٍّ وَلاَ تَنْهَرْهُمَا وَقُل لَّهُمَا قَوْلاً كَرِيْماً

ترجمہ: تو انہیں (والدین کو) ''اف'' تک نہ کہو، اور نہ انہیں جھڑکو، بلکہ ان سے عزت کے ساتھ بات کیا کرو۔(بنی اسرائیل: ۲۳)

(۲) حسن سلوک:

والدین سے حسن سلوک کا مطلب یہ ہے کہ جیسے بھی ہو سکے ان سے اچھا برتاؤ کرے۔ان کی خدمت میں پیش پیش رہے۔ان کے حکم فوراً بجالائے۔ان کی تمام تکالیف دور کرے۔دنیا کے جھمیلوں میں لگ کر ان سے بے رخی نہ برتے بلکہ اپنے اوقات میں سے ان کے لئے وقت نکالے اور خوش دلی سے ان کے کام بجالائے۔

(۳) اطاعت وخدمت:

والدین کی خدمت واطاعت میں اللہ کی رضا ہے۔والدین کی خدمت کی اتنی اہمیت ہے کہ اس عمل کو جہاد سے بھی افضل قرار دیا گیا ہے:

جَاءَ رَجُلٌ إِلیٰ النَّبِيِّ ﷺ يَسْتَأْذِنُهُ فِيْ الْجِهَادِ، فَقَالَ: ''أَحَيٌّ وَالِدَاکَ''، قَالَ: ''نَعَمْ''، قَالَ: ''فَفِيْهِمَا فَجَاهِدْ''

ترجمہ: ایک شخص حضور ﷺ کے پاس جہاد کی اجازت لینے آیا، تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا تمہارے والدین زندہ ہیں؟''، اس نے کہا جی ہاں! آپ ﷺ نے فرمایا ''تو ان دونوں میں ہی جہاد کرو۔'' (یعنی تمہارے لئے ماں باپ کی خدمت جہاد سے زیادہ افضل ہے) (متفق علیہ)

(۴) کثرت سے دعا:

والدین کی زندگی میں ان کی لمبی زندگی کیلئے اور ان کی وفات کے بعد ان کی مغفرت کیلئے دعا کرتے رہنا چاہئے۔ اللہ پاک نے انسان کو اپنے والدین کے لیے دعا کرنے کا صرف حکم نہیں دیا، بلکہ خود اسے وہ الفاظ سکھائے جن کے ذریعے والدین کیلئے دعا کی جائے۔ چنانچہ اللہ تبارک وتعالی کا ارشاد ہے:

وَقُل رَّبِّ ارۡحَمۡهُمَا كَمَا رَبَّيَانِیۡ صَغِيۡراً

ترجمہ: اور (والدین کیلئے) یہ دعا کرو کہ اے رب! ان پر رحم فرما جیسا کہ انہوں نے بچپن میں مجھے پالا۔ (بنی اسرائیل: ۲۴)

(۵) والدین کی نافرمانی نہ کرنا:

والدین کی نافرمانی کو سخت ناگوار گردانا گیا ہے۔ اور ان سے ہر طرح کی بدسلوکی سے منع کیا گیا ہے۔ حضور ﷺ نے والدین کی نافرمانی کو کبیرہ گناہوں میں شمار کیا ہے۔ چنانچہ ارشاد نبوی ﷺ ہے:

بڑے گناہ یہ ہیں: (۱) خدا کا شریک بنانا (۲) والدین کی نافرمانی کرنا (۳) ناحق قتل کرنا (۴) جھوٹی قسم کھانا

(۶) کافر والدین کی بھی اطاعت:

مسلمان تو مسلمان، والدین اگر کافر بھی ہوں تب بھی دنیاوی معاملات میں ان کی اطاعت ضروری ہے۔ ہاں اگر وہ دین کے خلاف بات کریں تو ان کی بات رد کی جاسکتی ہے۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

وَإِن جَاهَدَاكَ عَلَى أَن تُشۡرِكَ بِیۡ مَا لَيۡسَ لَكَ بِهِ عِلۡمٌ فَلَا تُطِعۡهُمَا وَصَاحِبۡهُمَا فِیۡ الدُّنۡيَا مَعۡرُوفاً

ترجمہ: ''اگر وہ تم پہ دباؤ ڈالیں کہ تم میرے ساتھ کسی ایسے کو شریک کرو جس کا تمہیں علم نہیں تو ان کی بات ہرگز نہ مانو، اور دنیا میں ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرتے رہو۔'' (اللقمان: ۱۵)

(۷) والدین کے دوستوں کی تعظیم:

اولاد کو اپنے والد کے دوستوں اور اپنی والدہ کی سہیلیوں کی تعظیم کرنی چاہیے۔ سو والدین کا احترام کس قدر زیادہ ہے کہ ان کی وجہ سے ان کے دوستوں کا احترام ان کی وفات کے بعد بھی کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''سب سے بڑی نیکی یہ ہے کہ آدمی اپنے باپ سے دوستانہ تعلقات رکھنے والوں سے تعلق جوڑ کر رکھے۔'' (صحیح مسلم)

(۸) مالی امداد:

اولاد خود اور اولاد کا مال، والدین کا ہی ہوتا ہے، لیکن اگر والدین بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو اولاد کی ذمہ داری ہے کہ والدین کی مالی امداد کرے اور جس طرح بچپن میں والدین نے اس کی ہر خواہش و حاجت پوری کی اب اولاد کی ذمہ داری ہے کہ وہ والدین کی ہر حاجت پوری کرے۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے:

أَنۡتَ وَمَالُكَ لِأَبِيۡكَ

ترجمہ: تو اور تیرا مال تیرے باپ کا ہے۔ (ابوداؤد)

اولاد کے حقوق

تمہید:

جس طرح اولاد پر والدین کے کچھ فرائض ہیں بالکل اسی طرح والدین پر بھی اولاد کے بہت سے فرائض ہیں۔ جنہیں ہم ''اولاد کے حقوق'' کہہ سکتے ہیں۔ اولاد کی بقاء، تحفظ، بہترین نشو ونما اور بہترین تربیت کا ذمہ دار اسلام نے والدین کو ٹھہرایا ہے۔ اولاد والدین کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہوتی ہے۔ اولاد جیسی بھی ہو اور وہ اپنے والدین سے جیسا بھی سلوک کرے والدین اسے اپنے جگر کا گوشہ مانتے ہیں۔

قرآن وحدیث میں اولاد کے جن حقوق کا تذکرہ کیا گیا ہے ان کو مختصراً یہاں بیان کیا جارہا ہے:

اولاد کے حقوق قرآن کی روشنی میں:

(۱) وَلاَ تَقْتُلُوا أَوْلادَكُمْ خَشْيَةَ إِمْلاقٍ نَّحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَإِيَّاكُم

ترجمہ: اور اپنی اولاد کو افلاس کے ڈر سے قتل نہ کرو۔ ہم انہیں بھی رزق دیں گے اور تمہیں بھی۔ (بنی اسرائیل: ۳۱)

(۲) وَلاَ تَقْتُلُوا أَوْلادَكُم مِّنْ إِمْلاقٍ نَّحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَإِيَّاهُمْ

ترجمہ: اور اپنی اولاد کو مفلسی کے ڈر سے قتل نہ کرو، (کیونکہ) ہم تمہیں بھی رزق دیتے ہیں اور انہیں بھی۔ (الانعام: ۱۵۱)

(۳) وَإِذَا الْمَوْؤُودَةُ سُئِلَتْ، بِأَيِّ ذَنبٍ قُتِلَتْ

ترجمہ: اور جب اس لڑکی سے جو زندہ دفنائی گئی ہو پوچھا جائے گا کہ وہ کس گناہ میں ماری گئی۔ (التکویر: ۸،۹)

اولاد کے حقوق احادیث کی روشنی میں:

(۱) أَلا كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَّسْئُولٌ عَن رَّعِيَّتِهِ .

ترجمہ: خبردار تم سب نگران ہو اور تم سب سے اپنی نگرانی کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ (بخاری)

(۲) كَفىٰ بِالْمَرْءِ إِثْمًا أَنْ يُّضِيعَ مَنْ يَّقُوتُ .

ترجمہ: آدمی کے گنہگار ہونے کیلئے یہی کافی ہے کہ جن کو کھلانے کی ذمہ داری ہے ان سے بے پرواہ ہو جائے۔

(ابوداؤد)

(۳) أَكْرِمُوا أَوْلادَكُمْ وَأَحْسِنُوا أَدَبَهُمْ .

ترجمہ: اپنی اولاد کی عزت کرو اور ان کی اچھی تربیت کرو۔

(۴) اِتَّقُوا اللهَ وَاعْدِلُوا فِيْ أَوْلادِكُمْ .

ترجمہ: اللہ سے ڈرو اور اپنے اولاد سے مساویانہ سلوک کرو۔ (صحیح بخاری)

اولاد کے حقوق:

والدین پر اولاد کے مندرجہ ذیل حقوق ہیں:

(۱) زندگی کا حق:

اولاد کا فطری حق ہے کہ اس کی حفاظت کی جائے کیونکہ بچے کی پیدائش کا اللہ تعالیٰ نے انسان کو ایک ذریعہ بنا رکھا ہے اس لیے اس پر یہ فریضہ عائد کیا ہے کہ اپنی اولاد کی حفاظت کرے۔ پچھلے زمانے میں لوگ اپنی اولاد کو قتل کر دیا کرتے تھے جس کو قرآن کریم نے سختی سے منع فرمایا ہے، ارشاد ہے:

وَلاَ تَقْتُلُوا أَوْلاَدَكُمْ خَشْيَةَ إِمْلاقٍ نَّحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَإِيَّاكُم

ترجمہ: ''اور اپنی اولاد کو افلاس کے ڈر سے قتل نہ کرو۔ ہم انہیں بھی رزق دیں گے اور تمہیں بھی۔'' (بنی اسرائیل: ۳۱)

(۲) میٹھی چیز کی گھٹی دینا:

حضور اکرم ﷺ کے زمانے میں جب کوئی بچہ پیدا ہوتا تھا تو اسے آپ ﷺ کے پاس لایا جاتا تھا۔ آپ ﷺ اس کے لیے دعا فرماتے تھے اور میٹھی چیز کی گھٹی دیتے تھے اسے **تحنیک** کہتے ہیں یعنی کوئی میٹھی چیز چبا کر بچے کو چٹائی جاتی تھی جو کہ اس کیلئے برکت کا باعث ہوتی تھی۔ آج بھی جب بچہ پیدا ہو تو کسی نیک صالح بزرگ سے اسے گھٹی دلوانی چاہئے تاکہ آگے چل کر یہ بچہ نیک صالح بن سکے۔ حدیث شریف میں ہے:

عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولُ اللهِ ﷺ كَانَ يُؤتىٰ بِالصِّبْيَانِ فَيُبَرِّكُ عَلَيْهِمْ وَ يُحَنِّكُهُمْ

حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس بچوں کو لایا جاتا تھا
آپ ان کیلئے برکت کی دعا کرتے اور گھٹی دیتے تھے۔ (صحیح مسلم)

(۳) عقیقہ کرنا:

اولاد کے حقوق میں سے ہے کہ پیدائش کے ساتویں روز خوشی کے اظہار کے لئے بطورِ خیرات بچے کی طرف سے جانور ذبح کر کے اس کا گوشت تقسیم کیا جائے اور اس کا اچھا نام رکھا جائے۔ لڑکے کی طرف سے دو اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری ذبح کی جائے۔ بچے کے سر کے بال مونڈ کر ان کے برابر کی مقدار میں چاندی صدقہ کی جائے۔ حدیث میں ہے:

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: أَمَرَنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ أَنْ نُّعُقَّ عَنِ الْغُلامِ شَاتَيْنِ وَعَنِ الْجَارِيَةِ شَاةً

ترجمہ: حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ لڑکے کی طرف سے دو بکریاں
اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری کا عقیقہ کریں۔ (سنن ابن ماجہ)

(۴) اچھا نام رکھنا:

بچہ کا یہ حق ہے اُس کا پیارا سا نام رکھا جائے۔ اسلام سے قبل عرب اپنے بچوں کے عجیب نام رکھتے تھے، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسے نام ناپسند فرمائے اور خوبصورت نام رکھنے کا حکم دیا۔ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اِنَّكُمْ تُدْعَوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِأَسْمَائِكُمْ وَأَسْمَاءِ آبَائِكُمْ، فَأَحْسِنُوا أَسْمَائَكُمْ

''روزِ قیامت تم اپنے ناموں اور اپنے آباء کے ناموں سے پکارے جاؤ گے اس لیے اپنے نام اچھے رکھا کرو۔'' (ابوداؤد)

نام رکھتے وقت اس بات کی خیال رکھا جائے کہ نام اچھا اور بہترین ہو، ایک حدیث میں ہے:

أَحَبُّ الأَسْمَاءِ إِلیٰ اللهِ عَبْدُ اللهِ وَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ، وَأَصْدَقُهَا حَارِث وَهَمَّامٌ .

ترجمہ: اللہ کے ہاں پسندیدہ نام ''عبداللہ'' اور ''عبدالرحمٰن'' ہیں اور سچے نام ''حارث'' اور ''ہمام'' ہیں۔ (ابوداؤد)

(۵) نسب کا حق:

بچے کے لیے نسب کا حق صرف اُسی کے ساتھ خاص نہیں بلکہ یہ ماں باپ کا بھی حق ہے۔ باپ کا حق اس نسبت سے ہے کہ وہ اپنی اولاد کے تحفظ اور تعلیم وتربیت کا اختیار رکھتا ہے، اُسے اپنی اولاد کی سرپرستی اور ولایت کا حق ہے۔ اسی طرح ثبوتِ نسب ماں کا بھی حق ہے کیونکہ اولاد ماں کا جزو ہے اور وہ فطری طور پر اس بات کی شدید خواہش رکھتی ہے کہ اپنی اولاد کی حفاظت اور بہتر پرورش کرے۔ اِسی لیے اللہ تعالیٰ نسب کی حفاظت کا حکم دیتے ہوئے پوری جماعت کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں:

ادْعُوهُمْ لِآبَائِهِمْ هُوَ أَقْسَطُ عِندَ اللهِ فَإِن لَّمْ تَعْلَمُوا آبَاءَ هُمْ فَإِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ وَمَوَالِيْكُمْ وَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيْمَا أَخْطَأْتُم بِهِ وَلَكِن مَّا تَعَمَّدَتْ قُلُوبُكُمْ وَكَانَ اللهُ غَفُوراً رَّحِيماً.

''تم اُن (منہ بولے بیٹوں) کو ان کے باپ (ہی کے نام) سے پکارا کرو، یہی اللہ کے نزدیک زیادہ عدل ہے، پھر اگر تمہیں ان کے باپ معلوم نہ ہوں تو (وہ) دین میں تمہارے بھائی ہیں اور تمہارے دوست ہیں۔ اور اس بات میں تم پر کوئی گناہ نہیں جو تم نے غلطی سے کہی لیکن (اس پر ضرور گناہ ہوگا) جس کا ارادہ تمہارے دلوں نے کیا ہو، اور اللہ بہت بخشنے والا بہت رحم فرمانے والا ہے۔'' (الاحزاب: ۰۵)

(۶) رضاعت (دودھ پلانا):

رضاعت کا مطلب ہے دودھ پلانا۔ رضاعت کی مناسب مدت دو سال ہے۔ پیدائش کے بعد بچے کی ابتدائی خوراک ماں کا دودھ ہی ہوتا ہے۔ ماں کی ذمہ داری ہے کہ وہ بچے کو دودھ پلائے۔ اور اگر خدانخواستہ ماں کا انتقال ہو جائے یا بیماری یا کسی اور وجہ سے دودھ نہ پلا سکے، یا دودھ پلانا نہ چاہتی ہو تو اس صورت میں باپ کی ذمہ داری ہے کہ وہ کسی اور عورت کو اجرت دے کر اپنے بچے کو دودھ پلوائے۔ قرآن نے کہا:

وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ

ترجمہ: اور مائیں پورے دو سال تک اپنے بچوں کو دودھ پلائیں۔ (سورۃ البقرۃ: ۲۳۳)

(۷) اچھی پرورش:

اولاد کے حقوق میں سے یہ بھی ہے کہ ان کے کھانے پینے، خوراک و رہائش کا انتظام کیا جائے۔ اور انہیں اچھا کھانا، اچھی رہائش اور اچھا لباس دیا جائے۔ حدیث میں باپ کو ایک بادشاہ اور اولاد کو اس کی رعایا قرار دیا گیا ہے، یعنی جس طرح بادشاہ کیلئے رعایا کی ہر ضرورت کا خیال رکھنا ضروری ہے اور اسے ان سب کے بارے میں جوابدہ ہونا پڑے گا بالکل اسی طرح باپ بھی اپنی اولاد کا ذمہ دار ہے، چنانچہ ارشاد نبوی ﷺ ہے:

أَلَا كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَّسْئُولٌ عَن رَّعِيَّتِهِ

ترجمہ: خبردار تم سب نگران ہو اور تم سب سے اپنی نگرانی کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ (بخاری)

(۸) اچھی تعلیم وتربیت:

بچوں کا ذہن کچا ہوتا ہے اور وہ جس ماحول اور معاشرے میں رہیں ان میں اس ماحول کا اثر سرایت کر جاتا ہے، اسلئے ماں باپ کو چاہئے کہ بچوں پہ ہمہ وقت نظر رکھیں، ان کیلئے اچھی تعلیم اور ساتھ ساتھ اچھی تربیت کا خیال رکھیں۔ حدیث شریف میں ہے:

طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلىٰ كُلِّ مُسْلِمٍ

ترجمہ: علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے۔

اور والدین کا اپنی اولاد کیلئے بہترین تحفہ اور عطیہ اچھی تعلیم ہے، جو خود والدین کیلئے نہ صرف دنیا میں فائدہ مند ہے کیونکہ اچھی تربیت یافتہ اولاد ہر موڑ پر مفید ہی ثابت ہوتی ہے، بلکہ دنیا سے چلے جانے کے بعد بھی اولاد والدین کو یاد رکھتی ہے اور ان کیلئے صدقہ جاریہ کا کام دیتی ہے۔

(۹) مساوی سلوک:

والدین کیلئے ضروری ہے کہ اولاد کے درمیان مساویانہ سلوک اختیار کریں۔ کسی کو بلا وجہ دوسرے پر ترجیح نہ دینی چاہئے اور کسی بھی موقعہ پہ یہ تاثر نہیں دینا چاہئے کہ وہ ایک کو دوسرے سے زیادہ چاہتے ہیں۔ اس سے منفی جذبات پیدا ہوتے ہیں اور نفرت کی فضا قائم ہوتی ہے۔ حضورﷺ کا ارشاد ہے:

اِتَّقُوا اللهَ وَاعْدِلُوا فِيْ أَوْلَادِكُمْ

ترجمہ: اللہ سے ڈرو اور اپنے اولاد سے مساویانہ سلوک کرو۔

(۱۰) بنیادی ضروریات کی فراہمی:

والدین کیلئے ضروری ہے کہ اولاد کیلئے بنیادی ضروریات یعنی روٹی، کپڑا اور مکان کا انتظام کریں۔ اور اسی معیار اور اقدار کی اشیاء انہیں فراہم کریں جو وہ خود استعمال کرتے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے:

كَفىٰ بِالْمَرْءِ إِثْمًا أَنْ يُضِيعَ مَنْ يَقُوتُ .

''آدمی کے گنہگار ہونے کیلئے یہ ہی کافی ہے کہ جن کو کھلانے کی ذمہ داری ہے ان سے بے پرواہ ہو جائے۔'' (ابوداؤد)

(۱۱) مناسب جگہ نکاح:

پرورش، تعلیم و تربیت کے بعد جب اولاد جوان ہو جائے تو اب والدین کی ذمہ داری ہے کہ جلد از جلد ان کیلئے مناسب رشتہ کا بندوبست کریں اور اچھی جگہ نکاح کریں۔ اس میں بلا وجہ کی تاخیر اور سستی اولاد کو بے راہ روی کا شکار کر سکتی ہے۔ یاد رہے کہ رشتہ کے معاملے میں اولاد کی مرضی اور کفو کو بھی ملحوظِ خاطر رکھا جانا بہت ضروری ہے۔ حضور اکرمﷺ نے حضرت علی سے ارشاد فرمایا:

ثَلاثٌ لَا تُؤَخِّرْهَا؛ اَلصَّلاةُ اِذَا أَتَتْ، وَالْجَنَازَةُ اِذَا حَضَرَتْ، وَالْأَيِّمُ اِذَا وَجَدتَّ لَهَا كُفُواً.

ترجمہ: ''تین کاموں میں دیر نہ کرو؛ نماز، جب اس کا وقت آ جائے، جنازہ، جب حاضر ہو جائے، اور غیر شادی شدہ لڑکی جب تمہیں اس کا مثل مل جائے (یعنی اس کا مناسب رشتہ مل جائے)۔'' (جامع الترمذی)

پڑوسیوں کے حقوق

تمہید:

اسلام ایک جامع اور معاشرتی اقدار سے بھرپور مذہب ہے جو کسی ایک شخص یا طبقہ کیلئے نہیں بلکہ پورے معاشرے کیلئے اپنے احکام کا اجراء کرتا ہے۔ پڑوسیوں کے حقوق جانے بغیر پر امن معاشرے کا قیام ممکن نہیں۔ مسلم معاشرے میں پڑوس کا ایک اہم مقام ہے۔ پڑوسیوں سے اچھا برتاؤ اور ان کے حقوق کا تحفظ ایمان کی تکمیل کیلئے لازمی شرط ہے اور انسان کے صالح و متقی ہونے کی علامت ہے۔

پڑوسیوں کے حقوق قرآن کی روشنی میں:

(۱) وَالْجَارِ ذِیْ الْقُرْبٰی وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالجَنبِ

ترجمہ: اور (احسان کرو) رشتہ دار ہمسایوں اور اجنبی ہمسایوں اور رفقائے پہلو (یعنی پاس بیٹھنے والوں) کے ساتھ۔

(النساء: ۳۶)

پڑوسیوں کے حقوق احادیث کی روشنی میں:

(۱) وَاللهِ لاَ یُؤمِنُ... الَّذِیْ لاَ یُؤمِنُ جَارُهُ بَوَائِقَهُ

ترجمہ: وہ شخص ایمان دار نہیں جس کا ہمسایہ اس کی شرارتوں اور تکلیفوں سے محفوظ نہ ہو۔ (متفق علیہ)

(۲) مَنْ کَانَ یُؤمِنُ بِاللهِ وَالْیَومِ الآخِرِ فَلْیُکْرِمْ جَارَهُ

ترجمہ: جو شخص اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے تو اسے چاہئے کہ اپنے پڑوسی کی عزت کرے۔ (متفق علیہ)

(۳) مَازَالَ جِبْرِیْلُ یُوصِیْنِی بِالْجَارِ حَتّٰی ظَنَنْتُ أَنَّهُ سَیُوَرِّثُهُ

ترجمہ: مجھے جبریل پڑوسیوں کے حسن سلوک کی اتنی تاکید کرتے ہیں کہ میں گمان کرنے لگا کہ وہ اسے وراثت کا حق دار قرار دے دیں گے۔ (متفق علیہ)

(۴) مَنْ کَانَ یُؤمِنُ بِاللهِ وَالْیَومِ الآخِرِ فَلا یُؤذِ جَارَهُ

ترجمہ: جو شخص اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے تو وہ اپنے پڑوسی کو (کوئی) تکلیف نہ دے۔ (متفق علیہ)

(۵) یَا نِسَاءَ الْمُسْلِمَاتِ، لَا تَحْقِرَنَّ جَارَةٌ لِجَارَتِهَا وَلَو فرسن شَاةٍ

ترجمہ: اے مسلم خواتین! کوئی پڑوسن اپنی پڑوسن کو قلیل شئ دینے میں حقارت محسوس نہ کرے، چاہے بکری کا کھر ہی کیوں نہ ہو۔ (متفق علیہ)

(۶) جو شخص سیر ہو کر کھانا کھالے اور اس کا ہمسایہ بھوکا رہ جائے اور رات گزار دے وہ مؤمن نہیں۔ (بیہقی)

پڑوسیوں کی اقسام:

سورہ نساء میں اللہ تعالی نے پڑوسی کی تین اقسام بیان فرمائی ہیں:

(۱) وہ پڑوسی جو رشتہ دار ہوں۔

(۲) غیر رشتہ دار پڑوسی۔

(۳) عارضی طور پر تعلقات قائم ہونے والے لوگ، جیسے: ہم پیشہ، ہم جماعت، ہم سفر وغیرہ۔

پڑوسیوں کے حقوق:

حقوقِ ہمسائیگی مختصراً یہ ہیں:

(۱) عزت وتکریم:

پڑوسیوں کے حقوق میں سے ہے کہ ان کی عزت اور ان کا احترام کیا جائے۔

(۲) حسن سلوک:

ویسے تو اسلام نے ہر چھوٹے بڑے سے حسن سلوک کا حکم دیا ہے لیکن پڑوسیوں سے حسن سلوک اور اچھے رویہ کی خاص تاکید کی گئی ہے۔ ارشاد نبوی ہے:

وَاللهِ لاَ يُؤمِنُ... الّذِيُ لاَ يُؤمِنُ جَارُهُ بَوَائِقَهُ

''وہ شخص ایمان دار نہیں جس کا ہمسایہ اس کی شرارتوں اور تکلیفوں سے محفوظ نہ ہو۔'' (متفق علیہ)

(۳) مالی خدمت:

اگر پڑوسی غریب ہے اور مالی بدحالی کا شکار ہے تو پڑوسی کا حق ہے کہ اس کی مالی امداد کی جائے۔ اگر خدانخواستہ پڑوسی کے ہاں میت ہو جائے تو بجائے اس کے کہ اس کے گھر جا کر کھانا کھایا جائے، ہمسایوں کا فرض بنتا ہے کہ اس کے گھر والوں کیلئے اور دور سے آئے مہمانوں کیلئے کھانے کا انتظام کریں تا کہ اس پریشان حال کی پریشانی کم کی جا سکے۔

(۴) ایذاءرسانی سے پرہیز:

حضور ﷺ کا ارشاد ہے'' کامل مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں''۔ یہ عام حکم ہے یعنی کسی بھی مسلمان کو کسی طرح کی تکلیف دینا درست نہیں بلکہ بہت بڑا جرم ہے۔ اور پڑوس کے معاملے تو اور زیادہ سخت وعید آئی ہے، ہمیشہ اس بات سے پرہیز کرنا چاہئے کہ اپنے کسی قول یا فعل سے ہمسایہ کو کوئی تکلیف نہ پہنچے۔ چنانچہ حدیث نبوی ہے:

وَاللهِ لاَ يُؤمِنُ... الّذِيُ لاَ يُؤمِنُ جَارُهُ بَوَائِقَهُ

''وہ شخص ایمان دار نہیں جس کا ہمسایہ اس کی شرارتوں اور تکلیفوں سے محفوظ نہ ہو۔'' (متفق علیہ)

(۵) تحفہ دینا:

پڑوسیوں کو تحفہ تحائف دینے سے باہم محبت بڑھتی ہے، خلوص پیدا ہوتا ہے۔ حضور ﷺ نے عورتوں سے خاص طور پر خطاب کر کے فرمایا:

يَا نِسَاءَ الْمُسْلِمَاتِ، لَا تَحْقِرَنَّ جَارَةٌ لِجَارَتِهَا وَلَو فرسن شَاةٍ

''اے مسلم عورتو! اپنے پڑوسیوں کے ساتھ چھوٹی چھوٹی نیکیوں کو بھی حقیر مت جانو، حتی کہ اگر بکری کی کھری ہی بھیج سکو تو یہ بھی اہم چیز ہے۔'' (متفق علیہ)

(۶) خوشی وغم میں شرکت:

دوسروں کے خوشی وغم میں شریک ہونا ایمانی تقاضہ ہے۔ پڑوس میں آ کر یہ اور بھی ضروری ہے کہ اگر پڑوسی کسی غم میں مبتلا ہے تو اس کے غم میں شریک ہو کر اس کا غم بانٹا جائے۔ اگر اس تکلیف کے موقع پر اس کو مدد کی ضرورت ہے تو اس کی بے دریغ مدد کی جائے۔ اسی طرح اس کی خوشیوں میں شریک ہو کر اسے اپنائیت کا احساس دلایا جائے۔

(۷) جان، مال وآبرو کی حفاظت:

ہمسایہ کا حق ہے کہ اس کی جان و مال کی حفاظت کی جائے۔ ارشاد ہے "چوری حرام ہے لیکن دس چوروں سے بڑھ کر جرم یہ ہے کہ اپنے پڑوسی کے گھر چوری کی جائے"۔

غیر مسلم پڑوسیوں کے حقوق

اسلام ایک عالمگیر مذہب ہے جو رنگ ونسل، قوم و مذہب کے فرق سے بالاتر ہو کر انسانیت کی خدمت کا حکم دیتا ہے۔ حضور ﷺ کی ایسی بے شمار مثالیں موجود ہیں جن میں وہ اپنے غیر مسلم پڑوسیوں کا بھی اپنے قریبی لوگوں کی طرح خیال فرماتے تھے۔ اس نوجوان کو کون بھول سکتا ہے جس کی بیماری میں حضور ﷺ عیادت کیلئے تشریف لے گئے۔ حضور ﷺ کے اس مثالی اخلاق سے متأثر ہو کر اس نے وقتِ مرگ اسلام قبول کیا اور ایمان کی حالت میں دنیا سے رخصت ہوا۔

دوسری مثال حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی ہے کہ جب بھی ان کے ہاں بکری ذبح ہوتی وہ اپنے غلام سے فرماتے کہ تم نے ہمارے یہودی پڑوسی کو ہدیہ دے دیا؟ کیونکہ میں رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے کہ مجھے جبریل پڑوسیوں کے حسن سلوک کی اتنی تاکید کرتے ہیں کہ میں گمان کرنے لگا کہ وہ اسے وراثت کا حق دار قرار دے دیں گے۔

اچھے پڑوس کے فائدے:

☆......اچھا پڑوس امن اور ذہنی اطمینان کا باعث ہے۔

☆......اچھا پڑوس ہو تو بہت سے مسائل اور الجھنیں مشاورت سے حل ہو جاتے ہیں۔

☆......جان، مال اور عزت کے ضیاع کا خدشہ نہیں رہتا۔

☆......وقتِ ضرورت مدد واعانت ملتی ہے۔

☆......☆......☆

استاد کے حقوق

شیخ مکتب ہے اک عمارت گر اس کی صنعت ہے روحِ انسانی (اقبالؒ)

تمہید:

دنیا میں جتنے بھی پیشہ ور ہیں وہ کسی نہ کسی چیز پر محنت کر کے اپنے فن کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ بڑھئی لکڑی پر، لوہار لوہے پر،

جوہری ہیرے پہ کام کرتا ہے۔ لیکن استاد اور معلم وہ واحد پیشہ ور ہے جو کسی بے جان چیز پر نہیں بلکہ انسان پر محنت کرتا ہے۔ یہ وہ ہستی ہے جو انسان کے اندر چھپے شعور کو بیدار کر کے اسے آدمی سے انسان بناتی ہے۔ شاگرد اور طلب علم کو کچھ فرائض سونپے گئے ہیں کہ وہ کس طرح اپنے استاد سے معاملات کرے۔ قرآن وحدیث نے استاد کے مقام ومرتبہ کو بہت بلند کر کے بیان کیا ہے۔

استاد کا مرتبہ قرآن کی روشنی میں:

(۱) سُبۡحَانَکَ لاَ عِلۡمَ لَنَا إِلاَّ مَا عَلَّمۡتَنَا

ترجمہ: آپ ہی کی ذات پاک ہے، جو کچھ علم آپ نے ہمیں دیا ہے اس کے سوا ہم کچھ نہیں جانتے۔ (البقرۃ: ۳۲)

(۲) الرَّحۡمَنُ، عَلَّمَ الۡقُرۡآنَ

ترجمہ: وہ رحمٰن ہی ہے، جس نے قرآن کی تعلیم دی۔ (الرحمٰن: ۱،۲)

(۳) الَّذِیۡ عَلَّمَ بِالۡقَلَمِ، عَلَّمَ الۡإِنسَانَ مَا لَمۡ یَعۡلَمۡ

ترجمہ: وہی خدا ہے جس نے قلم سے تعلیم دی، انسان کو اس بات کی تعلیم دی جو وہ نہیں جانتا تھا۔ (العلق: ۴،۵)

استاد کا مرتبہ حدیث کی روشنی میں:

(۱) إِنَّمَا بُعِثۡتُ مُعَلِّمًا

ترجمہ: بے شک مجھے معلم بنا کر بھیجا گیا ہے۔ (سنن نسائی)

(۲) خَیۡرُکُمۡ مَّنۡ تَعَلَّمَ الۡقُرۡآنَ وَعَلَّمَهٗ

ترجمہ: تم میں سب سے بہترین شخص وہ ہے جس نے قرآن سیکھا اور سکھایا۔

(۳) تَوَاضَعُوا لِمَنۡ تَتَعَلَّمُوۡنَ مِنۡهُ وَلِمَنۡ تُعَلِّمُوۡنَهٗ

ترجمہ: جن سے علم حاصل کرتے ہو اور جنھیں سکھاتے ہو اُن کے لیے تواضع اور عاجزی اختیار کرو۔

استاد کے حقوق:

مختصراً اساتذہ کے حقوق حسب ذیل ہیں اور یہی طالب علموں کے فرائض ہیں:

(۱) ادب واحترام:

طالب علموں کو چاہئے کہ وہ علم سکھانے والوں کا ادب واحترام کریں۔ ان کے سامنے اونچی آواز میں بات نہ کریں۔ سورۃ الحجرات میں صحابہ کرام کو آداب تلمذ سکھائے گئے وہاں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

یَا أَیُّهَا الَّذِیۡنَ آمَنُوۡا لَا تَرۡفَعُوۡا أَصۡوَاتَکُمۡ فَوۡقَ صَوۡتِ النَّبِیِّ

ترجمہ: اے ایمان والو! اپنی آوازوں کو نبی کی آواز سے بلند نہ کرو۔ (الحجرات: ۲)

(۲) اطاعت وخدمت گزاری:

طالب علم کا فرض ہے کہ استاد کی ہر موقع پر اطاعت وفرمانبرداری کرے کسی بھی موقع پر استاد کی نافرمانی نہ کرے، خدانخواستہ استاد کے دل سے نکلی آہ کہیں اسے تباہ وبرباد نہ کر دے۔ حضرت علیؓ کا ارشاد گرامی ہے:

''جس سے میں نے ایک حرف بھی سیکھا میں اس کا غلام ہوں۔''

استاد کی اطاعت وخدمت گزاری شرف وسعادت کا ذریعہ ہے اور طالب علم کیلئے فخر کا باعث ہے۔

(۳) عجز وانکساری:

استاد کی مثال باپ کی سی ہوتی ہے۔ طالب علم کا فرض ہے کہ استاد کے سامنے عجز وانکساری کا مظاہرہ کرے، غرور وتکبر سے پرہیز کرے۔ امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ شاگرد کو استاد کے سامنے مردہ زمین کی طرح ہونا چاہیئے، جس پر بارش پڑتی ہے تو وہ سرسبز و شاداب ہو جاتی ہے۔ گویا امام صاحب کی نظر میں استاد کی مثال اس بارش کی ہے جس کے بغیر زمین بنجر ونا کارہ ہے۔ حدیث نبوی ہے:

تَوَاضَعُوا لِمَنْ تَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُ وَلِمَنْ تُعَلِّمُوْنَهُ

ترجمہ: ''جن سے علم حاصل کرتے ہو اور جنھیں سکھاتے ہو اُن کے لیے تواضع اور عاجزی اختیار کرو۔''

(۴) خوب محنت:

طالب علم کو چاہیئے کہ سلسلۂ تعلّم میں خوب محنت سے کام لے تاکہ استاد جو اس پر اپنی تمام کاوشیں صرف کر رہا ہے وہ رنگ لا سکیں۔ علم مسلسل جدوجہد، محنت، لگن، جستجو، وقت اور خواہشات کی قربانی کا نام ہے۔ تحقیق وتصنیف، تالیف وتدریس صبر آزما کام ہیں ان کیلئے انتھک محنت کی ضرورت ہوتی ہے۔ طالب علم کو چاہیئے کہ ان سے بیزار نہ ہو بلکہ محنت کر کے اساتذہ کی دعائیں وصول کرے۔

(۵) استاد سے مشاورت:

حدیث نبوی ﷺ ہے کہ مشورہ کرنے والا کبھی ناکام نہیں ہوتا۔ شاگرد کو چاہیئے کہ اپنی تعلیم اور دیگر زندگی کے معاملات میں اساتذہ سے مشورہ کرے اور استادوں کی رہنمائی کو ہی مشعل راہ سمجھے، اور ان کے عملی تجربات سے فائدہ اٹھائے۔

(۶) دعائے خیر:

چونکہ استاد کے اپنے شاگردوں پر بڑے احسانات ہوتے ہیں اس لئے طالب علم کا فرض ہے کہ وہ اپنے محسن استادوں کیلئے ان کی زندگی میں اور ان کی وفات کے بعد ان کیلئے دعائے خیر ومغفرت کرے۔ اسلاف کا دستور رہا ہے کہ وہ اپنے اساتذہ کو اپنی دعاؤں میں ہمیشہ یاد رکھتے ہیں۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے:

''جو شخص تم پر احسان کرے تو اس کا صلہ دو، ورنہ کم از کم اس کیلئے دعائے خیر ضرور کرو۔''

(۷) استاد کا حق باپ سے زیادہ ہے:

حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے، ایک دفعہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ سے پوچھا، تمہیں معلوم ہے آدمی کے کتنے باپ ہوتے ہیں؟ انہوں نے لاعلمی ظاہر کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آدمی کے تین باپ ہوتے ہیں۔ (۱) ایک والد جس کے نطفہ سے یہ پیدا ہوا، (۲) دوسرا سسر جس نے اس کو اپنی بیٹی نکاح میں دی (۳) اور تیسرا استاذ جس نے اس کو دین سکھایا۔ پھر پوچھا کیا تمہیں معلوم ہے کہ ان میں سے کس کا حق زیادہ ہے؟ صحابہ کرامؓ نے لاعلمی ظاہر کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان تینوں میں سے استاذ کا حق زیادہ ہے، کیوں کہ اس نے اس کو دینی تعلیم دی اور دین کا تعلق روح سے ہے اور روح جسم کے مقابلے میں اصل ہے۔

☆......☆......☆

شاگردوں کے حقوق

تمہید:

جس طرح شاگردوں پر استاد کے حقوق واجب ہیں بالکل اسی طرح استاد کے ذمہ بھی اپنے طلبہ کے کچھ حقوق لازم ہوتے ہیں۔شاگردوں کی ہر طرح کی تعلیمی، تربیتی اور اخلاقی اصلاح کی مکمل ذمہ داری استاد پر لازم ہے۔استاد کو شاگردوں کے کچھ فرائض سونپے گئے ہیں کہ وہ اپنے شاگردوں سے کیسے معاملات کرے۔انہی ذمہ داریوں کو شاگردوں کے حقوق یا استاد کے فرائض کہا جاتا ہے۔ذیل میں ان میں سے چند ایک کا ذکر کیا جاتا ہے۔

(۱) اخلاص:

علم ایک امانت ہے جو سینہ بہ سینہ منتقل ہوتی ہے۔استاد کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس امانت کو پورے اخلاص کے ساتھ اپنے شاگردوں تک پہنچائے۔اور اس میں اخلاص سے کام لیتے ہوئے کسی قسم کی غیر ذمہ داری کا مظاہرہ نہ کرے۔

(۲) بہترین تربیت:

تعلیم صرف مخصوص نصاب پڑھنے کا نام نہیں بلکہ یہ تو دراصل ایک باطنی قوت کا نام ہے جو انسان کو تہذیب سے بہرہ ور کرتی ہے۔استاد کی ذمہ داری ہے کہ وہ صرف نصاب پڑھانے پر توجہ نہ دے بلکہ ساتھ ساتھ اپنے طلبہ کی تربیت پر بھی کڑی نظر رکھے۔قدم بہ قدم شاگردوں کی اخلاقی اصلاح کا کام انجام دے۔

(۳) مساوی سلوک:

استاد کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے تمام شاگردوں کے ساتھ مساویانہ سلوک کرے۔کسی طالب علم کو دوسروں پر بلاوجہ ترجیح دینے سے گریز کرے۔اس سے دوسرے طلبہ احساس کمتری کا شکار ہو سکتے ہیں۔ایک باپ کی طرح سب شاگردوں کو اولاد سمجھتے ہوئے سب کو برابر اپنی توجہ سے نوازے۔اگرچہ طلبہ اپنی ذہنی صلاحیتوں کے تناظر میں مختلف درجات رکھتے ہیں مگر استاد کیلئے ضروری ہے کہ وہ کمزور اور غبی طلبہ پر بھی اتنی ہی توجہ دے جتنی ذہین وفطین طلبہ پر دیتا ہے۔

(۴) محبت وشفقت:

استاد کیلئے ضروری ہے کہ وہ بڑے پن کا مظاہرہ کرتے ہوئے تمام طلبہ کو اپنی اولاد سمجھے۔استاد کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی حیثیت کو پہچانتے ہوئے اپنے طلبہ کے ساتھ حقیقۃً روحانی باپ جیسا سلوک کرے۔بے جا سختی سے گریز کرے، مبادا بلاوجہ کی سختی سے دلبرداشتہ ہو کر کوئی طالب علم علم جیسی عظیم دولت سے محروم نہ ہو جائے۔

(۵) خوش اخلاقی:

علم ایک ایسی دولت ہے جو زبردستی کسی کو نہیں دی جاسکتی، اس کیلئے خوش اخلاقی نہایت ضروری ہے۔استاد کی ذمہ داری ہے کہ درس کے دوران اپنے چہرے کو ہشاش بشاش رکھے۔بدخلقی اور تندخوئی کا مظاہرہ نہ کرے۔بلکہ نہایت خوش خلقی سے کام لے اور اگر کوئی شاگرد سوال کرے تو خندہ پیشانی سے اس کا جواب دے۔

(٦) دعائے خیر:

ہر کام میں صرف اپنی محنت پر بھروسہ نہ کر لینا چاہئے بلکہ اللہ کی حضور دست دراز ہونا نہایت ضروری ہے۔ استاد کو چاہئے کہ وہ اپنے شاگردوں کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھے۔ قدم قدم پہ ان کی کامیابی کیلئے دعا گو ہو۔ خصوصاً وہ طلبہ جو ذہنی طور پر کمزور ہیں ان کو دعا میں ضرور یاد رکھے تاکہ دوسرے طلبہ کی طرح وہ بھی اپنی علم کی منازل کو آسانی اور خوش اسلوبی سے طے کر سکیں۔

رشتہ داروں کے حقوق

تمہید:

والدین، اولاد اور شریکِ حیات کے حقوق کے بعد، اسلام رشتہ داروں کے حقوق پر زور دیتا ہے۔ کیوں کہ معاشرتی زندگی میں انسان کا واسطہ اہل خانہ کے بعد سب سے زیادہ ان ہی سے پڑتا ہے۔ اگر خاندان کے افراد ایک دوسرے کے حقوق اچھے طریقے سے ادا کرتے رہیں، تو پورے خاندان مین محبت اور اپنائیت کی فضا قائم ہوتی ہے اور اگر معاملہ اس کے برعکس ہو تو نفرت اور دوری پیدا ہو جائے گی اور پورا معاشرہ امن سے محروم ہو جائے گا۔ قرآن اور حدیث دونوں میں صلہ رحمی یعنی رشتہ داروں سے حسن سلوک کی بار بار تلقین کی گئی ہے۔

رشتہ داروں کے حقوق قرآن کی روشنی میں:

(١) وَآتِ ذَا الْقُرْبَى حَقَّهُ

ترجمہ: اور رشتہ داروں کو ان کا حق ادا کرو۔ (بنی اسرائیل: ٢٦)

(٢) وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَاناً وَبِذِىْ الْقُرْبَى

ترجمہ: اور ماں باپ اور قرابت داروں کے ساتھ (نیک سلوک کرو)۔ (النساء: ٣٦)

(٣) إِنَّ اللهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالإِحْسَانِ وَإِيْتَاء ذِىْ الْقُرْبَى

ترجمہ: بے شک اللہ انصاف کا، احسان کا، اور رشتہ داروں کو (ان کے حقوق دینے) کا حکم دیتا ہے۔ (النحل: ٩٠)

(٤) وَاتَّقُواْ اللهَ الَّذِىْ تَسَاءلُونَ بِهِ وَالأَرْحَامَ

ترجمہ: اور اللہ سے ڈرو جس کا واسطہ دے کر تم ایک دوسرے سے اپنے حقوق مانگتے ہو، اور رشتہ داریوں (کی حق تلفی) سے ڈرو۔ (النساء: ١)

رشتہ داروں کے حقوق احادیث کی روشنی میں:

(١) لا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَاطِعٌ

ترجمہ: رشتہ داروں سے تعلق توڑنے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

(٢) صِلْ مَنْ قَطَعَكَ

ترجمہ: جو تم سے رشتہ توڑے اس سے رشتہ جوڑو۔

(۳) مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ فَلْيَصِلْ رَحِمَهُ

ترجمہ: جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اسے چاہیے کہ صلہ رحمی کرے۔

(۴) لَيْسَ الْوَاصِلُ بِالْمُكَافِئِ ، وَلٰكِنَّ الْوَاصِلُ الَّذِيْ إِذَا قُطِعَتْ رَحِمُهُ وَصَلَهَا

ترجمہ: بدلہ دینے والا صلہ رحمی کرنے والا نہیں، (اصل) صلہ رحمی کرنے والا وہ ہے کہ جب اس سے رشتہ توڑا جائے تو وہ اسے جوڑے۔ (صحیح بخاری)

رشتہ داروں کے حقوق:

رشتہ داروں کے حقوق مختصراً یہ ہیں:

(۱) حسن سلوک:

ویسے تو اسلام نے ہر چھوٹے بڑے سے حسن سلوک کا حکم دیا ہے لیکن رشتہ داروں سے حسن سلوک اور بھی ضروری ہے۔ کتاب وسنت میں جا بجا رشتہ داروں سے حسن سلوک کی تلقین کی گئی ہے اور رشتہ داروں کی ایذاء رسانی کرنے والوں کو وعید سنائی گئی ہے۔

(۲) صلہ رحمی:

اسلام امن وسلامتی کا مذہب ہے جو رشتہ جوڑنے کا حکم دیتا ہے اور رشتہ قطع کرنے سے منع کرتا ہے کیونکہ اس سے معاشرے میں فتنہ وفساد پھیلتا ہے۔ قرآن وحدیث میں کئی جگہ رشتہ داروں سے صلہ رحمی کی تلقین کی گئی ہے اور رشتہ قطع کرنے والوں کو سخت وعید سنائی گئی ہے۔ چنانچہ ارشاد نبوی ﷺ ہے:

لا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَاطِعٌ

ترجمہ: رشتہ قطع کرنے والا جنت میں نہ جائے گا۔

(۳) مالی امداد:

رشتہ داروں کا حق ہے کہ ان کی مالی مدد کی جائے اور مالی مشکلات حل کی جائیں۔ بلکہ اگر رشتہ داروں میں کوئی مستحقِ زکوٰۃ ہے تو سب رشتہ داروں کو چاہئے کہ سب سے پہلے اپنے رشتہ دار کو اپنی زکوٰۃ اور صدقہ جات ادا کر کے اس کی مالی حالت بہتر بنائیں۔

(۴) پیار ومحبت:

رشتہ داروں کا یہ بھی حق ہے کہ ان سے پیار ومحبت برتا جائے۔ خصوصاً خونی رشتوں میں خاص پیار ومحبت کا مظاہرہ کرنا چاہئے۔ محض دنیاوی امور اور مال ودولت کی خاطر اپنے پیاروں سے قطع تعلق نہیں کرنا چاہئے کیونکہ رشتے انمول ہوتے ہیں۔

(۵) برے رشتہ داروں سے حسن سلوک:

اسلام برے اور بداخلاق رشتہ داروں سے بھی حسن سلوک کی تاکید کرتا ہے اور حکم دیتا ہے کہ جو تم سے رشتہ توڑے اس سے جوڑو، جو بدسلوکی کرے اس سے حسن سلوک کرو، بلکہ حسن سلوک کے بدلے میں اچھے اخلاق کا مظاہرہ کرنا تو دراصل بدلہ ہے، اصل حسن سلوک تو یہ ہے کہ بدسلوکی کے جواب میں حسن سلوکی کی جائے۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے:

لَيۡسَ الۡوَاصِلُ بِالۡمُكَافِئِ ، وَلٰكِنَّ الۡوَاصِلُ الَّذِيۡ إِذَا قُطِعَتۡ رَحِمُهُ وَصَلَهَا

ترجمہ: بدلہ دینے والا صلہ رحمی کرنے والا نہیں، (اصل) صلہ رحمی کرنے والا وہ ہے کہ جب اس سے رشتہ توڑا جائے تو وہ اسے جوڑے۔ (صحیح بخاری)

(٦) خوشی وغم میں شرکت:

دوسروں کے خوشی وغم میں شریک ہونا ایمانی تقاضہ ہے۔ رشتہ ہونے کی صورت میں یہ اور بھی ضروری ہے کہ اگر رشتہ دار کسی غم میں مبتلا ہے تو اس کے غم میں شریک ہو کر اس کا غم بانٹا جائے۔ اگر اس تکلیف کے موقع پر اس کو مدد کی ضرورت ہے تو اس کی بے دریغ مدد کی جائے۔ اسی طرح اس کی خوشیوں میں شریک ہو کر اسے اپنائیت کا احساس دلایا جائے۔

(٧) زکوٰۃ وصدقات میں ترجیح:

جب انسان نفلی یا وجوبی صدقہ دینے کا ارادہ رکھتا ہو تو اسے چاہئے کہ اِدھر اُدھر کے غرباء ومساکین تلاش کرنے سے پہلے اپنے رشتہ داروں پر نظر دوڑائے کہ کہیں ان میں تو کوئی مستحق نہیں۔ اگر مستحق نکل آئے تو دوسرے مساکین پر اپنے غریب رشتہ داروں کو ترجیح دے۔ حدیث شریف میں اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد ہے:

وَابۡدَأۡ بِمَنۡ تَعُوۡلُ ، وَخَيۡرُ الصَّدَقَةِ مَا كَانَ عَنۡ ظَهۡرِ غِنىً

ترجمہ: اور (صدقہ اور خیرات کا) آغاز ان سے کر جو تمہارے زیر کفالت ہیں اور بہترین صدقہ وہ ہے جو اپنی اور اپنے اہل وعیال کی ضروریات پوری کرنے کے بعد ہو۔ (صحیح بخاری)

(٨) وراثت میں حصہ:

اسلام نے رشتہ داروں کو وراثت کا حصہ دار بنایا ہے۔ ہر رشتہ دار کا یہ حق ہے کہ شریعت نے اس کا جو حصہ مقرر کیا ہے وہ اسے دیا جائے اور اس میں کسی قسم کی کوتاہی نہ برتی جائے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلِكُلٍّ جَعَلۡنَا مَوَالِيَ مِمَّا تَرَكَ الۡوَالِدَانِ وَالۡأَقۡرَبُوۡنَ

''اور جو مال ماں باپ اور رشتہ دار چھوڑ مریں تو (حقداروں میں تقسیم کر دو کہ) ہم نے ہر ایک کے حقدار مقرر کر دیئے ہیں'' (النساء: ٣٣)

زوجین کے حقوق

وَمِنۡ آيَاتِهِ أَنۡ خَلَقَ لَكُم مِّنۡ أَنفُسِكُمۡ أَزۡوَاجاً لِّتَسۡكُنُوا إِلَيۡهَا وَجَعَلَ بَيۡنَكُم مَّوَدَّةً وَرَحۡمَةً

ترجمہ: اور اس کی ایک نشانی یہ ہے کہ اس نے تمہارے لیے تم ہی میں سے بیویاں پیدا کیں، تاکہ تم ان کے پاس جا کر سکون حاصل کرو، اور تمہارے درمیان محبت اور رحمت کے جذبات رکھ دیئے۔ (سورۃ الروم: ٢١)

زوجین (میاں بیوی):

دو اجنبی مرد و عورت کے درمیان شوہر اور بیوی کا رشتہ اسی وقت قائم ہوسکتا ہے جب دونوں کے درمیان شرعی نکاح عمل میں آئے۔ نکاحِ شرعی کے بعد دو اجنبی مرد و عورت رفیق حیات بن جاتے ہیں، ایک دوسرے کے رنج و خوشی، تکلیف و راحت، صحت و بیماری، غرضیکہ زندگی کے ہر گوشے میں شریک ہوجاتے ہیں۔ عقد نکاح کو قرآن کریم میں ''میثاقِ غلیظ'' کا نام دیا گیا ہے یعنی نہایت مضبوط رشتہ۔ یہی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ایک دوسرے کو لباس سے تعبیر کیا ہے یعنی شوہر اپنی بیوی کے لئے اور بیوی اپنے شوہر کیلئے لباس کی مانند ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ

ترجمہ: ''وہ تمہارے لیے لباس ہیں، اور تم ان کیلئے لباس ہو۔'' (سورۃ البقرۃ: ۱۸۷)

نکاح کے دو اہم مقاصد:

سورۃ الروم کی مذکورہ بالا آیت میں نکاح کے دو اہم مقاصد بیان کیے گئے ہیں:

۱۔ میاں بیوی کو ایک دوسرے سے قلبی و جسمانی سکون حاصل ہوتا ہے۔

۲۔ میاں بیوی کے درمیان ایک ایسی محبت، الفت، رشتہ اور ہمدردی پیدا ہوجاتی ہے جو دنیا میں کسی بھی دو شخصوں کے درمیان نہیں ہوتی۔

زوجین کے حقوق:

زوجین کے حقوق کے دو پہلو ہیں۔ معاشرہ اور خاندان کی تشکیل میں بنیادی اکائی میاں بیوی ہیں جن کے ایک دوسرے پر کچھ حقوق ہیں:

(۱) بیوی کے حقوق یعنی شوہر کی ذمہ داریاں۔

(۲) شوہر کے حقوق یعنی بیوی کی ذمہ داریاں۔

بیوی کی حقوق

تمہید:

قرآن پاک میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اور احادیث مبارکہ میں اللہ کے رسول ﷺ نے میاں بیوی کے تعلقات کا ایسا جامع دستور پیش کیا ہے جس سے بہتر کوئی دستور نہیں ہوسکتا اور اگر ان جامع ہدایات کی روشنی میں ازدواجی زندگی گزاری جائے تو اس رشتہ میں کبھی بھی تلخی اور کرواہٹ پیدا نہ ہوگی، ان شاء اللہ۔

قرآن پاک کی بیشتر آیات کے مطالعے سے واضح ہوتا ہے کہ بیوی کو محض نوکرانی اور خادمہ سمجھنا بالکل درست نہیں بلکہ یہ یاد رکھنا چاہئے کہ اس کے بھی کچھ حقوق ہیں جن کی پاس داری شریعت میں نہایت ضروری ہے۔ ان حقوق میں جہاں نان ونفقہ اور رہائش کا انتظام شامل ہے وہیں اس کی دل داری اور راحت رسانی کا خیال رکھنا بھی ضروری ہے۔ اسی لیے رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ تم میں

سب سے اچھا آدمی وہ ہے جو اپنے گھر والوں (یعنی بیوی بچوں) کی نظر میں اچھا ہو۔

بیوی کے حقوق قرآن کی روشنی میں:

(۱) وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ

ترجمہ: اور ان (بیویوں) کے ساتھ بھلے انداز میں زندگی بسر کرو۔ (سورۃ النساء: ۱۹)

(۲) وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِىْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ

ترجمہ: اور ان عورتوں کو معروف طریقے کے مطابق ویسے ہی حقوق حاصل ہیں جیسے (مردوں کو) ان پر حاصل ہیں۔ (سورۃ البقرۃ: ۲۲۸)

(۳) وَآتُواْ النِّسَاء صَدُقَاتِهِنَّ نِحْلَةً

ترجمہ: اور عورتوں کو ان کے مہر خوشی سے دیا کرو۔ (سورۃ النساء: ۴)

(۴) أَسْكِنُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنتُم مِّن وُجْدِكُمْ

ترجمہ: ان عورتوں (بیویوں) کو اپنی حیثیت کے مطابق اُسی جگہ رہائش مہیا کرو جہاں تم رہتے ہو۔ (سورۃ الطلاق: ۶)

بیوی کے حقوق احادیث کی روشنی میں:

(۱) اِذَا اَنْفَقَ الرَّجُلُ عَلٰى اَهْلِهٖ يَحْتَسِبُهَا فَهُوَ لَهٗ صَدَقَةٌ

ترجمہ: جب کوئی شخص اپنے اہل وعیال پر ثواب کی نیت سے خرچ کرتا ہے تو اس کے لئے صدقہ بن جاتا ہے (بخاری)

(۲) اِسْتَوْصُوا بِالنِّسَاءِ خَيْرًا

ترجمہ: میں تم کو عورتوں (بیویوں) کے بارے میں بھلائی کی نصیحت کرتا ہوں میری نصیحت قبول کرلو۔ (صحیح بخاری)

(۳) وَخِيَارُكُمْ خِيَارُكُمْ لِنِسَائِهِمْ خُلُقًا

ترجمہ: تم میں سب سے بہتر وہ لوگ ہیں جو اپنی عورتوں کے ساتھ سلوک کرنے والے ہوں۔ (جامع ترمذی)

(۴) وَالرَّجُلُ رَاعٍ عَلٰى اَهْلِ بَيْتِهٖ وَهُوَ مَسْئُولٌ عَن رَّعِيَّتِهٖ

ترجمہ: اور آدمی اپنے گھر والوں کا ذمہ دار ہے اور اس سے اسکی ذمہ داری کے بارے میں پوچھا جائے گا۔

(۵) اَلدُّنْيَا كُلُّهَا مَتَاعٌ، وَخَيْرُ مَتَاعِ الدُّنْيَا الْمَرْأَةُ الصَّالِحَةُ

ترجمہ: دنیا ساری کی ساری ایک اثاثہ ہے، اور اس کا بہترین اثاثہ نیک سیرت بیوی ہے۔ (مسند احمد)

بیوی کے حقوق:

مختصراً زوجہ کے حقوق مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) مکمل مہر کی ادائیگی:

بیوی کا پہلا حق یہ ہے کہ اسے اس کا مکمل مہر ادا کیا جائے۔ مہر کی ادائیگی دو صورتوں میں ممکن ہے۔ ایک مہر معجّل، یعنی نکاح کے وقت پورا مہر ادا کیا جائے۔ دوسرا مہر مؤجل، یعنی مہر فوراً نہ دیا جائے بلکہ بعد میں کسی وقت دینے کا وعدہ کرلیا جائے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ آدھا مہر نکاح کے وقت اور آدھا بعد میں ادا کیا جائے۔ لیکن اس تفصیل کا تعین طرفین کی مرضی سے نکاح سے پہلے ضروری ہے۔

قرآن پاک میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَآتُواْ النَّسَاء صَدُقَاتِهِنَّ نِحْلَةً

ترجمہ: اور عورتوں کو ان کے مہر خوشی سے دیا کرو۔ (سورۃ النساء: ۴)

(۲) بیوی کے تمام اخراجات:

شادی کے بعد بیوی کے تمام اخراجات یعنی اس کا نان نفقہ اور اس کے پہننے اوڑھنے کا انتظام شوہر کی ذمہ داری ہے۔ اور جس معیار واقدار کی مراعات وہ خود استعمال کرتا ہے بیوی کی ضروریات کو پورا کرتے ہوئے بالکل وہی معیار برقرار رکھنا ضروری ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَعلَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ

ترجمہ: بچوں کے باپ (یعنی شوہر) پر عورتوں (یعنی بیوی) کا کھانا اور کپڑا معروف طریقے پر لازم ہے۔ (البقرۃ: ۲۳۳)

(۳) رہائش کا انتظام:

بیوی کا ایک حق یہ بھی ہے کہ شوہر اس کیلئے علیحدہ رہائش کا انتظام کرے۔ یہاں تک کہ طلاق کے بعد عدت ختم ہونے تک مطلقہ عورت کی رہائش کو شوہر کی ذمہ داری قرار دیا گیا ہے۔ جب شریعت نے مطلقہ عورتوں کی رہائش کا انتظام شوہر کے ذمہ رکھا ہے تو حسب استطاعت بیوی کی مناسب رہائش کی ذمہ داری بدرجہ اَولیٰ شوہر کی ذمہ داری ہوگی۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے:

أَسْكِنُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنتُم مِّن وُجْدِكُمْ

ترجمہ: ان عورتوں (بیویوں) کو اپنی حیثیت کے مطابق اُسی جگہ رہائش مہیا کرو جہاں تم رہتے ہو۔ (سورۃ الطلاق: ۶)

(۴) حسن معاشرت:

بیوی کے ساتھ حسن معاشرت بہت زیادہ اہمیت رکھتی ہے۔ شوہر کو چاہئے کہ وہ بیوی کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔ اس کے ساتھ اچھے طریقے سے پیش آئے یعنی بیوی کے ساتھ گفتگو اور دیگر معاملات میں حسن اخلاق کا معاملہ رکھے۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سب سے اچھا آدمی وہ ہے جو اپنے گھر والوں (یعنی بیوی بچوں) کی نظر میں اچھا ہو۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے:

وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ

ترجمہ: اور ان (بیویوں) کے ساتھ بھلے انداز میں زندگی بسر کرو۔ (سورۃ النساء: ۱۹)

(۵) خرچہ کرنے میں فراخدلی:

شوہر کو حسب استطاعت بیوی اور بچوں پر خرچہ کرنے میں فراخدلی سے کام لینا چاہئے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے اہل وعیال پر خرچ کرنے کو بہت زیادہ اہمیت دی ہے اور اسے بہترین صدقہ قرار دیا ہے۔ چنانچہ ارشاد نبوی ﷺ ہے:

اِذَا اَنْفَقَ الرَّجُلُ عَلىٰ اَهْلِهِ يَحْتَسِبُهَا فَهُوَ لَهُ صَدَقَةٌ

ترجمہ: جب کوئی شخص اپنے اہل وعیال پر ثواب کی نیت سے خرچ کرتا ہے تو اس کے لئے صدقہ بن جاتا ہے (بخاری)

(۶) بیوی سے مشورہ:

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ گھر کے نظام کو چلانے کی ذمہ داری مرد کے ذمہ رکھی گئی ہے جیسا کہ قرآن کریم میں مرد کو عورتوں

کا نگہبان اور منتظم قرار دیا گیا ہے۔لیکن حسنِ معاشرت کے طور پر عورت سے بھی گھر کے نظام کو چلانے کیلئے گھریلو معاملات میں مشورہ ضرور کرنا چاہئے۔جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

آمِرُوا النِّسَاءَ فِيْ بَنَاتِهِنَّ

ترجمہ: بیٹیوں (کے رشتے) کیلئے اپنی بیوی سے مشورہ کیا کرو۔(ابوداؤد، مسند احمد)

(۷) دو بیویوں کے درمیان برابری:

اگر کسی شخص کی ایک سے زیادہ بیویاں ہوں تو اس پر واجب ہے کہ وہ ان دونوں کے درمیان برابری کا برتاؤ کرے یعنی دونوں کو یکساں یعنی برابر قسم کا نفقہ اور ہر ایک کی باری بھی ایک جیسی ہو۔ان ظاہری معاملات میں اس کے لئے کسی ایک بیوی کی حق تلفی جائز نہیں ہے۔اب رہا دلی رجحان یا محبت کا معاملہ تو اس میں برابری مطلوب نہیں ہے بلکہ دلی رجحان کے معاملے میں برابری ہو ہی نہیں سکتی جیسا کی سورہ نسائی آیت نمبر ۱۲۹ میں موجود ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ:

''جس شخص کی دو بیویاں ہوں اور وہ ان دونوں کے درمیان برابری نہ کرتے ہوئے ایک کی طرف مائل ہو جائے تو وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کا آدھا دھڑ گرا ہوا ہوگا۔(ابوداؤد)

(۸) بعض کمزوریوں سے چشم پوشی:

شوہر کو چاہئے کہ بات بات پر نوک جھونک اور روک ٹوک نہ کرے بلکہ بیوی کی بعض کمزوریوں سے چشم پوشی کرے۔خاص طور پر جب کہ بیوی کے اندر دیگر خوبیاں اور محاسن موجود ہوں۔ یہ بات نہیں بھولنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے عموماً ہر عورت میں کچھ نہ کچھ خوبیاں ضرور رکھی ہیں۔ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

''اگر عورت کی کوئی بات یا عمل ناپسند آئے تو مرد عورت پر غصہ نہ کرے کیونکہ اس کے اندر دوسری خوبیاں موجود ہیں جو تمہیں بھی اچھی لگتی ہی۔'' (صحیح مسلم)

(۹) زیب وزینت:

شوہر کو چاہئے کہ اپنی بیوی کے سامنے خود کو قابل توجہ یعنی اسمارٹ بنا کر رکھے کیوں کہ جس طرح شوہر اپنی بیوی کو خوبصورت دیکھنا چاہتا ہے اسی طرح وہ بھی اپنے شوہر کو اچھا دیکھنا چاہتی ہے۔صحابی رسول ومفسر قرآن حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں اپنی بیوی کیلئے ویسا ہی سجتا ہوں جیسا وہ میرے لئے زیب وزینت اختیار کرتی ہے۔ (تفسیر قرطبی)

(۱۰) گھر کے کام کاج میں عورت کی مدد:

گھر کا سارے کا سارا کام عورت پر لاد دینا درست نہیں بلکہ شوہر کو چاہئے کہ وہ گھر کے کام کاج میں بیوی کا ہاتھ بٹائے، خاص طور پر جب وہ بیمار ہو۔اس سلسلے میں نبی اکرم ﷺ کا طرزِ عمل ہمارے لیے بہترین نمونہ ہے۔حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ گھر کے تمام کام کرلیا کرتے تھے، جھاڑو بھی خود لگایا کرتے تھے، کپڑوں میں پیوند بھی خود لگالیا کرتے تھے اور اپنے جوتوں کی مرمت بھی خود کرلیا کرتے تھے۔(صحیح بخاری)

(۱۱) وراثت میں حصہ:

اسلام نے رشتہ داروں کو وراثت کا حصہ دار بنایا ہے۔ہر رشتہ دار کا یہ حق ہے کہ شریعت نے اس کا جو حصہ مقرر کیا ہے وہ اسے

دیا جائے اور اس میں کسی قسم کی کوتاہی نہ برتی جائے۔شوہر کے مرنے کے بعد بیوی کو بھی اللہ کی طرف سے مقرر کردہ وراثت کا پورا حصہ ملنا چاہئے۔وراثت میں بیوی کے حصے کی تفصیل کچھ یوں ہے:

☆......اولاد موجود نہ ہونے کی صورت میں بیوی کو 1/4 ملے گا۔

☆......اولاد موجود ہونے کی صورت میں بیوی کو 1/8 ملے گا۔

☆......☆......☆

شوہر کی حقوق

تمہید:

قرآن پاک میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اور احادیث مبارکہ میں اللہ کے رسول ﷺ نے میاں بیوی کے تعلقات کا ایسا جامع دستور پیش کیا ہے جس سے بہتر کوئی دستور نہیں ہوسکتا اور اگر ان جامع ہدایات کی روشنی میں ازدواجی زندگی گزاری جائے تو اس رشتہ میں کبھی بھی تلخی اور کرواہٹ پیدا نہ ہوگی، ان شاء اللہ۔

اسلامی تعلیمات نے شوہر کو گھر کا سربراہ قرار دیا ہے۔قرآن کریم میں مرد کو عورتوں کا نگہبان اور منتظم قرار دیا گیا ہے۔اللہ کے رسول ﷺ نے شوہر کو عورت کیلئے مجازی خدا کا درجہ عطا فرمایا ہے۔یہی نہیں بکہ اللہ کے رسول ﷺ نے تو یہاں تک فرمایا کہ: ''اگر میں اللہ کے سوا کسی اور کیلئے سجدہ کرنے کی اجازت دیتا تو میں کہتا کہ عورت اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔'' (جامع ترمذی) یہ تمام باتیں اس بات کا تقاضا کرتی ہیں کہ عورت اپنے شوہر کا بھرپور احترام کرے اور اس کے حقوق کی ادائیگی میں ذرہ برابر بھی کوتاہی نہ کرے۔

شوہر کے حقوق قرآن کی روشنی میں:

(۱) الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ

ترجمہ: اوران (بیویوں) کے ساتھ بھلے انداز میں زندگی بسر کرو۔ (سورۃ النساء: ۳۴)

(۲) وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ

ترجمہ: مردوں کو عورتوں پر فضیلت حاصل ہے۔ (سورۃ البقرۃ: ۲۲۸)

(۳) فَالصَّالِحَاتُ قَانِتَاتٌ حَافِظَاتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللهُ

ترجمہ: چنانچہ نیک عورتیں فرمانبردار ہوتی ہیں، مرد کی غیر موجودگی میں اللہ کی دی ہوئی حفاظت سے (اس کے حقوق کی) حفاظت کرتی ہیں۔ (سورۃ النساء: ۳۴)

شوہر کے حقوق احادیث کی روشنی میں:

(۱) وَالْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ فِي بَيْتِ زَوْجِهَا وَمَسْئُولَةٌ عَن رَّعِيَّتِهَا

ترجمہ: عورت اپنے شوہر کے گھر کی ذمہ دار ہے، اور اس سے اس کی ذمہ داری کے متعلق باز پرس کی جائیگی۔ (بخاری)

(۲) لَا تُؤَدِّي الْمَرْأَةُ حَقَّ رَبِّهَا حَتّىٰ تُؤَدِّيَ حَقَّ زَوْجِهَا

ترجمہ: عورت اپنے رب کے حقوق ادا نہیں کرسکتی جب تک کہ وہ اپنے شوہر کے حقوق ادا نہ کرے۔ (سنن ابن ماجہ)

(۳) لَا يَجُوزُ لِامْرَأَةٍ عَطِيَّةٌ إِلَّا بِإِذْنِ زَوْجِهَا

ترجمہ: عورت اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر کسی سے کوئی ہدیہ قبول نہیں کرسکتی۔ (ابوداؤد، سنن نسائی)

(۴) أَيَّمَا امْرَأَةٌ مَاتَتْ، وَزَوْجُهَا عَنْهَا رَاضٍ، دَخَلَتِ الْجَنَّةَ

ترجمہ: جس عورت کا اس حال میں انتقال ہو کہ اس کا شوہر اس سے راضی رہا ہو تو وہ جنت میں داخل ہو جائے گی۔

(جامع ترمذی)

شوہر کے حقوق:

مختصراً شوہر کے حقوق مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) شوہر کی اطاعت وخدمت:

شوہر کا ایک حق یہ ہے کہ بیوی اس کی اطاعت کرے۔ اسلام نے شوہر کی اطاعت وخدمت کو عورت کے کمال وخوبی میں شمار کیا ہے اور اس کو عورت پر لازم بھی قرار دیا ہے اور جنتی عورت اس کو قرار دیا ہے جو اپنے شوہر کی اطاعت وخدمت کر کے اس کو راضی کر لے۔ ایک حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ عورت اگر پانچ وقت کی نماز پڑھے، اور رمضان کے روزے رکھے اور اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرے اور اپنے شوہر کی اطاعت کرے تو وہ جنت کے جس دروازہ سے چاہے داخل ہو جائے (مشکوۃ ص ۲۸۱)۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے:

فَالصَّالِحَاتُ قَانِتَاتٌ حَافِظَاتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ

ترجمہ: چنانچہ نیک عورتیں فرمانبردار ہوتی ہیں، مرد کی غیر موجودگی میں اللہ کی دی ہوئی حفاظت سے (اس کے حقوق کی) حفاظت کرتی ہیں۔ (سورۃ النساء: ۳۴)

(۲) شوہر کی خوشنودی:

شوہر کو عورت کیلئے مجازی خدا قرار دیا گیا ہے۔ خدائے تعالیٰ کی خوشنودی کے بعد عورت کیلئے شوہر کی رضامندی نہایت اہم ہے۔ عورت کو چاہئے کہ وہ اپنے شوہر کو خوش رکھے اور کسی بھی لمحہ اس کو ناراض نہ کرے۔ اگر عورت اس حال میں مرتی ہے کہ اس کا شوہر اس سے خوش ہو تو اللہ کے رسول ﷺ نے جنت میں اس کے داخلے کی ضمانت دی ہے۔ چنانچہ ارشاد نبوی ﷺ ہے:

أَيَّمَا امْرَأَةٌ مَاتَتْ، وَزَوْجُهَا عَنْهَا رَاضٍ، دَخَلَتِ الْجَنَّةَ

ترجمہ: جس عورت کا اس حال میں انتقال ہو کہ اس کا شوہر اس سے راضی رہا ہو تو وہ جنت میں داخل ہو جائے گی۔ (جامع ترمذی)

(۳) شوہر کے مال وآبرو کی حفاظت:

بیوی کی ایک اور ذمہ داری یہ ہے کہ وہ شوہر کے مال اور اس کی عزت کی حفاظت کرے۔ خاص طور پر شوہر کی غیر موجودگی میں شوہر کی تمام چیزوں کی حفاظت کرنا عورت کی ذمہ داری ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد ربانی ہے:

فَالصَّالِحَاتُ قَانِتَاتٌ حَافِظَاتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ

ترجمہ: چنانچہ نیک عورتیں فرمانبردار ہوتی ہیں، مرد کی غیر موجودگی میں اللہ کی دی ہوئی حفاظت سے (اس کے حقوق کی) حفاظت کرتی ہیں۔ (سورۃ النساء: ۳۴)

(۴) گھر کے اندرونی امور کی انجام دہی:

گھر کے معاملات کے دو پہلو ہیں۔ایک اندرونی معاملات اور دوسرے بیرونی معاملات۔شریعت نے بیرونی معاملات مرد کے سپرد کیے ہیں جیسے: پیسہ کمانا، سودا سلف لانا وغیرہ، اور گھر کے اندرونی معاملات کی ذمہ دار بیوی ہے۔ بیوی کا یہ فرض ہے کہ بیوی گھر کے اندرونی امور کو خوش اسلوبی سے انجام دے۔گھر کا جو کام خواتین کرتی ہیں اور اس میں نیت شوہر کو خوش کرنے کی ہے تو صبح سے لے کر شام تک وہ جتنا کام کر رہی ہے وہ سب اللہ تعالیٰ کے یہاں عبادت میں لکھا جاتا ہے۔چاہے وہ کھانا پکانا ہو، گھر کی دیکھ بھال ہو، بچوں کی تربیت ہو یا شوہر کا خیال ہو یا شوہر کے ساتھ خوش دلی کی باتیں ہوں، ان سب پر ثواب و اجر لکھا جا رہا ہے۔

(۵) بچوں کی تربیت:

عورت پر شادی کے بعد جو ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں ان میں سب سے بڑی ذمہ داری اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت بھی ہے۔ بچوں کی تعلیم و تربیت کی ذمہ داری اگر چہ باپ پر عائد ہوتی ہے لیکن اس سلسلہ میں ماں جو کردار ادا کر سکتی ہے اس کے مقابلے میں باپ کی حیثیت ثانوی درجہ کی رہ جاتی ہے اسلئے ماں کی گود بچہ کا سب سے پہلا مدرسہ اور تعلیم گاہ ہوتی ہے۔ پھر بچہ کو ماں سے دن رات کے چوبیس گھنٹوں میں سے اکثر اوقات سابقہ پڑتا ہے جبکہ باپ سے بہت کم سابقہ پڑتا ہے۔اس لئے عورت پر بچوں کی تعلیم و تربیت کی یہ نازک ذمہ داری باپ سے زیادہ عائد ہوتی ہے۔

(۶) حسن معاشرت:

جس طرح مرد کو اپنی شریک حیات کی دیکھ بھال اور اس کی خاطر مدارت کرنے کی سخت تاکید کی گئی ہے، اسی طرح عورت کو بھی اپنے خاوند کی رضامندی حاصل کرنے اور اس کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ کے حقوق کی ادائیگی کو شوہر کے حقوق کی ادائیگی سے مشروط کیا گیا ہے۔چنانچہ ارشاد نبوی ﷺ ہے:

لَا تُؤَدِّيُ الْمَرْأَةُ حَقَّ رَبِّهَا حَتّٰى تُؤَدِّيُ حَقَّ زَوْجِهَا

ترجمہ: عورت اپنے رب کے حقوق ادا نہیں کر سکتی جب تک کہ وہ اپنے شوہر کے حقوق ادا نہ کرے۔(سنن ابن ماجہ)

(۷) زیب و زینت (بننا سنورنا):

ازدواجی زندگی میں جن امور کی بہت زیادہ اہمیت ہے ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ عورت شوہر کیلئے زیب و زینت اختیار کرے۔اس کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگائیں کہ نبی کریم ﷺ ایک غزوہ سے واپس ہوئے تو صحابہ کرامؓ سے فرمایا کہ ابھی فورا گھر میں داخل نہ ہوں بلکہ عورتوں کو ذرا مہلت دو کہ وہ بالوں کو ٹھیک کر لیں۔شریعت میں بیوی کو بننے سنورنے یعنی میک اپ کرنے کا حکم تو اپنے شوہر کے لئے ہی ہے۔اگر وہ اپنے شوہر کے لیے ایسا نہیں کرے گی تو پھر کس لئے بنے سنورے گی؟ قرآن مجید نے واضح طور پر حکم دیا ہے کہ بیوی اپنے شوہر کے لئے زیب و زینت اختیار کرے۔جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ

''اور وہ (عورتیں) اپنے بناؤ سنگھار کو (کسی پر) ظاہر نہ کیا کریں سوائے اپنے شوہروں کے۔'' (سورۃ النور: ۳۱)

(۸) شوہر کے پیسے کا درد:

بیوی پر شوہر کا ایک حق یہ بھی ہے کہ بیوی کے دل میں شوہر کے پیسے کا درد ہو یعنی پیسہ خرچ کرتے وقت اس بات کا خیال رکھا جائے کہ یہ مال شوہر نے بڑی تگ ودو سے حاصل کیا ہے یہ پیسہ فضول خرچی میں خرچ نہ ہو۔ یہ ایک امتیازی نصیحت ہے جس کے ساتھ نیک بیوی موصوف ہوتی ہے۔ گھر کو نوکرانیوں پر نہیں چھوڑنا چاہئے کہ وہ جس طرح چاہیں کرتی رہیں بلکہ عورت کی ذمہ داری ہے کہ وہ گھر کے تمام مالی اور دیگر امور پر نظر رکھے۔

(۹) شوہر کی اجازت کے بغیر نفلی روزے نہ رکھے:

عورت کی ایک اور ذمہ داری یہ ہے کہ جب اس کا شوہر گھر میں موجود ہو تو وہ شوہر کی اجازت کے بغیر نفلی روزے نہ رکھے۔ کیوں کہ اس کی وجہ سے مرد کے حقوق میں فرق آسکتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

لَا تَصُومُ الْمَرْأَةُ وَبَعْلُهَا شَاهِدٌ، إِلَّا بِإِذْنِهِ

ترجمہ: ''عورت اپنے شوہر کی موجودگی میں اس کی اجازت کے بغیر روزہ نہ رکھے۔'' (صحیح بخاری)

(۱۰) شوہر کی اجازت کے بغیر تحفہ نہ لے:

شادی کے بعد عورت اپنے شوہر کی عزت بن جاتی ہے اور اس پر بہت سی ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ ان ذمہ داریوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ شوہر کی اجازت کے بغیر کسی سے تحفہ قبول نہ کرے۔ حدیث شریف میں اس کی ممانعت وارد ہوئی ہے۔ چنانچہ ارشاد نبوی ﷺ ہے:

لَا يَجُوزُ لِامْرَأَةٍ عَطِيَّةٌ إِلَّا بِإِذْنِ زَوْجِهَا

ترجمہ: ''عورت اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر کسی سے کوئی ہدیہ قبول نہیں کر سکتی۔'' (ابوداؤد، سنن نسائی)

(۱۱) شوہر کے والدین اور رشتہ داروں سے سلوک:

عورت پر لازم ہے کہ شوہر کے والدین اور رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئے۔ شوہر کی ماں کو اپنی ماں اور باپ کو اپنا باپ اور بھائی کو اپنا بھائی اور بہن کو اپنی بہن سمجھے اور اس طرح دیگر رشتہ داروں کو درجہ بدرجہ مقام دے کر ان کو اس درجہ ومقام کے لحاظ سے دیکھے اور اسی کے مناسب ان سے سلوک کرے۔ علامہ ذہبی لکھتے ہیں عورت پر واجب ہے کہ شوہر کے خاندان والوں اور ان کے رشتہ داروں کا اکرام کرے۔ (الکبائر ص ۱۷۵)

☆......☆......☆

غیر مسلموں کے حقوق

تمہید:

قرآن وحدیث سے یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ اسلام دین امن ہے۔ اور یہ معاشرے میں رہنے والے تمام افراد کو، خواہ ان کا تعلق کسی بھی مذہب اور رنگ ونسل سے ہو، جان و مال اور عزت وآبرو کے تحفظ کی ضمانت عطا کرتا ہے حتیٰ کہ ایک

اسلامی ریاست میں آباد غیر مسلم اقلیتوں کی عزت اور جان و مال کی حفاظت کرنا مسلمانوں پر بالعموم اور اسلامی ریاست پر بالخصوص فرض ہے۔

اسلامی ریاست میں غیر مسلم شہریوں کو بھی وہی حقوق حاصل ہیں جو مسلمانوں کو حاصل ہیں۔ اُن حقوق میں سے بنیادی حق جو اسلامی حکومت اور اسلامی معاشرہ کی طرف سے انہیں حاصل ہے وہ حقِ حفاظت ہے، جو انہیں ہر قسم کے خارجی اور داخلی ظلم و زیادتی کے خلاف میسر ہوگا تاکہ وہ مکمل طور پر امن و سکون کی زندگی بسر کر سکیں۔

غیر مسلموں کے حقوق قرآن کی روشنی میں:

(۱) لَا يَنۡهَاكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيۡنَ لَمۡ يُقَاتِلُوكُمۡ فِى الدِّيۡنِ وَلَمۡ يُخۡرِجُوكُم مِّن دِيَارِكُمۡ أَن تَبَرُّوهُمۡ وَتُقۡسِطُوا إِلَيۡهِمۡ إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الۡمُقۡسِطِيۡنَ

ترجمہ: جن لوگوں نے تم سے دین کے بارے میں جنگ نہیں کی اور نہ تم کو تمہارے گھروں سے نکالا ان کے ساتھ بھلائی اور انصاف کا سلوک کرنے سے اللہ تم کو منع نہیں کرتا اللہ تو انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ (سورۃ الممتحنہ: ۸)

غیر مسلموں کے حقوق احادیث کی روشنی میں:

(۱) مَنۡ قَتَلَ مُعَاهِداً فِيۡ غَيۡرِ كُنۡهِهٖ، حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيۡهِ الۡجَنَّةَ

ترجمہ: ''جو مسلمان کسی غیر مسلم شہری (معاہد) کو ناحق قتل کرے گا اللہ تعالیٰ اُس پر جنت حرام فرمادے گا۔'' (ابوداؤد، نسائی)

(۲) أَنَا أَحَقُّ مَنۡ وَفىٰ بِذِمَّتِهٖ

ترجمہ: میں غیر مسلم شہریوں کے حقوق ادا کرنے کا سب سے زیادہ ذمہ دار ہوں۔ (بیہقی)

(۳) إِذَا قَتَلَ الۡمُسۡلِمُ النَّصۡرَانِيَّ قُتِلَ بِهٖ

ترجمہ: اگر کسی مسلمان نے عیسائی کو قتل کیا تو وہ مسلمان قصاصاً قتل کیا جائے گا۔ (شیبانی)

(۴) دِيَةُ الۡيَهُودِيِّ وَالنَّصۡرَانِيِّ وَكُلِّ ذِمِّيٍّ مِثۡلُ دِيَةِ الۡمُسۡلِمِ

ترجمہ: یہودی، عیسائی اور ہر غیر مسلم شہری کی دیت (خون بہا) مسلمان کی دیت کے برابر ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ)

غیر مسلموں کے حقوق:

اسلامی ریاست میں غیر مسلم شہریوں کے حقوق مختصراً مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) قتل کی ممانعت:

اسلامی ریاست میں آباد غیر مسلم شہری کو قتل کرنا حرام ہے۔ کسی فرد کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ کسی غیر مسلم شہری کو قتل کرے۔ دار الاسلام میں ٹیکس دینے والے غیر مسلم کی جان اسی طرح محفوظ اور قیمتی ہے جیسا کہ ایک مسلم کی۔ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

مَنۡ قَتَلَ مُعَاهِداً فِيۡ غَيۡرِ كُنۡهِهٖ، حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيۡهِ الۡجَنَّةَ

ترجمہ: ''جو مسلمان کسی غیر مسلم شہری (معاہد) کو ناحق قتل کرے گا اللہ تعالیٰ اُس پر جنت حرام فرمادے گا۔'' (ابوداؤد، نسائی)

(۲) مسلم اور غیر مسلم کا قصاص اور دیت برابر ہے:

اسلام نے کسی بھی شخص (مسلم یا غیر مسلم) کو ناحق قتل کرنے والے قاتل پر قصاص لازم کیا ہے۔ جبکہ قتل خطاء یعنی غلطی سے قتل ہو جانے کی صورت میں دیت (خون بہا) کی ادائیگی کو واجب قرار دیا ہے۔

دِيَةُ الْيَهُودِيِّ وَالنَّصْرَانِيِّ وَكُلِّ ذِمِّيٍّ مِثْلُ دِيَةِ الْمُسْلِمِ

ترجمہ: ''یہودی، عیسائی اور ہر غیر مسلم شہری کی دیت (خون بہا) مسلمان کی دیت کے برابر ہے۔'' (مصنف ابن ابی شیبہ)

(۳) مال لوٹنے کی ممانعت:

غیر مسلم شہریوں کی جانوں کی طرح ان کے اموال کی حفاظت بھی اسلامی ریاست پر لازم ہے۔ ہر دور میں جمیع مسلمانوں کا اس پر اجماع رہا ہے۔ اسلام نے دوسروں کا مال لوٹنا بھی حرام قرار دیا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلاَ تَأْكُلُواْ أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ

''اور تم ایک دوسرے کے مال آپس میں ناحق نہ کھایا کرو۔'' (البقرۃ: ۱۸۸)

(۴) تذلیل کی ممانعت:

اسلام میں جیسے مسلمان کی عزت و آبرو کی حرمت کو پامال کرنا حرام ہے ویسے ہی غیر مسلم شہری کی عزت کو پامال کرنا بھی جائز نہیں ہے۔ کسی مسلمان کو اجازت نہیں کہ وہ کسی غیر مسلم شہری کو گالی گلوچ کرے، اس پر تہمت لگائے، اس کی طرف جھوٹی بات منسوب کرے یا اس کی غیبت کرے۔ اسلام کسی مسلمان کو اس امر کی بھی اجازت نہیں دیتا کہ وہ کسی غیر مسلم شہری کے ایسے عیب کا تذکرہ کرے جس کا تعلق اس کی ذات، اس کے حسب و نسب یا اس کے جسمانی و اخلاقی عیب سے ہو۔

(۵) جارحیت سے تحفظ:

اسلامی قوانین کے مطابق ریاست کے فرائض میں سے ہے کہ وہ تمام غیر مسلم شہریوں کو ہر قسم کا تحفظ فراہم کرے۔ کوئی بھی فرد خواہ کسی قوم، مذہب یا ریاست سے تعلق رکھتا ہو اگر وہ کسی غیر مسلم شہری پر جارحیت کرے اور اس پر ظلم و تعدی کا مرتکب ہو تو ریاست کی ذمہ داری ہے کہ وہ بلا امتیازِ مذہب اپنے شہری کو تحفظ فراہم کرے، چاہے اس سلسلے میں اسے جارحیت کرنے والے سے جنگ کرنی پڑے۔

(۶) ظلم و تعدی سے حفاظت:

غیر مسلم شہریوں کی اندرونی ظلم و زیادتی سے حفاظت کو بھی اسلام بڑی تاکید کے ساتھ لازم اور واجب قرار دیتا ہے۔ اسلام کسی مسلمان کے ہاتھوں غیر مسلم شہریوں کے ساتھ کسی قسم کی ظلم و زیادتی کو ہرگز برداشت نہیں کرتا خواہ اس ظلم و اذیت کا تعلق ہاتھ سے ہو یا زبان سے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ آذىٰ ذِمِّيًّا فَأَنَا خَصْمُهُ

''جس نے کسی غیر مسلم شہری کو تکلیف پہنچائی تو میں اس کا وکیل ہوں گا۔'' (عمدۃ القاری)

(۷) دورانِ جنگ غیر مسلموں کے قتلِ عام کی ممانعت:

اسلام کے جنگی قوانین کے مطابق غیر جانب دار افراد یا ممالک کے ساتھ جنگ نہیں کی جائے گی، خواہ ان کے ساتھ نظریاتی

اختلاف کتنا ہی زیادہ کیوں نہ ہو۔ اسلام نے ایسے غیر جانب دار لوگوں کے ساتھ پر امن رہنے کا حکم دیا ہے کیونکہ اسلام خواہ مخواہ جنگ یا تصادم کو پسند نہیں کرتا۔ وہ ہر انسانی جان کا احترام کرتا ہے اور انسانی خون کی حرمت کی پاسداری کا ہر سطح پر پورا پورا اہتمام کرتا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَلاَ یَجرِمَنَّکُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَی أَلاَّ تَعْدِلُواْ

ترجمہ: ''اور کسی قوم کی دشمنی تمہیں اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم ناانصافی کرو۔'' (المائدۃ: ۸)

(۸) عبادت گاہیں منہدم کرنے کی ممانعت:

اسلام غیر مسلموں کو مکمل مذہبی آزادی دیتا ہے اور اسلامی مملکت ان کے عقائد و عبادات سے تعرض نہیں کرتی۔ اسلام غیر مسلم شہریوں کے جان و مال کی طرح ان کی عبادت گاہوں اور مقدس مقامات کو بھی مکمل تحفظ فراہم کرتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُم بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَصَلَوَاتٌ وَمَسَاجِدُ يُذْكَرُ فِيهَا اسْمُ اللَّهِ كَثِيراً

ترجمہ: ''اور اگر اللہ لوگوں کے ایک گروہ کے شر کو دوسرے کے ذریعے دفع نہ کرتا رہتا تو خانقاہیں اور کلیسا اور عبادت گاہیں اور مسجدیں جن میں اللہ کا کثرت سے ذکر کیا جاتا ہے، سب مسمار کر دی جاتیں۔'' (سورۃ الحج: ۴۰)

(۹) غیر مسلموں کے معبودوں کی توہین کی ممانعت:

اسلام تحمل و برداشت اور رواداری کا وہ نمونہ فراہم کرتا ہے جو دنیا کا کوئی معاشرہ فراہم نہیں کر سکتا۔ قرآن مجید میں اللہ رب العزت نے اہل ایمان کو یہاں تک حکم دیا ہے کہ غیر مسلموں کے جھوٹے معبودوں (بتوں) کو بھی گالیاں نہ دو۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلاَ تَسُبُّواْ الَّذِيْنَ يَدْعُونَ مِن دُونِ اللهِ فَيَسُبُّواْ اللهَ عَدْواً بِغَيْرِ عِلْمٍ

''(مسلمانو!) جن (جھوٹے معبودوں) کو یہ لوگ اللہ کے بجائے پکارتے ہیں، تم ان کو برا نہ کہو، جس کے نتیجے میں یہ لوگ جہالت کے عالم میں حد سے آگے بڑھ کر اللہ کو برا کہنے لگیں۔'' (الانعام: ۱۰۸)

(۱۰) اپنے مذہب پر عمل کرنے کی مکمل آزادی:

دین اسلام میں کسی کو مسلمان کرنے کے لیے جبر اور زبردستی کی اجازت نہیں ہے۔ اسلامی ریاست میں کسی بھی شہری کو جبراً مذہب بدلنے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

لاَ إِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ قَد تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ

''دین میں کوئی زبردستی نہیں، بے شک ہدایت گمراہی سے واضح طور پر ممتاز ہو چکی ہے۔'' (البقرۃ ۲۵۶)

☆......☆......☆

سوال: اسلامی معاشرے کی تشکیل کے لیے کن امور کی پابندی لازم ہے۔

معاشرتی ذمہ داریاں

تعارف:

اسلام انسانی معاشرے کو خوش حال دیکھنا چاہتا ہے۔اس لیے اس نے اخلاقِ حسنہ کو بڑی اہمیت دی ہے اور مسلمانوں کے لیے اخلاقی قدروں کی پاسداری کو مذہبی فریضہ قرار دیا ہے۔انھیں اخلاقی اقدار پر اسلامی معاشرے کی تشکیل و بنیاد ہے۔اس سلسلے میں چند محاسن اخلاق کا ذکر کیا جاتا ہے۔

(۱) دیانت داری:

معاشی اور معاشرتی تعلقات کی استواری کیلئے دیانت ایک بنیادی شرط ہے۔جس معاشرے سے دیانت ختم ہوجائے وہاں کاروباری معاملات سے لے کر گھریلو تعلقات تک ہر جگہ نا قابل اصلاح بگاڑ پیدا ہوجاتا ہے۔ایک دوسرے پر سے اعتماد اٹھ جاتا ہے۔اسلام اپنے نام لیواؤں کو ان تمام نقصانات سے بچانے کیلئے دیانت داری کی تلقین کرتا ہے۔ارشاد ربانی ہے:

إِنَّ اللّهَ يَأْمُرُكُمْ أَن تُؤدُّواْ الأَمَانَاتِ إِلَى أَهْلِهَا

ترجمہ: بے شک اللہ تم کو فرماتا ہے کہ پہنچادو امانتیں امانت والوں کو۔(سورۃ النساء: ۵۸)

(۲) ایفائے عہد:

ایفائے عہد کا مطلب ہے وعدہ پورا کرنا۔انسانوں کے باہمی تعلقات میں ایفائے عہد کو جو اہمیت حاصل ہے وہ محتاج بیان نہیں۔اللہ کے رسول ﷺ نے وعدہ خلافی کو منافق کی نشانیوں میں ایک نشانی قرار دیا ہے۔ہمارے اکثر معاملات کی بنیاد وعدوں پر ہوتی ہے وہ پورے ہوتے رہیں تو معاملات ٹھیک رہتے ہیں۔اگر ان کی خلاف ورزی شروع ہوجائے تو سارے معاملات بگڑ جاتے ہیں۔اسی بگاڑ سے مسلمانوں کو محفوظ رکھنے کیلئے اسلام ایفائے عہد کی تلقین کرتا ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَأَوْفُواْ بِالْعَهْدِ إِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْؤُولاً

ترجمہ: اور پورا کرو عہد کو، بے شک عہد کی پوچھ ہوگی۔ (سورۃ بنی اسرائیل: ۳۴)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

لاَ دِيْنَ لِمَنْ لَّا عَهْدَ لَهٗ

ترجمہ: جسے وعدے کا پاس نہیں اس میں دین نہیں۔(بیہقی)

(۳) صدق (سچائی):

صدق عربی زبان کا لفظ ہے جس کا مطلب سچائی ہے۔سچائی ایک ایسی عالمگیر حقیقت ہے جسے تسلیم کئے بغیر انسان سکھ اور چین کا سانس نہیں لے سکتا۔نبی اکرم ﷺ نے اس بات کو نہایت جامعیت کے ساتھ یوں ارشاد فرمایا:

اَلصِّدْقُ يُنْجِىْ وَالْكِذْبُ يُهْلِكُ

ترجمہ: سچائی انسان کو ہر آفت سے محفوظ رکھتی ہے اور جھوٹ ہلاک کر ڈالتا ہے۔

قرآن کریم میں باری تعالی نے اپنے صادق القول (بات کا سچا) ہونے کا ذکر فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالی ہے:

وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثاً

ترجمہ: اور اللہ سے سچی کس کی بات ہے۔ (سورۃ النساء: ۸۷)

(۴) عدل وانصاف:

صاحب حق کو اس کا حق دینا عدل وانصاف کہلاتا ہے۔ عدل وانصاف کا تقاضا یہ ہے کہ ہر شخص کو اس کا جائز حق بہ آسانی مل جائے۔ نظام عدل کی موجودگی میں معاشرے کے امور بخیر وخوبی سرانجام پاتے ہیں۔ اور بے انصافی کی وجہ سے معاشرے کا ہر شعبہ مفلوج ہو کر رہ جاتا ہے۔ اسلام ہی وہ مذہب ہے جس نے عدل وانصاف کے معاملے میں بلا امتیاز تمام نسل انسانی کے درمیان مساوات قائم کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ ارشاد باری تعالی ہے:

إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ.

ترجمہ: ''بیشک اللہ انصاف اور بھلائی کرنے کا حکم دیتا ہے''۔ (پارہ ۱۴: نحل)

(۵) احترام قانون:

جس طرح قدرت کا نظام چند فطری قوانین کا پابند ہے، اسی طرح معاشرے کا قیام، معاشرتی، اخلاقی اور دینی احکام وقوانین کا پابند ہے۔ دنیا کا کم عقل سے کم عقل انسان بھی قانون کی ضرورت، اہمیت اور پابندی کا اعتراف کرے گا، لیکن کم لوگ ایسے ہیں جو عملاً قانون کے تقاضے پورے کرتے ہوں۔

عصر حاضر میں دو افراد کے باہمی معاملات سے لے کر بین الاقوامی تعلقات تک لوگ ضابطے اور قانون کی پابندی سے گریزاں ہیں۔ اور لاقانونیت کے اس رجحان نے دنیا کا امن وسکون غارت کر دیا ہے۔ انسان دو وجوہ کی بنیاد پر قانون کی خلاف ورزی کرتا ہے:

(۱) خود غرضی ومفاد پرستی (۲) اپنے آپ کو قانون سے بالاتر سمجھنا

اسلام ان دونوں وجوہ کا خوبی سے تدارک کر کے مسلمانوں کو قانون کا پابند بناتا ہے۔ اسلام انسان کو احساس دلاتا ہے کہ دنیا میں اپنا اثر ورسوخ استعمال کر کے یا دھوکے سے دنیا میں قانون کی خلاف ورزی سے بچ بھی گئے تو آخرت میں انہیں خدا کی گرفت سے کوئی نہیں بچا سکے گا۔

(۶) کسب حلال:

کسب عربی زبان کا لفظ ہے جس کا مطلب ہے کمانا۔

اللہ تعالیٰ اس شخص کو پسند نہیں فرماتے جو سستی اور کاہلی سے کام لے۔ محنتی اور ایمان دار شخص کو پسند کیا جاتا ہے اور قدم بہ قدم اس کی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے۔

قرآن پاک اور احادیث مبارکہ میں حلال روزی کمانے والے کی بہت زیادہ اہمیت وفضیلت بیان کی گئی ہے اور اسے اللہ تعالیٰ کا دوست قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد نبوی ﷺ ہے:

اَلْكَاسِبُ حَبِيْبُ اللّٰهِ

ترجمہ: حلال روزی کمانے والا اللہ کا دوست ہے۔

(۷) ایثار:

ایثار عربی زبان کا لفظ ہے جس کے لفظی معنی ترجیح دینے کے ہیں، یعنی قربانی دیتے ہوئے خود تکلیف اٹھا کر مخلوق الٰہی کو راحت وآرام پہنچانا۔ دنیا پرستی اگر انسان کو خود غرضی اور مفاد پرستی سکھاتی ہے تو دین داری اس میں جذبۂ ایثار پیدا کرتی ہے۔ دیگر محاسن اخلاق کی طرح نبی اکرم ﷺ ایثار وسخاوت کا بہترین نمونہ تھے اور سربراہ مملکت ہوتے ہوئے بھی انتہائی سادگی اور جفاکشی کی زندگی گزارتے تھے۔ ایثار پیشہ لوگوں کی تعریف وتوصیف کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

وَيُؤْثِرُونَ عَلَى أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ

ترجمہ: اور وہ دوسروں کو اپنی ذات پر ترجیح دیتے ہیں، اگرچہ خود فاقے ہی سے کیوں نہ ہوں۔ (سورۃ الحشر: ۰۹)

☆......☆......☆

سوال: قرآن وحدیث کی روشنی میں کسبِ حلال کی وضاحت کریں۔

کسبِ حلال

معنی ومفہوم:

کسب عربی زبان کا لفظ ہے جس کا مطلب ہے کمانا۔ کسب حلال کی تعریف یہ کی جاتی ہے کہ کسب حلال وہ کمائی ہے جو قانونی ہو اور حلال مال پر مبنی ہو اور سود سے پاک ہو۔

کسب حلال کی اہمیت:

کسب حلال کی اسلام کے معاشی، معاشرتی اور اخلاقی نظام میں بہت اہمیت ہے۔ کسب حلال کو ہر مسلمان کا فریضہ قرار دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس شخص کو پسند نہیں فرماتے جو سستی اور کاہلی سے کام لے۔ محنتی اور ایمان دار شخص کو پسند کیا جاتا ہے اور قدم بہ قدم اس کی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے۔ لہٰذا یہ ضروری ہے کہ اسلامی معاشرے کے تمام کاروباری معاملات کسب حلال پر مبنی اور سود جیسی لعنت سے پاک ہوں۔

انسانی رویوں پر اثر:

حلال رزق کا اعمال صالحہ سے گہرا تعلق بتایا گیا ہے۔ اور قرآن نے کئی جگہ حلال رزق اور اعمال صالحہ کا ذکر، اور حرام رزق اور اعمال سیئہ کا ذکر ایک ساتھ کیا ہے۔ جس سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ جب انسانی جسم کی نشو ونما حلال رزق سے ہوتی ہے تو وہ اعمال صالحہ کا موجب بنتی ہے اور بالکل اس کے برعکس جب انسانی جسم حرام رزق سے پرورش پاتا ہے تو اس کا نتیجہ حرام رزق کی صورت میں نمودار ہوتا ہے۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ رزقِ حلال اور اعمال صالحہ کا ایک ساتھ ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحاً إِنِّي بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ .

اے پیغمبرو! حلال چیزیں کھاؤ اور نیک عمل کرو آپ جو کچھ کر رہے ہیں میں اس سے بخوبی واقف ہوں۔ (المومنون: ۵۱)

کسب حلال کی ضرورت:

دنیاوی زندگی میں انسان کی ذمہ داری ہے کہ وہ محنت، جدوجہد اور حلال کمائی سے اپنی تمام مادی ضروریات کو پورا کرے۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

......وَلَا تَنسَ نَصِيبَكَ مِنَ الدُّنيَا

......اور دنیا میں سے بھی اپنے حصے کو نظر انداز نہ کرو۔ (القصص:۷۷)

حلال اور حرام کمائی میں فرق:

اسلام کسب حلال پر شدت سے زور دیتا ہے اور حرام کمائی سے اپنے پیروکاروں کو روکتا ہے۔ ہر وہ منافع اور بڑھوتری جو حرام کے ذریعے حاصل کی گئی ہے جہنم میں داخل ہونے کا ذریعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں حلال اور حرام کمائی میں فرق کرتے ہوئے فرمایا:

وَأَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا

اللہ نے بیع (کاروبار) کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام قرار دیا ہے۔ (البقرة:۲۷۵)

کسب حلال قرآن کی روشنی میں:

۱. يَا أَيُّهَا النَّاسُ كُلُواْ مِمَّا فِي الأَرْضِ حَلاَلاً طَيِّباً وَلاَ تَتَّبِعُواْ خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ .

اے لوگو! زمین میں جو پاکیزہ اور حلال چیزیں ہیں وہ کھاؤ، اور شیطان کے نقش قدم پر نہ چلو، یقین جانو وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔ (البقرة:۱۶۸)

۲. يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ كُلُواْ مِن طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ وَاشْكُرُواْ لِلّٰهِ إِن كُنتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ .

اے ایمان والو! جو پاکیزہ چیزیں ہم نے تمہیں دے رکھی ہیں انہیں کھاؤ، پیو اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو اگر تم خاص اس کی عبادت کرتے ہو۔ (البقرة:۱۷۲)

۳. يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحاً إِنِّي بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ .

اے پیغمبرو! حلال چیزیں کھاؤ اور نیک عمل کرو آپ جو کچھ کر رہے ہیں میں اس سے بخوبی واقف ہوں۔ (المومنون:۵۱)

کسب حلال احادیث کی روشنی میں:

۱. الكَاسِبُ حَبِيبُ اللهِ.

حلال روزی کمانے والا اللہ کا دوست ہے۔

۲. انَّ الْحَلَالَ بَيِّنٌ وَإِنَّ الْحَرَامَ بَيِّنٌ وَبَيْنَهُمَا أُمُورٌ مُشْتَبِهَاتٌ لَا يَعْلَمُهُنَّ كَثِيرٌ مِّنَ النَّاس.

حلال بھی واضح ہے اور حرام بھی واضح ہے۔ اور ان دونوں کے درمیان بعض اشیاء مشکوک ہیں، جن کو اکثر لوگ نہیں جانتے۔ (بخاری و مسلم)

سوال: اخلاقی رذائل سے کیا مراد ہے؟ ایسے پانچ رذائل کا ذکر کریں اور بتائیں کہ ان سے معاشرے میں کیسے بگاڑ پیدا ہوتا ہے؟

اخلاقی رذائل

ابتدائیہ:

جس طرح اخلاق حسنہ کی ایک طویل فہرست ہے، جن کو اپنا کر آدمی دنیا و آخرت میں سرخرو ہوتا ہے اسی طرح کچھ ایسے اخلاق رذیلہ ہیں جن کو اختیار کر کے انسان حیوانی درجے میں جا گرتا ہے اور آخرت میں اللہ تعالی کی رحمت سے محروم ہو جاتا ہے۔ مسلمانوں کو یہ تعلیم دی گئی ہے کہ وہ اخلاق فاضلہ سے آراستہ ہوں اور اخلاق رذیلہ سے بچیں، جو انسان کی شخصیت کو داغ دار کر دیتے ہیں اور اسے ہر قسم کی نیکی اور بھلائی سے محروم کر دیتے ہیں۔ چند اخلاقی رذائل مندرجہ ذیل ہیں:

جھوٹ	حسد	غیبت
تہمت	منافقت	غرور و تکبر وغیرہ

(۱) جھوٹ:

جھوٹ نہ صرف خود ایک برائی ہے، بلکہ بہت سی اخلاقی برائیوں کا سبب بھی بنتا ہے۔ اسلام میں جھوٹ بولنے کی سختی سے مذمت کی گئی ہے۔ جھوٹ بولنے والوں کو اللہ تعالی کی لعنت کا مستحق ٹھہرایا گیا ہے۔ اسی طرح خدائے باری تعالی کا اعلان ہے کہ جھوٹ بولنے والوں کو ہدایت نصیب نہیں ہوتی۔ چنانچہ ارشاد ہے:

إِنَّ اللهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ كَاذِبٌ كَفَّارٌ

ترجمہ: البتہ اللہ راہ (ہدایت) نہیں دیتا اس کو جو جھوٹا اور حق نہ ماننے والا ہے۔ (سورۃ الزمر: ۰۳)

نبی اکرم ﷺ نے جھوٹ کو مہلک قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

اَلصِّدْقُ يُنْجِيْ وَالْكِذْبُ يُهْلِكُ

ترجمہ: سچائی انسان کو ہر آفت سے محفوظ رکھتی ہے اور جھوٹ ہلاک کر ڈالتا ہے۔

(۲) غیبت:

غیبت کے لفظی معنی ہیں "برائی کرنا"۔

شریعت کی اصطلاح میں غیبت سے مراد کسی شخص کی غیر موجودگی میں اس کی ایسی برائی بیان کرنا جو اس میں پائی جاتی ہو۔ غیبت ایک بہت ہی بری اور موذی اخلاقی بیماری ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے غیبت کو زنا جیسے گناہِ کبیرہ سے بھی بدتر قرار دیا ہے۔ اخلاقی بیماریوں میں غیبت جس قدر بری بیماری ہے بدقسمتی سے ہمارے معاشرے میں اسی قدر عام ہے۔ بہت کم لوگ ہوں گے جو اس بیماری سے محفوظ ہوں گے۔ اللہ تعالی نے قرآن پاک میں غیبت کیلئے مردہ بھائی کا گوشت کھانے کی انتہائی بلیغ تمثیل دیتے ہوئے مسلمانوں کو اس گھناؤنے گناہ سے بچنے کی تلقین فرمائی ہے۔ سورۃ الحجرات میں ارشاد باری تعالی ہے:

وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُم بَعْضاً أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَن يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيْهِ مَيْتاً فَكَرِهْتُمُوْهُ

ترجمہ: اور ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو۔ کیا تم میں سے کوئی یہ پسند کرے گا کہ وہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے؟ اس سے تو خود تم نفرت کرتے ہو۔ (سورۃ الحجرات: ۱۲)

(۳) تہمت/اتہام

تہمت کے لفظی معنی ہیں ''الزام لگانا''۔

شریعت کی اصطلاح میں تہمت سے مراد یہ ہے کہ کسی شخص کا ایسا عیب بیان کیا جائے جو اس میں موجود ہی نہ ہو اور اس کے دامن عفت کو بلاوجہ داغدار بنایا جائے۔ حضور اکرم ﷺ نے غیبت اور تہمت کی ایسی تعریف بیان فرمائی ہے جس سے دونوں کا فرق بھی واضح ہو جاتا ہے۔ فرمایا:

> ''تم اپنے بھائی کا تذکرہ اس طرح کرو کہ اسے ناگوار ہو' (یہ غیبت ہے)۔ ایک صحابی نے پوچھا کہ: ''اگر اس میں واقعی وہ عیب ہو تو (کیا اس کا بیان کرنا بھی غیبت ہے؟)'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''اگر اس میں واقعی وہ عیب ہو تب تو وہ غیبت ہے، اور اگر وہ نہ ہو تو بہتان ہے۔'' یعنی دوہرا گناہ ہے۔

(۴) نفاق/منافقت:

منافقت کا لفظ نفق سے نکلا ہے جس کے معنی اس سرنگ کے ہیں جو زیر زمین خفیہ ہوتی ہے اور جس کے دو منہ ہوتے ہیں، آدمی ایک سے داخل ہو کر دوسری طرف نکل جاتا ہے۔ شریعت کی رو سے منافق وہ شخص ہے جو حقیقت میں تو کافر ہو لیکن کسی دنیاوی لالچ کی وجہ سے یا دین اسلام کو نقصان پہنچانے کی غرض سے اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرے۔ یعنی ظاہر میں مومن اور باطن میں کافر ہو۔ منافق، کافر کی سب سے خطرناک قسم ہے، کیوں کہ یہ آستین کا سانپ بن کر اپنی دھوکہ دہی کے ذریعے سے نقصان پہنچاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے منافقین کے بارے میں ارشاد فرمایا:

إِنَّ الْمُنَافِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ

ترجمہ: بے شک منافقین جہنم کے سب سے نچلے درجے میں ہوں گے۔ (سورۃ النساء: ۱۴۵)

منافق کی نشانیاں:

حضور ﷺ نے احادیث مبارکہ میں منافق کی تین نشانیاں بیان فرمائی ہیں۔ چنانچہ ارشاد نبوی ﷺ ہے:

آيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلاثٌ: إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ ، وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ، وَإِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ

ترجمہ: منافق کی تین نشانیاں ہیں:

(۱) جب بات کرے تو جھوٹ بولے۔ (۲) جب وعدہ کرے تو وعدہ خلافی کرے۔

(۳) جب (اس کے پاس) امانت رکھوائی جائے تو خیانت کرے۔

(۵) تکبر:

تکبر کے لفظی معنی ہیں بڑائی کرنا۔

دین اسلام کی اصطلاح میں تکبر سے مراد یہ ہے کہ اپنے آپ کو دوسروں کے مقابلے میں برتر اور معزز سمجھا جائے اور دوسروں کو کم تر اور حقیر جانا جائے۔

قرآن پاک اور احادیث مبارکہ میں تکبر کی سخت مذمت بیان کی گئی ہے اور تکبر کو اللہ تعالیٰ کی صفت قرار دیا گیا ہے۔ جس کا

واضح مطلب یہ ہے کہ غرور اور تکبر کسی انسان کو زیب نہیں دیتا بلکہ یہ صرف اللہ ہی کے شایانِ شان ہے۔ قرآن پاک میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

أَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْمُتَكَبِّرِيْنَ

ترجمہ: کیا جہنم میں تکبر کرنے والوں کا ٹھکانہ نہیں ہوگا؟ (سورۃ الزمر: ۶۰)

(۶) حسد:

کسی شخص کی دنیاوی و دینی ترقی دیکھ کر دل میں یہ خیال آنا کہ یہ نعمت چھن جائے ''حسد'' کہلاتا ہے۔ حسد ایک اخلاقی بیماری ہے۔ انسان دوستی کا تقاضا یہ ہے کہ ہم اپنے کسی بھائی کو اچھی حالت میں دیکھیں تو خوش ہوں کہ اللہ تعالی نے اسے اپنی نعمتوں سے نوازا ہے۔ لیکن حسد وہ بری خصلت ہے کہ جو کسی کو خوش حال اور پرسکون دیکھ کر انسان کو بے چین کر دیتی ہے اور وہ اپنے بھائی کی خوشحالی دیکھ کر خوش ہونے کے بجائے دل ہی دل میں جلتا اور کڑھتا ہے۔ مسلمانوں کو اس جلن اور تکلیف سے بچانے کیلئے حضور نبی اکرم ﷺ نے حسد سے بچنے کی تلقین فرمائی ہے۔ چنانچہ ارشاد نبوی ﷺ ہے:

إِيَّاكَ وَالْحَسَدَ فَإِنَّ الْحَسَدَ يَأْكُلُ الْحَسَنَاتِ كَمَا تَأْكُلُ النَّارُ الْحَطَبَ

ترجمہ: دیکھو! حسد سے بچو؛ کیوں کہ حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جیسے آگ خشک لکڑی کو۔

باب سوم:

اسوۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

سوال: رسول اکرم ﷺ رحمۃ للعالمین ہیں۔ بحث کریں۔

رحمت للعالمین

تعارف:

اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم ﷺ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا۔

وَمَا أَرْسَلْنَاکَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْنَ

ترجمہ: ہم نے آپ ﷺ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ (سورۃ الانبیا: ۱۰۷)

آپ ﷺ نے دنیا کو اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچا کر اس کے عذاب سے بچایا۔ ایک اللہ کی عبادت اور اس سے محبت سکھائی، ایک ایسا نظام زندگی دیا جو انسانیت کو امن و سلامتی کے طرف لے جاتا ہے اور نوعِ انسان کے لیے سراسر رحمت ہے۔ اس طرح آپ ﷺ تمام جہانوں کے لیے اللہ کی رحمت ثابت ہوئے۔

آپ ﷺ خود بھی رحمت اور محبت کا پیکر ہیں۔ تمام عمر آپ ﷺ مخلوقِ خُدا سے لطف و کرم کے ساتھ پیش آتے رہے۔

اُمت پر شفقت و رحمت:

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے بارے میں فرمایا ہے:

لَقَدْ جَاءَ كُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُم بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَؤُوْفٌ رَّحِيْم

ترجمہ: تمہارے پاس اللہ کا ایک رسول آیا ہے جو تم ہی میں سے ہے۔ تمہاری تکلیف اس پر گراں گزرتی ہے۔ تمہاری بھلائی کا خواہش مند رہتا ہے۔ اہل ایمان کے ساتھ بڑے ہی شفیق اور مہربان ہیں۔ (سورۃ التوبہ: ۱۲۸)

آپ ﷺ قرض داروں کا قرض ادا فرماتے، حاجت مندوں کی حاجت پوری کرتے، ناداروں اور مفلوک الحال لوگوں کی مدد کرتے۔ آپ ﷺ نے عمر بھر اپنے دروازے سے کسی سائل کو محروم واپس نہیں لوٹایا۔ اپنے ساتھیوں کو تکلیف میں دیکھ کر بے قرار ہو جاتے اور ان کی اعانت فرماتے۔ غم زدوں کی دلجوئی کرتے۔ آپ ﷺ کو اپنے صحابہ کی تکلیف اتنی گراں گزرتی کہ انہیں دینی امور میں بھی دشواری میں ڈالنا پسند نہ فرماتے۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے: ''اگر امت پر دشواری نہ ہوتی تو میں انہیں ہر نماز کے لیے مسواک کرنے کا حکم دیتا۔'' آپ اہل ایمان کے لیے بالخصوص سراپا رحمت ہیں۔

کافروں پر رحمت:

آپ ﷺ کی رحمت صرف مومنین تک محدود نہ تھی، کافروں کے لیے بھی ہمیشہ رحمت رہے۔ گذشتہ امتوں پر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی وجہ سے مختلف عذاب آتے رہے۔ لیکن رسول اکرم ﷺ کی ذات بابرکات کی وجہ سے کفارِ مکہ تمام نافرمانیوں کے باوجود

دنیا میں عذاب عامہ سے محفوظ رہے۔

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ

ترجمہ: اور اللہ ان پر عذاب نازل نہیں کرے جب تک آپ ﷺ ان میں موجود ہیں۔ (سورۃ الانفال: ۳۳)

ایک دفعہ آپ ﷺ کو کفار کی طرف سے سخت تکلیف پہنچی۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ! ان کے لیے بددعا کریں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں لعنت کرنے والا نہیں۔ میں تو صرف رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں۔'' قبیلہ دوس نے سرکشی و نافرمانی کی تو آپ ﷺ نے بددعا کی جگہ پر دعا دی۔

اللّٰهُمَّ اهْدِ دَوساً وَائْتِ بِهِمْ

ترجمہ: ''اے اللہ! قبیلہ دوس کو ہدایت دے اور ان کو دائرہ اسلام میں لا۔''

طائف میں جب کفار نے آپ ﷺ کو پتھر مار کر زخمی کیا تو آپ ﷺ کی زبان مبارک پر یہ الفاظ تھے:

اللّٰهُمَّ اهْدِ قَومِي فَإِنَّهُم لَايَعْلَمُون

ترجمہ: ''اے اللہ میری قوم کو ہدایت دے۔ پس بیشک یہ نہیں جانتے (کہ یہ کیا کر رہے ہیں)۔''

عورتوں کے لیے رحمت:

عرب کے معاشرے میں عورت کی کوئی عزت تھی نہ مقام تھا۔ لڑکیوں کو وجود باعثِ شرم سمجھا جاتا تھا۔ حضور ﷺ نے انہیں عزت و احترام عطا کیا۔ ان کے حقوق اور فرائض متعین کیے اور انہیں ماں، بیٹی، بہن اور بیوی کی ہر حیثیت سے معاشرے میں صحیح مقام سے نوازا۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

الجَنَّةُ تَحْتَ اَقْدَامِ الاُمَّهَات

ترجمہ: جنت ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے۔

آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا:

خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِاَهْلِهٖ

ترجمہ: تم میں سے بہتر وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے ساتھ اچھا ہے۔

بچوں کے لیے رحمت:

نبی محترم ﷺ بچوں پر نہایت شفقت فرماتے تھے اور ان سے بے انتہا پیار کرتے۔ ایک دفعہ رسول اکرم ﷺ حضرت حسن بن علیؓ سے پیار کر رہے تھے، حضرت اقرع بن حابسؓ بھی محفل میں موجود تھے۔ انہوں نے کہا یارسول اللہ! میرے دس بچے ہیں۔ میں نے کبھی کسی کو اس طرح پیار نہیں کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جو رحم نہیں کرتا۔ اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔''

یتیموں اور غلاموں کے لیے رحمت:

آپ ﷺ یتیم بچوں پر بہت زیادہ مہربان تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

أَنَا وَكَافِلُ الْيَتِيمِ فِي الْجَنَّةِ هٰكَذا

ترجمہ: میں اور یتیم کی نگہداشت کرنے والا جنت میں یوں ہوں گے (اور اپنی دونوں انگلیاں ملالیں)

اسی طرح غلاموں کے متعلق آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ ''تمہارے غلام تمہارے بھائی ہیں۔ جن کو اللہ تعالیٰ نے تمہارا ماتحت بنایا ہے تم جو خود کھاؤ، وہی انہیں بھی کھلاؤ اور جیسا خود پہنو ویسا ہی انہیں بھی پہناؤ۔ اور ان کی طاقت سے زیادہ ان پر کام کا بوجھ نہ ڈالو۔''

☆......☆......☆

سوال: قرآن وحدیث کی روشنی میں اخوت کی اہمیت بیان کریں۔

اخوت کی اهمیت

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کیلئے نیل کے ساحل سے تا بہ خاکِ کاشغر

معنی و مفہوم:

اخوّت عربی زبان کا لفظ ہے جو ''اُخ'' سے نکلا ہے جس کے لفظی معنی ''بھائی چارہ'' کے ہیں۔ اسلام کے طلوع ہونے سے پہلے عرب معاشرے میں فتنہ فساد روز کا معمول تھا۔ آپ ﷺ نے اپنے کردار اور تعلیمات کے ذریعے معاشرے میں امن و امان کی فضا قائم کی اور جدی پشتی دشمنوں کو پیار و محبت کے بندھن میں باندھا، اسی کو ''اخوت'' یا مؤاخات کہا جاتا ہے۔ اسلام میں ایک کلمہ گو بلا لحاظِ رنگ و نسل اور علاقائی قومیت، ایک ہی عالمگیر ملت اسلامیہ کا رکن بن جاتا ہے اور وہ ملت کے دوسرے افراد کا دینی بھائی بن جاتا ہے۔

اخوت کی اقسام:

حضرت ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ نے اس کی دو قسمیں لکھی ہیں:

(۱) اول یہ کہ پوری نسل انسانی ایک آدم کی اولاد ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے خطبہ میں ایسے معجزانہ الفاظ میں اس پر مہر لگا دی کہ اس سے زیادہ اسلامی مساوات کا کوئی منشور نہیں ہوسکتا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اِنَّ رَبَّکُم وَاحِدٌ، وَاِنَّ اَبَاکُم وَاحِدٌ''۔

(۲) دوسری قسم یہ ہے کہ چھٹی صدی عیسوی میں ایک نئی اخوت کی بنیاد ڈالی گئی، اس اخوت کی بنیاد اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا عقیدہ، نوعِ انسانی کے ساتھ ہمدردی کا جذبہ، عدل و مساوات کے اصول اور انسانوں کی خدمت کے عزم و ارادہ پر تھی۔

اخوت کی بنیاد:

اسلامی اخوت کی بنیاد کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہے جس میں خدا کی وحدانیت اور حضور اکرم ﷺ کے آخری نبی ہونے کا اقرار ہے۔ یہ ایک عقیدہ جس کی رو سے ایک عالمگیر آفاقی اور وسیع رشتہ داری قائم ہوگئی ہے اور ایک ملت کی تشکیل پا گئی ہے جس کو ملتِ اسلامیہ کہتے ہیں اور اخوت کا رشتہ خون کے رشتوں سے زیادہ مضبوط ہوتا ہے۔

یہی مقصودِ فطرت ہے یہی ہے رمزِ سلطانی
اخوت کی جہانگیری، محبت کی فراوانی

اخوت کی اہمیت قرآن کی روشنی میں:

(۱) اِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ

ترجمہ: بے شک مؤمن تو ایک دوسرے کے بھائی ہیں لہٰذا اپنے بھائیوں کے دریان تعلقات کو درست کرلو۔
(سورۃ الحجرات:۱۰)

(۲) وَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ لَوْ أَنفَقْتَ مَا فِي الأَرْضِ جَمِيعاً مَّا أَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ وَلَـكِنَّ اللّهَ أَلَّفَ بَيْنَهُمْ إِنَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ

ترجمہ: تم روئے زمین کی ساری دولت بھی خرچ کرڈالتے تو ان لوگوں کے دل نہ جوڑ سکتے تھے مگر وہ اللہ ہے جس نے ان لوگوں کے دل جوڑے، یقیناً وہ زبردست اور دانا ہے۔ (سورۃ الانفال:۶۳)

(۳) وَاذْكُرُواْ نِعْمَتَ اللّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنتُمْ أَعْدَاء فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُم بِنِعْمَتِهِ إِخْوَاناً

ترجمہ: اور اللہ کے اس احسان کو یاد رکھو جو اس نے تم پر کیا ہے، تم ایک دوسرے کے دشمن تھے اس نے تمہارے دل جوڑے اور اس کے فضل و کرم سے تم بھائی بھائی بن گئے۔ (سورۃ آل عمران:۱۰۳)

اخوت کی اہمیت احادیث کی روشنی میں:

(۱) اَلْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ؛ لاَ يَظْلِمُهُ وَلاَ يَخْذُلُهُ وَلاَ يَحْقِرُهُ

ترجمہ: مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے؛ وہ اس پر ظلم نہیں کرتا، نہ اس کو رسوا کرتا ہے نہ اس کی تحقیر کرتا ہے۔ (بخاری و مسلم)

(۲) لاَ يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتّٰى يُحِبَّ لِأَخِيهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ

ترجمہ: تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک (کامل) مؤمن نہیں ہوسکتا جب تک اپنے بھائی کیلئے وہی پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔ (بخاری و مسلم)

(۳) اَلْمُؤْمِنُ أَخُو الْمُؤْمِنِ كَالْجَسَدِ الْوَاحِدِ إِنِ اشْتَكٰى شَيْئاً مِّنْهُ وَجَدَ أَلَمَ ذٰلِكَ فِيْ سَائِرِ جَسَدِهِ

ترجمہ: مؤمن مؤمن کا بھائی، ایک جسم کی طرح ہیں اگر اس جسم کا کوئی بھی حصہ تکلیف میں مبتلا ہو تو وہ اپنے پورے بدن میں تکلیف محسوس کرتا ہے۔

مدینہ منورہ میں اخوت کی مثال:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے بعد سب سے پہلے شہر کے امن اور باشندوں کے باہمی تعلقات کی طرف توجہ دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام مہاجرین و انصار کو جمع کر کے اخوت اسلامی کا وعظ فرمایا اور مسلمانوں کے اندر مواخات قائم کر کے نہایت خوش گوار معاشرہ تشکیل فرمایا۔ اس عہد مواخات کو انصار نے اس خلوص سے نبھایا کہ تاریخ میں اس کی کوئی دوسری نظیر تلاش نہیں کی جاسکتی۔ تمام مہاجرین کو حقیقی بھائی سمجھا اور بے دریغ مال و اسباب ان کے سپرد کیا۔ بعض انصار اپنی دو بیویوں میں سے ایک کو طلاق دے کر مہاجر بھائی سے اس کے نکاح کے لیے تیار ہوئے۔ مہاجرین نے بھی نہایت ہمت کے ساتھ مزدوریاں کیں اور اپنے پاؤں پر کھڑے ہوگئے۔

صحابہ کرامؓ کی زندگی سے اخوت کی مثال:

صحابی رسول حضرت مصعب بن عمیرؓ کے بھائی ابوعزیز بن عمیر غزوہ بدر میں گرفتار ہوئے۔ جب ابوعزیز کے ہاتھ باندھے جانے لگے تو رسیاں باندھنے والے سے کہا کہ اس کو اچھی طرح کس کر باندھو، اس سے اچھی رقم وصول ہوگی۔ یہ بات سن کر ابوعزیز نے

کہا ''آپ سے یہ توقع نہ تھی، آپ کلمہ خیر کہتے میری سفارش کرتے، لیکن اس کے برعکس آپ نے ہاتھ مضبوطی سے باندھنے کا حکم دیا'' تو مصعب بن عمیرؓ نے فرمایا ''تم اس وقت میرے بھائی نہیں، میرا بھائی وہ ہے جو تمہارے ہاتھ میں رسی باندھ رہا ہے، اس لیے کہ ایک نئے رشتہ نے ہم کو جوڑ دیا ہے، جو خون کا رشتہ تو نہیں، مگر اس سے بھی زیادہ عظیم اور قابل قدر ہے''۔

اس طرح کی اور بھی بے شمار مثالیں صحابہ کرام کی زندگیوں میں موجود ہیں۔

وطن عزیز پاکستان اور اخوت اسلامی:

پاکستان کا مسئلہ صرف یہ نہیں کہ اس ملک میں لوگ اسلامی وحدت کے علم بردار بن کر رہیں، بلکہ اس وقت پوری دنیا کے سیاسی نقشے میں ہم پاکستانی اسلامی وحدت کے دعوے دار ہیں اور اس کے لیے کوشاں ہیں۔ اگر ہم وحدت اسلامی سے دست بردار ہو جائیں گے تو ہمارا ملک بھی لسانی و تہذیبی جھگڑوں سے بھر جائے گا۔ اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اب اس قسم کے کئی فتنے ملک کو لپیٹ میں لیے ہوئے ہے۔ اس لیے اس ملک کے مختلف ثقافتوں سے تعلق رکھنے والے لوگوں کو جو چیز باہم مربوط کرتی ہے وہ اخوت اسلامی ہے۔ علامہ اقبال نے کہا تھا ؎

بتان رنگ و بو کو توڑ کر ملت میں گم ہو جا
نہ ایرانی رہے باقی نہ تورانی نہ افغانی

اخوت اسلامی نہ ہونے پر وعیدیں:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو عصبیت کی طرف بلائے وہ ہم میں سے نہیں، جو عصبیت پر لڑے وہ ہم میں سے نہیں، جو عصبیت پر مارا جائے وہ ہم میں سے نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شاید زندگی میں کسی مسئلہ اور کسی موقع پر اتنی سخت زبان استعمال نہیں کی جو اس جاہلی عصبیت کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے نکلے۔ ؎

اب کہاں ایثار و اخوت وہ مدینے جیسی؟
اب تو مسلم کو مسلمان سے ڈر لگتا ہے

اسلامی اخوت کو فروغ کیسے دیا جائے؟

سب سے پہلے اس بات پر غور کیا جائے کہ لسانیت اور قوم پرستی کا پس منظر اور پیش نظر کیا رہا؟ اندرون و بیرون ملک کون سے عناصر شریکِ کار ہیں؟ اغراض و مقاصد کیا ہیں؟ یہ یقیناً سب لائق اظہار ہیں۔ اب ضرورت اس امر کی ہے کہ عوامی، علمی، سرکاری و غیر سرکاری سطح پر لوگوں میں شعور پیدا کیا جائے، غلط فہمیوں کا ازالہ کیا جائے، اخوت اسلامی کے فضائل کا ہر جگہ تذکرہ ہو اور اس کی نشر و اشاعت کے لیے تمام جائز ذرائع ابلاغ کو استعمال کیا جائے۔

اخوت کی اہمیت:

اسلام وہ واحد مذہب ہے جو قومیت اور رنگ و نسل سے ماوراء ہو کر ساری انسانیت کو مساوات اور بھائی چارگی کا درس دیتا ہے۔ آج بھی اگر ساری دنیا کے مسلمان بھائی چارے کے رشتوں میں بندھ جائیں اور ایک دوسرے کیلئے اخوت کا جذبہ پیدا کریں تو اب بھی کوئی دیر نہیں لگے گی۔ ان شاء اللہ مسلمان دنیا میں ایک عظیم طاقت کی شکل میں ابھر سکتے ہیں اور اسلام دشمن قوتوں کا استحصال بآسانی ممکن بنایا جا سکتا ہے۔

حرفِ آخر:

موجودہ دور کا یہ اہم ترین موضوع اب تک ہماری مکمل توجہ کا طلب گار ہے اور اس موضوع پر مستقل اور سنجیدہ کام کرنے والوں کی تعداد بہت کم ہے اور شاید یہی وجہ ہے کہ آج ملت اسلامیہ لسانی اختلاف کا شکار ہے۔ ہمارے جن مسلمان بھائیوں میں یہ Virus سرایت کر چکا ہے ان کی اصلاح کرنا بھی بلا مبالغہ ہمارا فرض ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی ادائیگی کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

منفعت ایک ہے اس قوم کی نقصان بھی ایک — ایک ہے سب کا نبی دین بھی ایمان بھی ایک
حرم پاک بھی اللہ بھی قرآن بھی ایک — کچھ بڑی بات تھی ہوتے جو مسلمان بھی ایک

☆......☆......☆

سوال: رسول پاک کے عفو و درگذر پر ایک نوٹ تحریر کریں۔

عفو و درگذر

تعارف:

عفو عربی زبان کا ایک لفظ ہے جس کے معنی معاف کرنا، بخش دینا، درگذر کرنا، بدلہ نہ لینا اور گناہ پر پردہ ڈالنے کے ہیں۔ اصطلاح شریعت میں عفو سے مراد کسی کی زیادتی و برائی پر انتقام کی قدرت و طاقت کے باوجود انتقام نہ لینا اور معاف کر دینا ہے، یعنی وسعتِ ظرفی کا ثبوت دیتے ہوئے اپنے کسی مجرم کو دل کی گہرائیوں سے معاف کر دینا اور بدلہ لینے کی قوت ہونے کے باوجود بدلہ نہ لینا عفو و درگذر کہلاتا ہے۔ عفو و درگذر ایک بہترین اخلاقی وصف ہے۔ اس سے دشمن دوست بن جاتے ہیں اور دوستوں میں محبت بڑھ جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں مؤمنین کی جو صفات بیان فرمائی ہیں ان عفو و درگذر کو بھی شامل کیا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَالْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ

''اور وہ (مؤمنین) غصہ پی جانے والے اور لوگوں سے درگذر کرنے والے ہیں''۔ (آل عمران: ۱۳۴)

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

''حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام نے عرض کیا میرے پروردگار! تیرے بندوں میں کون تیرے نزدیک زیادہ عزیز ہے؟ پروردگار نے فرمایا: ''جو قادر ہونے کے باوجود عفو و درگذر کرے۔''

نبی اکرم کا عفو و درگزر:

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں حلم، بردباری، تحمل، عفو و درگزر اور صبر و استقلال کی تعلیم دی۔ ان رویوں سے انفرادی و اجتماعی سطح پر معاشرے میں تحمل و برداشت جنم لیتا ہے۔ اسی تحمل و برداشت کے ذریعے سوسائٹی کے اندر اعتدال و توازن آتا ہے۔ اللہ رب العزت نے آقا علیہ السلام کو آداب و اخلاق خود سکھائے۔ ارشاد فرمایا:

خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِيْن

''آپ درگزر فرمانا اختیار کریں، اور بھلائی کا حکم دیتے رہیں اور جاہلوں سے کنارہ کشی اختیار کرلیں''۔(الاعراف:۱۹۹)

سیرت مصطفیٰ ﷺ سے عفوودرگزر کے مظاہر:

☆......غزوہ احد کے موقع پر آقا علیہ السلام کے دانت مبارک کا ایک کونہ شہید ہوگیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ اقدس زخمی ہوگیا، خون مبارک بہہ نکلا اور ایک وقت کے لئے بے ہوشی کی کیفیت طاری ہوگئی۔ صحابہ کرام کے لئے یہ ناقابل برداشت لمحات اور ناقابل تصور کیفیات تھیں۔ ان لمحات میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا:

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ پر ان لوگوں نے ظلم، مصائب و آلام اور جفا کاری کی انتہاء کردی ہے، اگر آپ چاہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے لئے بددعا کریں۔ اس پر آقا علیہ السلام نے جواب دیا: ''میں اپنے اوپر ظلم اور زیادتی کرنے والوں کے لئے بددعا نہیں کروں گا''۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دست اقدس اٹھائے اور عرض کیا:

اللّٰهُمَّ اهْدِ قَومِی فَاِنَّهُم لَا يَعْلَمُون

ترجمہ: باری تعالیٰ میری قوم کو ہدایت دے یہ مجھے پہچانتے نہیں ہیں۔(صحیح مسلم)

☆......حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں آقا علیہ السلام ایک مقام پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ موجود تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے گلے میں ایک کھردری سی سخت قسم کی چادر لپیٹی ہوئی تھی۔ ایک اعرابی آیا، اسے کچھ طلب تھی۔ اس نے اپنی نادانی وجہالت کے سبب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چادر کو پکڑ کر اس شدت سے کھینچا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گردن مبارک پر اس کا زخم آ گیا، چادر کھینچ کر کہنے لگا! یا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں محتاج ہوں۔ میرے گھر والے بھی بھوکے ہیں، پریشان ہیں، میں دو اونٹ لایا ہوں، میرے دونوں اونٹوں کو غلے اور اناج سے بھر کر مجھے واپس بھیجئے۔ اُس کے اس اندازِ طلب کے باوجود آقا علیہ السلام کے چہرہ انور پر ملال اور رنجیدگی کے اثرات نہیں آئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صبر کا مظاہرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اے بندے سب مال اللہ کا ہے اور میں اس کا بندہ ہوں اور مسکرا پڑے پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے مال عطا کرنے کا حکم فرمایا۔(صحیح بخاری)

☆......ام المومنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حالات جتنے بھی غصہ دلانے والے ہی کیوں نہ ہوں مگر میں نے پوری عمر یہ ہی دیکھا کہ ہر کیفیت میں آقا علیہ السلام نے عفوودرگزر اور بردباری کا اظہار فرمایا حتی کہ کبھی بھی کسی کو ہاتھ سے نہیں مارا، سوائے جہاد کی صورت میں اپنے دفاع پر اور نہ عمر بھر کسی خادم اور نہ ہی کسی زوجہ کو مارا۔(صحیح مسلم)

عورتوں سے عفوودرگذر:

لوگ عورتوں کو زمانہ جاہلیت میں بھی مارتے تھے اور آج بھی مارتے ہیں۔ عورتوں پر تشدد (Domestic Violence) ہماری سوسائٹی پر بہت بڑا داغ ہے۔ یہ بہت بڑی بدخلقی ہے۔ ہمارے ہاں جہالت کے باعث لوگ عورتوں کو مارتے ہیں جو کہ باعثِ شرم ہے۔ آقا علیہ السلام نے گھریلو تشدد کو کلیتاً رد کردیا۔ تاجدار کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پندرہ صدیاں قبل جب سارا معاشرہ ہر طرح کے استحصال سے لبریز تھا، جب غلاموں پر ظلم ہوتے تھے، زنجیروں میں باندھ کر کوڑے مارے جاتے تھے اس وقت بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غلاموں اور عورتوں پر تشدد سے منع فرمایا۔

دشمنوں سے عفو و درگزر:

فتح مکہ کے دن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فاتح کی شان کے ساتھ مکہ شہر میں داخل ہوئے تو وہ کفار مکہ جنہوں نے تلواروں سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر کا محاصرہ کر کے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہجرت پر مجبور کیا، مدینہ کے سفر میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تعاقب کیا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر مدینہ میں جنگیں مسلط کی تھیں اور لمحہ بہ لمحہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پریشان اور دکھی کیا تھا، سکون اور راحت کی زندگی بسر کرنے کی اجازت نہ دیتے تھے۔ ان کفار و مشرکین کے شہر میں جب فاتح بن کر پہنچے تو وہ لوگ کانپ رہے تھے، انہیں ڈر تھا کہ انتقام لیا جائے گا، ہماری گردنیں کاٹ دی جائیں گی، سزا دی جائے گی، ہمارے مظالم کا بدلہ لیا جائے گا۔ لیکن صورت حال اُن کی سوچوں کے برعکس ہوئی۔

آقا علیہ السلام نے فرمایا جاؤ میں تمہیں وہی کہتا ہوں جو میرے بھائی یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے کہا تھا:

لاَ تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ

''جاؤ آج تم پر کوئی گرفت نہیں ہوگی اللہ تمہیں معاف کر دے گا''۔ (یوسف:۹۲)

اسوہِ حسنہ کی اتباع کا عہد:

یہ آقا علیہ السلام کے عفو و درگزر، صبر و استقامت، حلم اور تحمل برداشت اور بردباری کا اظہار ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم بھی اپنے آپ کو ان اخلاق حسنہ سے مزین کریں۔ اور ان تمام لوگوں کو معاف کرنے کا اعلان کریں جنہوں نے کسی بھی صورت ہمیں نقصان پہنچایا۔

باب چہارم:

تعارفِ قرآن وحدیث

سوال: قرآن کا تعارف اور فضائل بیان کریں۔

تعارفِ قرآن

تعارف:

لفظ قرآن ''قراءۃ'' سے مشتق ہے جس کے معنی پڑھنے کے ہیں۔ اس طرح قرآن کے معنی ہیں وہ کتاب جو بار بار اور کثرت سے پڑھی جاتی ہے۔ اس کی مثال کہیں نہیں ملتی۔ قرآن مجید دین اسلام کی اساس اور اس کے پیروکاروں کیلئے تا قیامت نشان راہ ہے۔ یہ پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ پر نازل کیا جانے والا وہ آخری مجموعۂ کلام ہے جو تقریباً تیئیس سال (بائیس سال چھ ماہ) کے عرصے میں حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے عالم اسلام کی تا ابد رہنمائی و قیادت کیلئے نازل فرمایا۔

قرآنی معلومات:

قرآنی معلومات کے اہم نکات مندرجہ ذیل ہیں:

☆...... قرآن مجید میں ۳۰ پارے ہیں۔

☆...... قرآن مجید کی پہلی وحی غارِ حرا میں نازل ہوئی۔

☆...... قرآن مجید میں ۵۵۸ رکوع ہیں۔

☆...... قرآن مجید میں ۱۱۴ سورتیں ہیں۔

☆...... قرآن مجید میں ۱۴ سجدے ہیں۔

☆...... قرآن مجید میں ۶۲۳۶ آیات ہیں۔

☆...... قرآن مجید میں ۸۷ مکی سورتیں ہیں۔

☆...... قرآن مجید میں ۲۷ مدنی سورتیں ہیں۔

☆...... قرآن مجید کی تلاوت کے سات طریقے ہیں جو ''قراءت سبعہ'' کہلاتے ہیں۔

نزول قرآن کا آغاز:

نزول قرآن کی ابتداء ۶۱۰ء میں سورۃ العلق کی ابتدائی پانچ آیات سے ہوئی۔ جبریل امین غار حرا میں ان آیات کا تحفہ لے کر آئے۔ اس وقت آپ ﷺ کی عمر مبارک ۴۰ سال تھی۔ پہلی وحی کے ساتھ نازل ہونے والی آیات قرآنیہ کا متن یہ ہے:

ترجمہ: ''آپ اپنے اس رب کے نام سے پڑھئے جس نے پیدا کیا اس نے انسان کو جمے ہوئے خون سے پیدا کیا پڑھئے آپ کا رب کرم کرنے والا ہے جس نے قلم سے علم سکھا

اس نے انسان کو وہ سکھایا جو وہ نہ جانتا تھا''

اسماء القرآن:

قرآن بلفظِ خود قرآن مجید میں کئی بار استعمال ہوا ہے۔ محققین کے مطابق قرآن کے پچپن دیگر نام ہیں جو کہ مختلف مقامات پر قرآنی آیات میں استعمال کیے گئے ہیں۔ ان میں سے چند ایک اسمائے قرآن درج ذیل ہیں:

الکتاب	ایک کتاب
الفرقان	صحیح وغلط میں فرق کرنے والی کتاب
النور	روشن (روشنی دینے والی کتاب)
الشفاء	تندرستی اور شفاء کی ضامن کتاب
الھدیٰ	رہنما (رہنمائی کرنے والی کتاب)
الحکمۃ	مصلحت وحکمت والی کتاب
الرحمۃ	رحمت کا ذریعہ
الحق	سچائی بیان کرنے والی کتاب
الماجد	تابندہ ودرخشاں کتاب
الخیر	بھلائی دینے والی کتاب

☆.........☆.........☆

سوال: قرآن کے فضائل بیان کریں۔

فضائل قرآن

تعارف:

حضرت آدمؑ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک انبیاء ورسل کے آنے کا سلسلہ جاری رہا۔ مالک وخالق کائنات نے جب چاہا کہ اس سلسلے کو قیامت تک کیلئے بند کر کے صرف ایک رسول کی رسالت ہی کو قائم کیا جائے تو اس نے اپنی آخری الہامی کتاب قرآن مجید کو اپنے آخری نبی ﷺ پر نازل فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے جس طرح رسول اکرم ﷺ کو قیامت تک کیلئے منصب رسالت کیلئے چنا، اسی طرح اس نے اپنی آخری آسمانی کتاب قرآن مجید کو بھی یہ اعزاز بخشا کہ وہ نازل تو رسول اکرم ﷺ کی حیات طیبہ میں ہوئی لیکن اس کے احکامات اور عمل کا جائزہ قیامت تک محیط ہے۔ قرآن کے چند فضائل درج ذیل ہیں:

باعث اجر وثواب:

قرآن پاک کی تلاوت کرنا باعث اجر وثواب ہے۔ قرآن کی تلاوت کے دوران ایک لفظ پر نہیں بلکہ ہر حرف پر دس نیکیاں ملتی ہیں۔ اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا میں یہ نہیں کہتا کہ الٓمٓ ایک حرف ہے، بلکہ الف ایک حرف ہے، لام ایک حرف ہے اور میم ایک حرف ہے۔ اس طرح الٓمٓ کے پڑھنے سے تیس نیکیاں ملیں گی۔ سبحان اللہ!

باعث برکت:

قرآن کی تلاوت باعث برکت ہے۔قرآن پڑھنے سے علم وفضل میں ،عمر میں ،روزی میں ،رشتوں میں ،غرض ہر چیز میں برکت حاصل کی جاسکتی ہے۔

دنیاوآخرت کی کامیابی:

قرآن پاک میں اللہ تبارک وتعالی کے جملہ احکامات موجود ہیں جن پرعمل پیرا ہوکر دنیاوآخرت دونوں میں کامیابی حاصل کی جاسکتی ہے۔لفظی طور پرقرآن کی تلاوت باعثِ اجروثواب ہے اور معنوی طور پر قرآن کے احکامات سمجھنے اور عمل کرنے میں دنیاوآخرت دونوں کی کامیابی پوشیدہ ہے۔

قیامت کا تاج:

نبی اکرم ﷺ کے ارشادِ عالی کے مطابق حافظِ قرآن کے والدین کو قیامت کے روز ایک ایسا تاج پہنایا جائے جس کی روشنی سورج کی روشنی سے بھی زیادہ ہوگی۔ظاہر ہے کہ یہ مقام ومرتبہ محض قرآن پاک پڑھنے ہی کی برکت سے ہے۔

☆......☆......☆

سوال: قرآن مجید کی خصوصیات بیان کریں۔

قرآن کی خصوصیات

(۱) انسانیت کا دستورِحیات:

قرآن مجید انسانوں کی رہنمائی کے لئے اللہ تعالی کا نازل کیا ہوا وہ دستورِحیات ہے جس کے قوانین وضوابط مکمل ،ہمہ گیر اور دائمی ہیں۔ان پر چل کر دنیا امن وسکون حاصل کرسکتی ہے اور آخرت میں کامیابی وفلاح سے ہمکنار ہوسکتی ہے۔اس کتاب مبارک کا نزول تاریخ کائنات کا عظیم الشان واقعہ ہے۔یوں تو اللہ تعالی کی نعمتیں لاتعداد ہیں اور ہر نعمت شکر بجالانے کی متقاضی ہے مگر یہ صحیفۂ ہدایت ایسی مہتم بالشان نعمت ہے کہ جو سب پر فوقیت رکھتی ہے اسلئے کہ یہ وہ سرچشمۂ ہدایت ہے جس سے پوری کائنات فیض یاب ہورہی ہے اور تا قیامت ہوتی رہے گی۔

(۲) کتاب حکمت ومعرفت:

قرآن وہ روشنی ہے جس نے جہالت اور شرک کی تاریکیوں کو دور کیا اور دنیا میں علم ومعرفت کی شمعیں روشن کیں۔اس کی تلاوت کرنا باعث ثواب ہے اور اس پرعمل کرنے میں نوع انسانی کی نجات ہے۔یہ ایک مکمل ضابطہ حیات ہے۔طہارت وپاکیزگی، شادی بیاہ،خوشی وغم ،نشست وبرخاست ،دوسروں کے ساتھ معاملات ،روزی کمانے اور خرچ کرنے ،مجلس انفرادی واجتماعی تقریبات، عبادت،معاشرت ،معاشیات ،عدالت ،سیاست اور حکومت جیسے تمام شعبہ ہائے زندگی کے بارے میں قرآن مکمل تعلیم ورہنمائی رکھتا ہے۔انسان جوں جوں اس میں غوروفکر کرتا جائے گا حقائق ومعارف کے نئے نئے اور روشن پہلو سامنے آتے رہیں گے۔

(۳) کتاب رشدوہدایت:

قرآن بنی نوع انسان کیلئے منارۂ رشد و ہدایت ہے۔جس نے بھی قرآن کریم کو ہدایت کیلئے کھلے دل و دماغ سے تمام تعصّبات اور تنگ نظریوں کو بالائے طاق رکھ کر اس میں غور وفکر کیا یا کریں گے وہ ہدایت پا جائیں گے۔ وہ دنیا و آخرت دونوں جہانوں میں کامیابی وکامرانی سے ہمکنار ہوں گے۔

(۴) دلوں کو متاثر کرنے والی کتاب:

قرآن کے قاری اور سامع دونوں قرآن کی تاثیر سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے کیونکہ اس کا ایک نام ''نور'' بھی ہے۔ قرآن دلوں کو پلٹنے والی کتاب ہے۔گمراہی سے ہدایت دیتی ہے، تاریکی سے روشنی کی طرف پلٹ دیتی ہے۔قرآن کریم کی تاثیر نے جن لوگوں کی دنیا بدل ڈالی ان کی لاتعداد مثالیں موجود ہیں۔سیدنا عمر فاروقؓ اور حضرت جبیرؓ کے قبول اسلام کے واقعات اس کی درخشاں مثالیں ہیں۔

(۵) شفا بخشنے والی کتاب:

قرآن کریم جسم و روح اور نفسیاتی بیماریوں سے شفا بخشنے والی کتاب ہے۔اس کتاب کا پڑھنا، سننا اور عمل کرنا سب کچھ ہی منفعت کا باعث ہے۔قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''اور ہم قرآن میں وہ نازل فرماتے ہیں جو اہلِ ایمان کیلئے شفا اور رحمت ہے۔''

(۶) حفاظتِ قرآن:

تمام الہامی کتب میں قرآن کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ اس کی حفاظت کی ذمہ داری خود خدائے بزرگ و برتر نے لے رکھی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ

ترجمہ: ''اور ہم نے اس ذکر (قرآن) کو نازل کیا اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔''

سوال: حفاظت قرآن مجید کو بیان کریں۔

قرآن مجید کی حفاظت

قرآن کریم کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ یہ آخری الہامی کتاب ہے جو چودہ سو سال سے اپنی اصلی حالت میں لفظاً، حرفاً اور اِعراباً موجود ہے۔قرآن کریم کی ابتدائی آیات ہی میں قاری کو ہدایت کی جاتی ہے کہ اپنے دل و دماغ کو اس عمل کیلئے تیار کرلو کیونکہ:

ذَلِکَ الْکِتَابُ لاَ رَیْبَ فِیْهِ

ترجمہ: ''یہ وہ کتاب ہے کہ جس میں کوئی شک نہیں'' (سورۃ البقرۃ: ۲)

تمام الہامی کتب میں قرآن کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ اس کی حفاظت کی ذمہ داری خود خدائے بزرگ و برتر نے لے رکھی ہے۔

چنانچہ ارشاد ہے:

إِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّكۡرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُون

ترجمہ: ''اور ہم نے اس ذکر (قرآن) کو نازل کیا اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔''

حفاظت قرآن عہدِ رسالت میں:

قرآن کریم نزول کے ساتھ ساتھ زبانی حفظ اور یاد کرلیا جاتا تھا چنانچہ حضور اکرم ﷺ نے اس کو یاد کرنے اور رکھنے کا اہتمام فرمایا۔ صحابہ کرامؓ کی بڑی تعداد حافظِ قرآن تھی۔ ان میں رحمت دوعالم ﷺ کے علاوہ چاروں خلفائے راشدین بھی حافظ تھے۔ اسی طرح آپ ﷺ نے قرآن کو لکھوانے کا بھی خصوصی اہتمام فرمایا۔ چنانچہ حضرت زید بن ثابتؓ اور ان کے علاوہ اور بہت سے صحابہ کرامؓ کتابت وحی کا کام سرانجام دیتے تھے۔

حفاظتِ قرآن مجید کے طریقے

(۱) سینہ بہ سینہ حفاظت:

ابتدائے نزول سے قرآن مجید کی حفاظت جس طرح ''لکھ کر'' ہوئی ہے، اس سے کہیں زیادہ ''حفظ'' کے ذریعہ ہوئی ہے، سینہ بہ سینہ حفظ کی خصوصیت صرف اسی آخری کتابِ الٰہی کو نصیب ہوئی، تورات، انجیل اور دوسری آسمانی کتابوں اور صحیفوں کی حفاظت صرف سفینہ میں ہوئی، اس لیے وہ تغیر وتبدل اور دوسرے حوادث کا شکار ہوگئیں، قرآن مجید کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

وَمُنَزِّلٌ عَلَيۡكَ كِتَابًا لَا يَغۡسِلُهُ الۡمَاءُ

ترجمہ: میں آپ پر ایسی کتاب نازل کرنے والا ہوں جس کو پانی نہیں دھو سکے گا۔ (صحیح مسلم)

(۲) کتابت کا اہتمام:

زبانی یاد کرنے اور کرانے کے ساتھ ہی سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے آیات کی حفاظت کے لیے کتابت (لکھوانے) کا بھی خوب اہتمام فرمایا، نزول کے ساتھ ہی بلا تاخیر آیات قلم بند کرا دیتے تھے۔ اور ارشاد فرماتے کہ اس آیت کو اس سورت میں لکھو جس میں فلاں فلاں آیتیں ہیں۔

سامانِ کتابت:

نزولِ قرآن مجید کے زمانہ میں ایجادات ومصنوعات کی کمی ضرور تھی، جس طرح آج کاغذ، قلم اور دوات کی بے شمار قسمیں دریافت ہیں، اس زمانہ میں اتنی ہرگز نہ تھیں۔ لیکن ایسا بھی نہیں کہ اس وقت کاغذ اور کتابیں دریافت نہ تھیں۔ قرآن مجید کی کتابت کے لیے بھی اس وقت کی ایسی پائیدار چیزیں استعمال کی گئیں، جن میں حوادث وآفات کے مقابلے کی صلاحیت نسبتاً زیادہ تھی، تاکہ مدتِ دراز تک محفوظ رکھا جاسکے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی تحقیق کے مطابق کتابتِ قرآن میں درج ذیل چیزیں استعمال کی گئیں:

(۱) زیادہ تر پتھروں کی چوڑی اور پتلی سلوں کو استعمال کیا گیا۔

(۲) اونٹوں کے مونڈھوں کی چوڑی گول ہڈیوں پر بھی لکھا گیا۔

(۳) چمڑوں کے کافی باریک پارچوں پر بھی قرآن مجید لکھا جاتا تھا۔

(۴) بانس کے ٹکڑوں پر بھی آیات لکھی جاتی تھیں۔

(۵) درخت کے چوڑے اور صاف پتے بھی کتابت کے لیے استعمال ہوتے تھے۔

(۶) کھجور کی شاخوں کی چوڑی جڑوں اور کھجور کے جڑے ہوئے پتوں کو کھول کران کو بھی استعمال کیا گیا۔

(۷) محدثین نے کاغذ پر بھی کتابتِ قرآن کا ذکر کیا ہے۔

سورتوں اور آیتوں کی ترتیب:

پوری امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ قرآن مجید میں سورتوں اور آیتوں کی ترتیب توقیفی ہے یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبریل علیہ السلام اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے پورا قرآن مجید مرتب طور پر لکھوایا، آج بھی اسی ترتیب سے قرآن مجید لکھا اور پڑھا جا رہا ہے، اور قیامت تک اسی طرح رہے گا۔

نزول قرآن کا دورانیہ:

پورا قرآن مجید بائیس سال، پانچ ماہ، چودہ دن میں نازل ہوا۔ حسبِ ضرورت کبھی ایک آیت، کبھی چند آیتیں اور کبھی پوری سورہ کی شکل میں آیات نازل ہوتی رہیں، اور ساتھ ہی یہ بھی حکم ہوتا کہ اس کو فلاں سورہ کے فلاں مقام پر رکھ دیجیے۔ چنانچہ کاتبینِ وحی کو بلا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے:

ضَعُوهَا فِي مَوضِعِ كَذَا

ترجمہ: اس کو فلاں مقام پر لکھو۔ (فتح الباری)

☆......☆......☆

سوال: تدوینِ قرآن پر نوٹ تحریر کریں۔

تدوینِ قرآن

تعارف:

"قرآن مجید" اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب ہے، جو آخری نبی جناب محمد رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوئی ہے، قیامت تک کوئی اور کتاب نازل نہ ہوگی۔ اسے دوسری آسمانی کتابوں کا آخری اور دائمی ایڈیشن بھی کہا جا سکتا ہے۔ ابتدائے نزول سے آج تک بلا کسی ادنیٰ تغیر وتبدل کے باقی ہے یا ارشاد خداوندی ہے:

لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِن بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ

(ترجمہ:) قرآن مجید میں باطل نہ تو سامنے سے آسکتا ہے اور نہ ہی اس کے پیچھے سے۔ (سورہ حم سجدہ)

آسمانی کتابوں میں قرآن مجید ہی کو یہ خصوصیت بھی حاصل ہے کہ یہ قیامت تک اپنی اصل حالت پر رہے گا، خود اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت کی ذمہ داری لی ہے، ایک جگہ بڑے ذور دار انداز میں ارشاد فرمایا:

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُون

ترجمہ: ''اور ہم نے اس ذکر (قرآن) کو نازل کیا اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔''

نزولِ قرآن:

قرآن مجید کا نزول ضرورت وحاجت کے مطابق تھوڑا تھوڑا ہوتا رہا، کبھی ایک آیت کبھی چند آیتیں نازل ہوتی رہیں، نزول کی ترتیب موجودہ ترتیب سے بالکل الگ تھی۔ یہ سلسلہ پورے عہد نبوی کو محیط رہا؛ اس لیے آپ ﷺ کے سامنے آج کی طرح کتابی شکل میں منصۂ شہود پر آنا ناممکن تھا۔ ہاں! یہ بات ضرور ہے کہ ہر آیت کے نازل ہوتے ہی آپ ﷺ لکھوا لیتے تھے اور زمانہ کے لحاظ سے نہایت ہی پائدار چیز پر لکھواتے تھے۔ چنانچہ پورا قرآن مجید بلا کسی کم وکاست کے لکھا ہوا آپ ﷺ کے حجرۂ مبارکہ میں موجود تھا، اس میں نہ تو کوئی آیت لکھنے سے رہ گئی تھی اور نہ ہی کسی کی ترتیب میں کوئی کمی تھی؛ البتہ سب سورتیں الگ الگ تھیں، اور متعدد چیزوں پر لکھی ہوئی تھیں، کتابی شکل میں جلد سازی اور شیرازہ بندی نہیں ہوئی تھی۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کتابی شکل میں جمع کرایا اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اس کی محقق نقلیں تیار کر کے ہر طرف پھیلایا؛ بلکہ پوری امت کو اس پر جمع کیا۔ آج تک قرآن مجید اسی کے مطابق موجود ہے۔

حفاظتِ قرآن مجید کے طریقے

(۱) حفظِ قرآن:

ابتدائے نزول سے قرآن مجید کی حفاظت جس طرح ''لکھ کر'' ہوئی ہے، اس سے کہیں زیادہ ''حفظ'' کے ذریعہ ہوئی ہے، سینہ بہ سینہ حفظ کی خصوصیت صرف اسی آخری کتاب الٰہی کو نصیب ہوئی، تورات، انجیل اور دوسری آسمانی کتابوں اور صحیفوں کی حفاظت صرف سفینہ میں ہوئی، اس لیے وہ تغیر وتبدل اور دوسرے حوادث کا شکار ہوگئیں، قرآن مجید کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

وَمُنَزِّلٌ عَلَيْكَ كِتَابًا لا يَغْسِلُهُ الْمَاءُ

ترجمہ: میں آپ پر ایسی کتاب نازل کرنے والا ہوں جس کو پانی نہیں دھو سکے گا۔ (صحیح مسلم)

(۲) کتابت کا اہتمام:

زبانی یاد کرنے اور کرانے کے ساتھ ہی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے آیات کی حفاظت کے لیے کتابت (لکھوانے) کا بھی خوب اہتمام فرمایا، نزول کے ساتھ ہی بلا تاخیر آیات قلم بند کرا دیتے تھے۔ اور ارشاد فرماتے کہ اس آیت کو اس سورت میں لکھو جس میں فلاں فلاں آیتیں ہیں۔

سامانِ کتابت:

نزولِ قرآن مجید کے زمانہ میں ایجادات ومصنوعات کی کمی ضرور تھی، جس طرح آج کاغذ، قلم اور دوات کی بے شمار قسمیں دریافت ہیں، اس زمانہ میں اتنی ہرگز نہ تھیں۔ لیکن ایسا بھی نہیں کہ اس وقت کاغذ اور کتابیں دریافت نہ تھیں۔ قرآن مجید کی کتابت کے لیے بھی اس وقت کی ایسی پائدار چیزیں استعمال کی گئیں، جن میں حوادث وآفات کے مقابلے کی صلاحیت نسبتاً زیادہ تھی، تاکہ مدتِ دراز تک محفوظ رکھا جا سکے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی تحقیق کے مطابق کتابتِ قرآن میں درج ذیل چیزیں استعمال کی گئیں:

(۱) زیادہ تر پتھروں کی چوڑی اور پتلی سلوں کو استعمال کیا گیا۔

(۲) اونٹوں کے مونڈھوں کی چوڑی گول ہڈیوں پر بھی لکھا گیا۔

(۳) چمڑوں کے کافی باریک پارچوں پر بھی قرآن مجید لکھا جاتا تھا۔

(۴) بانس کے ٹکڑوں پر بھی آیات لکھی جاتی تھیں۔

(۵) درخت کے چوڑے اور صاف پتے بھی کتابت کے لیے استعمال ہوتے تھے۔

(۶) کھجور کی شاخوں کی چوڑی جڑوں اور کھجور کے جڑے ہوئے پتوں کو کھول کر ان کو بھی استعمال کیا گیا۔

(۷) محدثین نے کاغذ پر بھی کتابتِ قرآن کا ذکر کیا ہے۔

سورتوں اور آیتوں کی ترتیب:

پوری امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ قرآن مجید میں سورتوں اور آیتوں کی ترتیب توقیفی ہے یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبریل علیہ السلام اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے پورا قرآن مجید مرتب طور پر لکھوایا، آج بھی اسی ترتیب سے قرآن مجید لکھا اور پڑھا جا رہا ہے، اور قیامت تک اسی طرح رہے گا۔

نزولِ قرآن کا دورانیہ:

پورا قرآن مجید بائیس سال، پانچ ماہ، چودہ دن میں نازل ہوا۔ حسبِ ضرورت کبھی ایک آیت، کبھی چند آیتیں اور کبھی پوری سورہ کی شکل میں آیات نازل ہوتی رہیں، اور ساتھ ہی یہ بھی حکم ہوتا کہ اس کو فلاں سورہ کے فلاں مقام پر رکھ دیجیے۔ چنانچہ کاتبینِ وحی کو بلا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے:

ضَعُوهَا فِي مَوضعِ كَذَا

ترجمہ: اس کو فلاں مقام پر لکھو۔ (فتح الباری)

عہدِ نبوی میں قرآن مجید کے نسخے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نزولِ وحی کے ساتھ ہی آیات لکھوالیا کرتے تھے، اور لکھانے کے ساتھ سن بھی لیتے تھے، پھر اسے اپنے پاس محفوظ فرما لیتے تھے، اسی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پورا قرآن مجید لکھی ہوئی شکل میں بھی موجود تھا۔ لیکن ایک جلد میں مجلد نہ تھا، مختلف چیزوں پر لکھا ہوا تھا۔

عہدِ صدیقی میں تدوینِ قرآن مجید:

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں مکمل قرآن مجید مختلف چیزوں پر لکھا ہوا تھا، سارے اجزاء الگ الگ تھے۔ جنگ یمامہ میں جب بہت سے حفاظ قرآن شہید ہوئے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مشورے پر قرآن مجید کی تمام سورتوں کو ایک ہی تقطیع اور سائز پر لکھوا کر ایک ہی جلد میں مجلد کروانے کا کام حکومتی اور اجماعی طور پر انجام دیا۔ چنانچہ ایسا نسخہ مرتب ہو گیا جس کو سارے صحابہ کرامؓ کی اجماعی تصدیق حاصل ہوئی۔ (صحیح بخاری ۲/ ۷۴۵، ۷۴۶)

جمعِ قرآن میں حضرت زید بن ثابتؓ کا طریقہ کار:

حضرت ابوبکر و عمر اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہم سب حافظِ قرآن تھے، ان کے علاوہ بھی صحابہ کرام میں حفاظ کی کمی نہیں تھی،

اگر حضرت زیدؓ چاہتے تو اپنے حافظہ سے پورا قرآن مجید لکھ دیتے، یا حافظ صحابہ کرام کو اکٹھا کر کے محض ان کے حافظے کی مدد سے بھی قرآن مجید لکھا جا سکتا تھا۔ اسی طرح محض رسول اللہ ﷺ کے زمانہ کی لکھی ہوئی آیتوں سے بھی قرآن مجید لکھا جا سکتا تھا۔ لیکن حضرت ابوبکرؓ نے بیک وقت سارے وسائل کو بروئے کار لانے کا حکم فرمایا، خود بھی شریک رہے، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بھی حضرت زیدؓ کے ساتھ لگایا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اعلان فرمایا کہ جن لوگوں نے جو کچھ بھی آیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لکھی ہو، وہ سب لے کر آئیں۔

مدون قرآن کا نام:

جب اجتماعی تصدیق کے ساتھ ''قرآن مجید'' کی جمع وتدوین کا کام مکمل ہوگیا، تو صحابہ کرام نے آپس میں مشورہ کیا کہ اس کو کیا نام دیا جائے؟ چناں چہ بعض صحابہ کرامؓ نے اس کا نام ''سِفْر'' رکھا؛ لیکن یہ نام یہودیوں کی مشابہت کی وجہ سے پاس نہیں ہوا، اخیر میں ''مصحف'' نام پر سارے صحابہ کرام کا اتفاق ہوگیا۔

قرآن مجید کا یہ متفق علیہ نسخہ حضرت ابوبکرؓ کے پاس ان کی وفات تک رہا، پھر حضرت عمرؓ کے پاس رہا، جب ان کی بھی وفات ہوگئی تو ام المومنین حضرت حفصہ بنت عمرؓ کے پاس محفوظ رکھا گیا، جیسا کہ بخاری شریف کے حوالے سے گذر چکا ہے، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ان کے پاس سے ہی منگوا کر نقول تیار کرائے تھے۔

عہدِ عثمانی میں تیار کردہ نسخوں کی تعداد:

اس سلسلے میں دو اقوال ہیں:

۱۔ ایک قول یہ ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے پانچ نسخے تیار کرائے تھے، یہی قول زیادہ مشہور ہے۔

۲۔ دوسرا قول یہ ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے سات نسخے تیار کرائے تھے، ایک نسخہ مدینہ منورہ میں رکھا گیا، اور بقیہ مکہ، شام، یمن، بحرین، بصرہ و کوفہ میں ایک ایک کر کے بھیج دیا گیا۔ (فتح الباری)

امت میں پائے جانے والے دیگر مصاحف:

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام اور تابعین عظام کے پاس موجود سارے نسخوں کو نذر آتش کرنے کا حکم نافذ فرمادیا تاکہ امتِ مسلمہ ایک رسم الخط پر متفق ہو جائے اور امت کی شیرازہ بندی باقی رہے۔

☆......☆......☆

سوال: تدوین حدیث پر نوٹ تحریر کریں۔

تدوینِ حدیث

تدوین سے مراد:

عربی زبان میں لفظ تدوین سے مراد ترتیب دینا اور رجسٹر تیار کرنا ہے۔

تدوین حدیث سے مراد یہ ہے کہ ابتداء میں احادیث رسول ﷺ کو لکھنے کا رواج نہیں تھا۔ صحابہ کرامؓ اپنے عمدہ حافظے کی

بدولت احادیث سن کر یاد کرلیا کرتے تھے۔عہد صحابہ کے بعد تابعین کے دور میں بھی عام طور پر زیادہ توجہ حفظِ حدیث کی جانب رہی۔ تاہم چونکہ لکھنے کا فن عام ہورہا تھا اس لیے اکثر ہوگ اپنے طور پر احادیث لکھنے لگے تھے۔

آگے چل کر تابعین نے صحابہ کرام کے لکھے مسودات حدیثیہ کو حاصل کیا۔اور دیگر صحابہ سے سنی احادیث کا ان میں اضافہ کرکے ترتیب دے دیا یہی کام تبع تابعین نے تابعین کے لکھے صحف اور مسودات کو اپنی مسموعہ احادیث کے ساتھ مرتب کردیا۔

تدوینِ حدیث کے مراحل:

تدوین حدیث کے کل تین مراحل ہیں جو اس تاریخ کو اپنے اندر سموتے ہیں کہ حدیث رسول ﷺ کس طرح مرحلہ وار تاریخی اور تحقیقی معیارات سے گذر کر ہم تک پہنچی۔اور امین وصادق علماء کے ذریعے پہنچی جن پر اعتبار کرنا شاید اس اعتبار سے زیادہ بہتر ہے جو آج کے دور میں بدعملی، جھوٹ، منافقت اور کینہ وحسد میں ملوث جاہل ولاتعلق لوگوں پر کیا جاتا ہے۔اس لئے تدوین حدیث کا یہ عظیم سفر اپنی بھرپور تاریخ رکھتا ہے جس سے ہر طالب علم کا آگاہ ہونا ضروری ہے۔

پہلا مرحلہ: یہ عصرِ نبوی اور دورِ صحابہ کرام وتابعین ہے۔

دوسرا مرحلہ: یہ دوسری وتیسری صدی ہجری کا زمانہ ہے۔

تیسرا مرحلہ: امام بخاری رحمہ اللہ کا زمانہ اوران کے بعد کا زمانہ ہے۔

صحابہ کرام کے دور میں تدوینِ حدیث:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے شب وروز حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی صحبت میں گزرا کرتے تھے۔انہوں نے آپ کی بہت سی باتوں کو نوٹ کیا اور آپ کی حیات طیبہ میں اور اس کے بعد اسے بیان کرنا شروع کردیا۔صحابہ کرام سے یہ علم تابعین کو منتقل ہوا۔

ہمیں جن صحابہ کرام علیہم الرضوان سے یہ حدیثیں سب سے زیادہ تعداد میں مل سکی ہیں ان میں حضرت ابوہریرہ، عبداللہ بن عمر بن خطاب، انس بن مالک، ام المومنین حضرت عائشہ، عبداللہ بن عباس، جابر بن عبداللہ، ابوسعید خدری، عبداللہ بن مسعود، عبداللہ بن عمرو بن عاص، علی المرتضی، اور عمر بن خطاب رضی اللہ عنہم کی شخصیات بہت نمایاں ہیں۔

ان کے علاوہ اور بھی بہت سے صحابہ سے احادیث مروی ہیں لیکن ان کی تعداد کافی کم ہے۔بعض صحابہ نے ذاتی طور پر احادیث کو لکھ کر محفوظ کرنے کا کام بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی حیات طیبہ ہی میں شروع کردیا تھا۔

تدوینِ حدیث تابعین کے دور میں:

صحابہ کے بعد تابعین کا دور آیا۔تابعین ان لوگوں کو کہتے ہیں جنہوں نے صحابہ کا زمانہ پایا اور ان سے دین سیکھا۔اگرچہ تابعین حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے زمانے سے بہت قریب تھے لیکن آپ ﷺ کی زیارت کی سعادت حاصل نہ کرسکے تھے چنانچہ وہ بڑے اشتیاق کے ساتھ صحابہ کرام سے آپ کی باتیں سنا کرتے تھے۔یہی شوق ان کے بعد تبع تابعین، یعنی وہ حضرات جنہوں نے تابعین کا زمانہ پایا اور ان سے دین سیکھا، اور ان کے بعد کی نسلوں میں منتقل ہوا۔بہت سے تابعین نے بھی اپنے ذخیرہ احادیث کو تحریری صورت میں محفوظ بھی کرلیا تھا۔ائمہ حدیث اس آیت میں لفظ اتبعوہم کا مصداق اسی نسل کے مسلمانوں کو ہی سمجھتے ہیں۔

وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُم بِإِحْسَانٍ

ترجمہ: پہلے سبقت لے جانے والے مہاجرین وانصار اور وہ لوگ جنہوں نے بڑی خوش دلی سے ان کی اتباع کی۔(التوبۃ: ۱۰۰)

خلیفہ عمر بن عبد العزیز کی تدوینی کوشش:

سیدنا عمر بن عبد العزیز علم حدیث میں گو امام زہریؒ سے کم نہیں تھے مگر خلافتی امور کے ہمراہ وہ تدوین حدیث کے امور کو بھی دردِل سے نمٹانا چاہتے تھے۔ سیدنا عمر فاروقؓ کے اصرار پر قرآن جمع ہوا اور عمر بن عبد العزیزؒ کے اصرار پر احادیث۔ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں عمروں سے دین کی دو اہم بنیادوں کا عظیم الشان کام لیا۔

جب ۹۹ھ میں حضرت عمر بن عبد العزیزؒ خلیفہ بنے تو آپ نے حفاظت حدیث کی نیت سے تمام شہروں کے حکام کے نام فرامین بھیجے کہ احادیث نبویہ کو تلاش کر کے جمع کیا جائے۔ اس طرح احادیث کی تدوین کے کام پر پورے عالم اسلام میں توجہ دی گئی اور کئی ضخیم و مستند کتب حدیث مرتب ہوئیں جن میں صحاح ستہ زیادہ مشہور ہوئیں جو مدتوں سے درسی کتابوں کے طور پر عالم اسلام میں مستعمل ہیں۔

صحاح ستہ:

ستہ کے معنی ہیں چھ، اور صحاح صحیح کی جمع ہے۔ صحاح ستہ سے مراد حدیث کی وہ چھ کتابیں ہیں جنھیں سند اور رواۃ کے لحاظ سے مستند اور معتبر تسلیم کیا جاتا ہے۔ صحاح ستہ مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) صحیح البخاری:	امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل البخاریؒ
(۲) صحیح المسلم:	امام مسلم بن حجاج بن مسلمؒ
(۳) جامع الترمذی:	امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ الترمذیؒ
(۴) سنن ابوداؤد:	امام ابوداؤد سلیمان بن اشعثؒ
(۵) سنن نسائی:	امام ابوعبدالرحمان احمد بن علی النسائیؒ
(۶) سنن ابنِ ماجہ:	امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہؒ

☆......☆......☆

مراجع ومصادر

قرآن مجید

تفسیر معارف القرآن، مفتی اعظم پاکستان مفتی شفیع صاحب رحمہ اللہ

آسان ترجمہ قرآن، شیخ الاسلام مفتی تقی عثمانی صاحب مدظلہ

ترجمہ قرآن مجید مع مختصر حواشی، سید ابوالاعلیٰ مودودی

صحیح البخاری، امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل البخاریؒ

صحیح المسلم، امام مسلم بن حجاج بن مسلمؒ

جامع الترمذی، امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ الترمذیؒ

سنن ابوداؤد، امام ابوداؤد سلیمان بن اشعثؒ

سنن نسائی، امام ابوعبدالرحمان احمد بن علی النسائیؒ

سنن ابن ماجہ، امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہؒ

کشف الباری عما فی صحیح البخاری، شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان صاحب زید مجدہم

مشکوٰۃ المصابیح، شیخ ولی الدین رحمہ اللہ

مظاہر حق شرح مشکوٰۃ، مولانا عبداللہ جاوید غازی پوری

نفحات التنقیح فی شرح مشکوٰۃ المصابیح، شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان صاحب زید مجدہم

صحیح الحفاظ، الدکتور عواد الخلفؒ

مختصر القدوری، علامہ قدوری رحمہ اللہ

التسہیل الضروری لمسائل القدوری، مولانا عاشق الٰہی البرنیؒ

آپ کے مسائل اور ان کا حل، مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ

کتاب التعریفات، علامہ جرجانی رحمہ اللہ

القاموس الجدید، مولانا وحید الزماں قاسمی کیرانویؒ

مسدس مد و جزر اسلام، الطاف حسین حالیؒ

درسی اسلامیات، سندھ ٹیکسٹ بک بورڈ

اسلامیات، محترمہ صباء ناصرہ عاصم

انٹرنیٹ

☆......☆......☆